ادبیاتِ اردو

تحریر و تصویر کے آئینے میں

حصہ دوم

مرتبہ

اسمائے رفعت حسین

Scanned with CamScanner

محترم ڈاکٹر خلیق انجم کی خدمت میں

ارباب اردو

تحریر و تصویر کے آئینے میں

Scanned with CamScanner

ارباب اردو
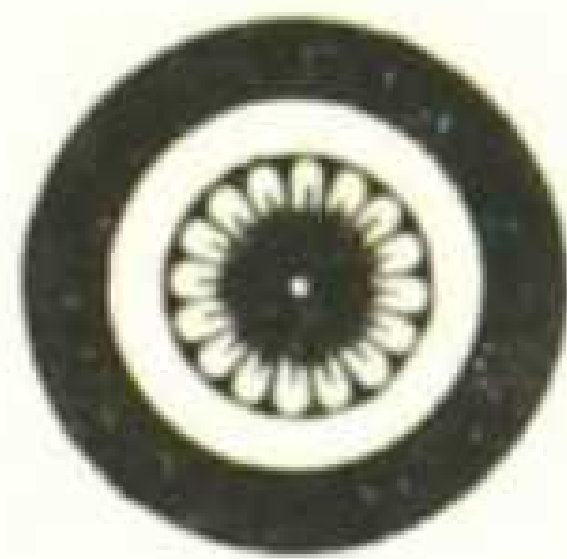
تحریر و تصویر کے آئینے میں

حصہ دوم

اسمٰا رفعت حسین

Scanned with CamScanner

پس منظر

نام : ——— اسما خاتون

قلمی : ——— اسما رفعت حسین

دادا کا نام ——— مولوی محمد نعمان سوز (مرحوم)

والد کا نام ——— جناب عرفان عباسی

والدہ کا نام ——— خدیجہ خاتون عباسی

تاریخ پیدائش ——— ۱۸ ر اکتوبر ۱۹۵۳ء

مقام ——— لکھنؤ

تعلیم ——— دبیر ماہر، دبیر کامل، بی۔ اے، لکھنؤ یونیورسٹی

شادی ——— ۱۹۷۴ء

شوہر ——— رفعت حسین ایڈوکیٹ (مرحوم)

بیٹے ——— نادر حسین — عابد حسین — شجاعت حسین

مطبوعات

۱ کلیات اشعر ملیح آبادی

۲ جذبات نجمی (کلام مولانا ظفر مہدی نجمی تیرگانوی)

۳ چند شعرائے اردو، تحریر و تصویر کے آئینے میں

حصہ اوّل ——— (دوسرا ایڈیشن)

۴ " حصہ دوم

۵ افکار روشن — (کلام وشنو شنکر ماتھر روشن)

۶ تذکرہ شعرائے سیتاپور

©

ناشر اور مصنّف : ــــــــــــــ اسمٰاء رفعت حسین

تعداد اشاعت : ــــــــــــــ چھ سَو (۶۰۰)

سالِ اشاعت : ــــــــــــــ ۱۹۹۴ سنہء

طباعت : ــــــــــــــ نیو پبلک پریس، گلی قاسم جان۔ دہلی

قیمت : ــــــــــــــ ۷۵/ روپے -/75

تزئین : ــــــــــــــ رضوان احمد فاروقی
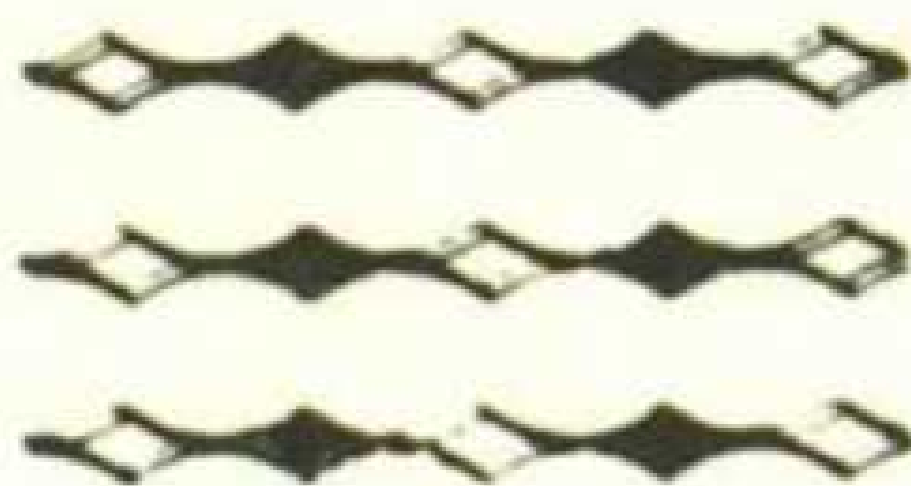
ملنے کے پتے :-

اردو محل پبلشرز - ۹۱، باغ منو، نیا گاؤں - لکھنؤ

دانش محل - امین الدولہ پارک - امین آباد - لکھنؤ

انجمن ترقی اردو ہند - راؤز ایونیو - نئی دہلی

Scanned with CamScanner

یہ کتاب
فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی لکھنؤ،
حکومت اترپردیش
کے مالی تعاون سے شایع ہوئی

Scanned with CamScanner

(Dr) Salman Abbasi
M.A. (Urdu) M.A., Ph.D. (Persian)
Persian Department, University of Lucknow

(ڈاکٹر) سلمان عباسی
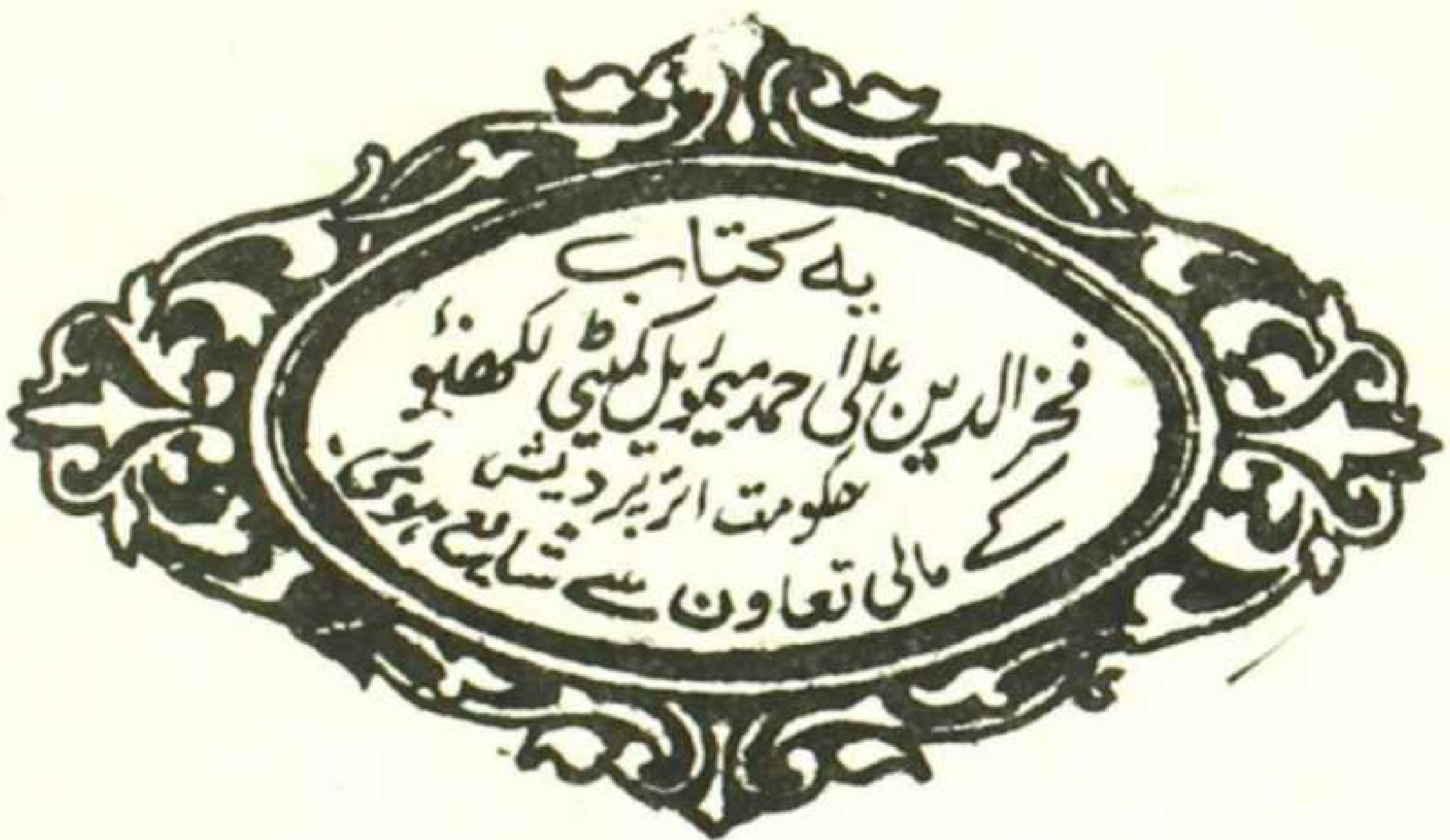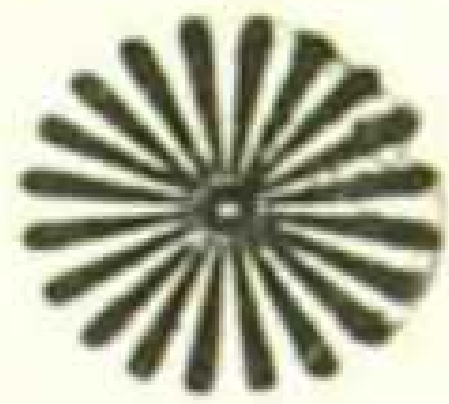
عزیزہ اسمار فعت حسین نے ادبی شغف اور ذوق تحقیق و تالیف ورثہ میں پایا ہے۔ زیر نظر دستاویزی اہمیت کی حامل کتاب ان کی آٹھویں تالیف ہے جس میں ایک سو چالیس شعرا و ادبا کی تصادیر، عکس تحریر اور مختصراً تعارف شامل ہے۔

اسمار فعت حسین کا یہ کام بہت ہی مرصع، مبسوط اور مکمل ہے۔ اردو میں تذکروں اور مرقعوں کی روایت قدیم ہے۔ اگر یہ سلسلہ دراز نہ ہوتا تو ہم اپنے اسلاف اور متقدمین کی سیرت، شخصیت، فن اور شبیہہ سے بے بہرہ اور لاعلم ہوتے۔ بعض امرا و سلاطین نے زر کثیر صرف کر کے ملکی و غیر ملکی مصوروں کے موقلم کے شاہکار تخلیق کروا کے اپنے "نگار خانے" آراستہ کیے۔ انہیں نگار خانوں کے ذریعہ ہم اپنے ماضی سے حال اور حال سے مستقبل کو مربوط کر سکتے ہیں۔

ازمنہ ماضی میں تصویر کشی کا رواج "شاذ و نادر" کی حدوں تک محدود و محصور تھا ہاں۔ تحریریں البتہ عام تھیں لیکن دونوں کا امتزاج کہیں نہیں ملتا ہے، اس قسم کا کوئی سنگ اب تک نظر نواز نہیں ہوا۔

اسما نے جس کام کا انتخاب کیا ہے وہ غیر ممکن تو نہیں لیکن ناممکن ضرور ہے۔

Scanned with CamScanner

اور کسی ناممکن کام کو ممکن بنانا میرے نزدیک سخت مشکل، بہتہ ماری اور جگر کاوی کا کام ہے۔ اس کے لئے خلوص دل، بے لوث جذبۂ خدمت، سچی لگن اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس امتحان میں اسمار فعت حسین کی کامیابی سے بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ اور ان کا یہ کام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

امید ہے کہ ادبی حلقوں میں اس کاوش اور نادر تحفے کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

سلمان عباسی

سی $\frac{2}{44}$ پیپر مل کالونی
لکھنؤ

Scanned with CamScanner

اپنی بات

گذشتہ سال " ارباب اردو۔ تحریر و تصویر کے آئینے میں " جلد اول شایع ہوئی تھی جو ۱۲۰ شعراء و ادباء کے سوانحی اشاروں، عکس تحریر و تصویر پر مشتمل تھی۔ ادبی حلقوں میں اس کی خاصی پذیرائی اور میری حوصلہ افزائی ہوئی۔ اب اسی سلسلہ کی دوسری جلد شرف دست بوسی حاصل کر رہی ہے۔ اس میں ۱۴۰ ارباب اردو کی سوانح، تصویریں اور تصنیفات کے نام وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سلسلہ میں نے دس سال قبل شروع کیا تھا اور اس وقت تک فراہم کردہ مواد دو جلدوں میں شایع ہوا تھا اس میں صرف نام، عکس تحریر، تصویر، سال ولادت و وفات ہی درج تھیں لیکن پیش نظر جلد میں ۱۴۰ ادباء کی شبیہہ، سوانح، عکس تحریر، ادبی خدمات و تصنیفات بیک نظر سامنے آجاتی ہیں اور اس کی اہمیت و افادیت میں اضافہ کرتی ہیں۔ یہ مرقع طلبا و شائقین ادب کو صرف ارباب اردو کی حیات و خدمات سے واقف کرانے کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ حوالہ جاتی کتاب کی بھی حیثیت رکھتا ہے۔ اپنے اسلاف متقدمین اور معاصر ارباب اردو کے احوال و آثار کی حفاظت ہمارا ادبی و اخلاقی فریضہ ہی نہیں بلکہ اہم ضرورت بھی ہے تاکہ موجودہ اور آئندہ نسلیں ان کے کارناموں

Scanned with CamScanner

سے واقفیت حاصل کر کے استفادہ کرتی رہیں۔
ایک سو چالیس ارباب اردو کی تفصیلات کی فراہمی کے بعد یکجا کر کے انہیں

ایک جلد میں ترتیب دینا اور اشاعت کے مراحل سے گزرنا "تنکے چن چن کر محل بنانے" والا دشوار اور بڑی جگر کاوی کا کام تھا چند سال قبل جب میں نے اس کام کا آغاز کیا تو عام خیال یہی تھا کہ اتنا بڑا کام فرد واحد کے بس کا نہیں ہے یہ اداروں اور انجمنوں کے ذریعہ ہی انجام دیا جا سکتا ہے لیکن مسلسل محنت، تلاش جستجو اور اہل ادب کی حوصلہ افزا معاونت سے تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہے اور انشاءاللہ اپنے منصوبہ کے مطابق ایک ہزار ارباب اردو کی ایسی ہی تفصیلات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر سکوں گی۔ جہاں تک اس کاوش کی افادیت و اہمیت کا سوال ہے اس کا صحیح فیصلہ ارباب اردو ہی کریں گے۔

اس جلد کی ترتیب و تکمیل میں جن شعرا، ادبا اور کتب و رسائل وغیرہ سے مدد ملی ہے ان سب کی شکر گزار ہوں۔

محترم رام لعل صاحب، اطہر نبی صاحب (ایڈوکیٹ) اور والد عرفان عباسی صاحب نے اپنے ذخائر سے معاصر ارباب اردو کے خطوط اور تصویر وغیرہ مرحمت فرما کر شفقتوں سے نوازا ہے ان سے دعاؤں کی طالب ہوں شکریہ کیلئے الفاظ کہاں سے لاؤں۔

اس کام اور ادب سے دلچسپی رکھنے والے تمام حضرات سے درخواست ہے کہ آئندہ جلدوں کے لئے ارباب اردو کی تفصیلات یعنی مختصر سوانح۔ تصویر و تحریر کی فراہمی میں تعاون فرمائیں۔ شکر گزار ہوں گی۔

اسماء رفعت حسین

۹۱۔ باغ منو۔ نیا گاؤں
لکھنؤ

فہرست

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ارباب اردو

محمد ابوبکر اثر انصاری

محمد مصطفےٰ صفا انصاری کے گھر ۱۹۳۳ء میں مئوناتھ بھنجن میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی، فارسی و اردو کی تعلیم مدرسہ دارالعلوم مئو میں حاصل کر کے ۱۹۳۸ء میں ورناکیولر مڈل اور ۱۹۴۳ء میں جیون رام ہائی اسکول مئو سے ہائی اسکول و الہ آباد سے انٹرمیڈیٹ کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی اسی کے ساتھ اسکولی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ذوق شاعری ورثہ میں ملا تھا۔ والد کا شمار اچھے مقامی شعراء میں ہوتا تھا۔ اثرؔ نے ماحول سے متاثر ہو کر شاعری شروع کی اور جلد ہی مقامی اساتذہ میں شمار ہونے لگے۔ شاعری کے ساتھ زبان و ادب کی ترویج و ترقی میں سرگرم حصہ لیتے ہیں۔ نثر سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ "تذکرہ سخنورانِ مئو" ان کی نثری تالیف ہے۔ اس کے علاوہ شعری مجموعے "کم وکیف" اور "افکارِ پریشاں" بھی چھپ چکے ہیں۔ خوش فکر شاعر ہیں۔ متعدد نوجوان شعراء ان سے کسب فن کر رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

اثر انصاری

ASAR ANSARI

HONORARY EDITOR
The Adab NIKHAR Monthly

RAGHUNATHPURA
Maunath Bhanjan
275 101 (U. P.)

Ref No.

Date 17. 4. 1981

مکرم و محترم! سلام مسنون

مجھے بحد افسوس ہے کہ ابھی تک آپ کو میری کتابیں نہیں مل سکیں، حالانکہ گذشتہ ہفتہ میں نے اپنی دونوں کتابیں "تذکرہ سخنوران مئو" اور "افکار پریشان" جشن نسیم اعجاز کی تقریب ۲۱ مارچ کو ہوئی اور جس کی خبر مختلف اردو اخباروں میں شائع ہوئی تھی، آپ کے نام نسیم کی معرفت بھیجی تھی۔ نسیم صاحب سے آج معلومات ہوئی تو نسیم صاحب نے اردو اکیڈمی کے دفتر میں آپ تک پہنچانے کیلئے غالباً حسیب باکی اور صاحب کو دے کر چلے آئے تھے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ کتابیں آپ کو مل گئی ہوں گی، بہرحال دوسری کتابیں آپ کیلئے بھیج رہا ہوں۔ رسید سے مطلع کیجئے گا۔

کم و کیف، افکار پریشان، تذکرہ سخنوران مئو اور سفر حج کے شب و روز میری تصنیفات ہیں۔ تذکرہ میں میں نے اپنے بارے میں بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ معمولی اور سیاسی زندگی کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا۔ حالانکہ ۱۹۵۲ء تا ۱۹۷۷ء تقریباً چھ سال مئو میونسپل بورڈ کا ممبر بھی رہا۔ لیکن علمی و ادبی زندگی کو میں نے ہمیشہ ترجیح دیا۔ آجکل مئو کی مشہور اور قدیم ترین دینی درسگاہ "مدرسہ دارالعلوم مئو" کا نائب ناظم ہوں۔ چاہتا ہوں کہ اب دینی اور علمی خدمات ہی میں بقیہ زندگی بسر ہو جائے۔

والسلام

اثر انصاری
۱۷ اپریل ۱۹۸۱ء

ڈاکٹر سید احراز الحسن۔ احراز نقوی

ڈاکٹر احراز نقوی ڈاکٹر سید محمد ادریس نقوی کے گھر ۱۵؍اکتوبر ۱۹۳۳ء کو سیتاپور میں پیدا ہوئے۔ وہاں انٹر میجیٹ تک پڑھنے کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے بی۔اے، اورینٹل کالج لاہور سے ایم اے اور "سرشار حیات اور کارنامے" مقالہ لکھ کر ۱۹۶۱ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کی سند حاصل کی۔ احراز نقوی نے جوانی کا بیشتر حصہ لکھنؤ میں گزارا اور ہم عمر شعرا و ادبا کا وسیع حلقہ ان کے احباب میں تھا۔ ۱۹۵۷ء میں لاہور چلے گئے تھے۔ ۱۹۶۲ء میں پاکستان کی شہریت اختیار کر لی اور اسلامیہ کالج، لاہور میں بحیثیت استاد تقرر ہو گیا تھا۔

احراز کی ادبی سرگرمیوں کا آغاز زمانہ طالب علمی میں ہو گیا تھا اور ان کے مضامین ادبی جرائد میں شائع ہونے لگے تھے۔ انھوں نے چند احباب کی شرکت میں ۱۹۵۵ء میں لکھنؤ سے پندرہ روزہ "پاسبان" بھی نکالا تھا۔ دل نشیں طرزِ نگارش اور وسیع مطالعہ کی بدولت انہوں نے تقریباً ہر صنفِ ادب پر خامہ فرسائی کی۔ جزئیات نگاری پر انھیں عبور حاصل تھا۔ انہوں نے شخصی خاکے، تحقیقی و تنقیدی مضامین اور افسانے لکھ کر شہرت حاصل کی۔ آخری عمر میں افسانوی تنقید کی طرف مائل ہوئے تھے اور اس میں ایک مقام حاصل کر لیا تھا مگر زندگی نے وفا نہ کی۔ ۱۸؍مارچ ۱۹۸۰ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

"مقدمہ اخوان الصفا"۔ "راہ سراب کے تنہا مسافر"۔ "سرشار حیات اور کارنامے" اور "۱۹۷۰ء کے منتخب افسانے" وغیرہ ان کی ادبی یادگاریں ہیں۔

ڈاکٹر اعجاز نقوی
ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی
مورخہ ۲۸ ، اپریل ۱۹۶۲ء

کرم گستر

نوازش نامہ ملا۔ شکریہ ایک معذرت نامہ
آپ کو ارسال کر چکا ہوں۔ شاید نہیں ملا۔ یا اب مل جائے۔
آپ مجھ سے بدگمان نہ ہوں آپ کو علم نہیں کہ میں آپ کو
کتنا عزیز رکھتا ہوں۔ آپ جب لکھنؤ میں لوگوں سے ملتے پھر
رہے تھے اس سے مجھے صدمہ ہوا تھا۔ مگر اس کے بعد بھی پنجاب
کے لیے شوقِ خاطر ہے۔ اور یہ بات خدا کی قسم میں سچائی سے کہہ
رہا ہوں۔ رہا آپ کی افسانہ نویسی کا معاملہ تو میں اس کا معترف
ہوں اور اختلاف کا بھی مدعی ہوں۔ آئندہ آپ ایک اور
مضمون میں اس کی پوری وضاحت ملاحظہ فرمائیے گا۔ آپ بہت
جو پیارے آدمی ہیں اور بڑے نفیس شائستہ اور مہذب بھی
میں آپ کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ اور ہمیشہ کروں گا۔ ہر
کئی افسانہ نگاروں سے کہ مجھ سے شکایات ہیں مگر آپ کی
شکایات سے میں بہت سنجیدہ ہو جاتا ہوں۔

لکھنؤ ——— آنا چاہتا ہوں مگر کل آپ ہی کے خلاف کے
سے تو میرا وغیرہ بچوں کی علالت کی بنا پر واپس آگیا۔ لکھنؤ مجھے ابھی
ڈگری لینے آنا چاہیے۔ ویسے خیر ہم کام کی کچھ بڑا نہ تھا۔ کہ کئی
دوست بھی کر سکتا تھا مگر سب اپنے مطلب کے یار ہیں۔ میرا کام کوئی
نہیں کرتا۔ لکھنؤ آنے میں مجھے بڑی زحمت ہے تو کیا کروں۔ لکھو
گھر میں نہیں آتا۔ اب پتا نہیں اب وغیرہ بھی آسکوں یا نہ آسکوں۔
آپ پاکستان کب آئیں گے؟ کبھی ادھر بھی آنکلیے۔

بارشاہی [illegible]

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے

اخلاص مند
اعجاز نقوی
۲۸/۴/۶۲

Scanned with CamScanner

احسان دانش

نام احسان الحق۔ تخلص دانش۔ قلمی نام احسان دانش
کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں ۱۹۱۳ء میں پیدائش ہوئی۔ والد
کا نام قاضی دانش علی تھا جو اپنے وطن باغپت ضلع میرٹھ
سے منتقل ہو کر کاندھلہ میں بس گئے تھے۔ دانش درجہ چہارم
تک ہی تعلیم حاصل کر سکے تھے کہ انہیں معاشی تگ و دو میں
لگ جانا پڑا۔ انہوں نے بڑی پر مشقت زندگی گزاری
کبھی مزدوری کی، کبھی مالی اور چوکیدار رہے لیکن ہر حال میں
اپنی تعلیمی استعداد میں اضافہ کرتے رہے۔ احسان دانش نے
مفلسی میں آنکھ کھولی تھی، کسب معاش کے لئے مزدوری
کی تھی اور مجبور و تنگ دست زندگی کے مسائل سے ذاتی طور
پر واقف تھے اور وہی ان کی شاعری کے موضوعات تھے۔
شاعری کا چسکا بچپن میں ہی لگ گیا تھا، جسمانی محنت و مشقت
کے ساتھ مشق سخن بھی جاری رکھی اور رفتہ رفتہ مشاعروں
کی شرکت اور دلنشیں کلام نے انہیں ممتاز شعرا کی صف
میں پہنچا دیا۔ نثر نگاری، تالیف و تصنیف بھی ان کے پسندیدہ
مشاغل تھے انہوں نے ایک اشاعتی ادارہ بھی قائم کیا تھا جو
مشہور اور کامیاب تھا۔

تقسیم ملک سے قبل ہی لاہور چلے گئے تھے وہیں ۲۱، ۲۲ مارچ
۱۹۸۲ء کی درمیانی شب میں انتقال ہوا۔ ان کی نثری و
شعری تصنیفات میں "تفسیر فطرت"، "حدیث ادب"، "آتش
خاموش"، "نوائے کارگر"، "چراغاں"، "گورستان"، "زخم
و مرہم"، "درد زندگی"، "جادہ نو"، "شیرازہ"، "میراث
مومن"، "خضر عروض"، "جہان دانش" (خود نوشت
سوانح) وغیرہ شامل ہیں۔

Scanned with CamScanner

احمد ابراہیم علوی

احمد ابراہیم علوی معروف ادیب و صحافی ہیں۔ قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ کے مشہور علمی و ادبی خانوادے میں ۱۹ نومبر ۱۹۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے دادا مولوی امیر احمد علوی اور والد ماجد مشیر احمد علوی ناظر کاکوروی اپنے دور کے صاحب تصانیف ممتاز ادیب و دانشور تھے۔ احمد ابراہیم کی تعلیم کا آغاز لکھنؤ سے ہوا انہوں نے ممتاز اسکول، اسلامیہ کالج اور لکھنؤ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد انگلینڈ گئے اور وہاں صحافت کی تربیت حاصل کی۔

ادبی ذوق مادر فطری نے عطا کیا تھا اس پر نامور بزرگوں کے اثرات اور ان کے زیر سایہ خوشگوار علمی ماحول میں پرورش اور تربیت نے سونے پر سہاگہ [illegible] کیا اور عمر کے ساتھ انکی ادبی سرگرمیوں میں اضافہ [illegible]ف موضوعات پر مضامین، افسانے اور ناول وغیرہ شائع ہوئے اور پسند کیے گئے۔ میدان صحافت میں قدم رکھا اور جلد ہی شہرت حاصل کر لی۔ وہ روزنامہ "قومی آواز" لکھنؤ "قائد" "عزائم" "ہندوستان" "خیر و خبر"۔ "جائزہ" وغیرہ کے شعبۂ ادارت سے وابستہ رہے ہیں اور متعدد جرائد کی ادارت کی ہے انہیں وہ اخبار و رسائل بھی شامل ہیں جو انہوں نے خود جاری کیے آج کل روزنامہ "صحافت" لکھنؤ کے شعبۂ ادارت سے وابستہ ہیں۔ اور اپنا پندرہ روزہ "آگ" بھی نکال رہے ہیں۔

تصانیف: "مسافر نواز بہتیرے" "پھوٹتا لہو"۔ "بوجھل بوجھل پلکیں"۔ "مجاز کچھ یادیں"۔ "اردو کا ماضی، حال اور مستقبل"۔ "سچ کا نام بڑا" وغیرہ۔

Scanned with CamScanner

لکھنا صاحب کا شوق ہو یا مجبوری کے سبب
پیشہ بن گیا ہو، اسکے لیے یہ بڑا
دشوار کام ہے کہ وہ فخریہ اپنی
تحریر کے بارے میں اظہار خیال کرے

[illegible]

۱۲ دسمبر ۹۳ء

ڈاکٹر نور العین احمرِ لاری

قصبہ لار ضلع دیوریا کے ایک خوشحال شیخ خانوادے کے فرد محمد عین الحق مرحوم کے گھر ۴ جولائی ۱۹۳۲ء کو وطن میں پیدا ہوئے۔ آٹھویں درجہ تک لار میں پڑھنے کے بعد میاں صاحب جامع اسلامیہ انٹر کالج گورکھپور سے ہائی اسکول، سینٹ اینڈریوز کالج سے انٹر کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی اور این۔ای ریلوے کے صدر دفتر میں ملازمت کرلی۔ دورانِ ملازمت بہار یونیورسٹی سے بی۔اے و ایم۔اے کی اسناد حاصل کیں۔ ۱۹۶۵ء میں گورکھپور یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں پی۔ ایچ۔ڈی کیلئے داخلہ لیا اور "حسرت موہانی حیات اور ادبی خدمات" کے عنوان سے مقالہ لکھ کر ڈگری لی۔ دوران ریسرچ اسی یونیورسٹی میں بحیثیت لکچرر تقرر ہوگیا تھا۔ ۱۹۸۰ء میں ریڈر ہوئے اور اب صدر شعبۂ اردو کے عہدے سے سبکدوش ہوگئے ہیں

ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے ہوا تھا جس کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کے ساتھ ہی تحقیق و تنقید کی طرف مائل ہوئے اور ان موضوعات پر تقریباً ۵۰ مضامین برصغیر ہند و پاک کے ادبی جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔

"مختصر تاریخ گورکھپور" - "گلدستہ نازنینان (تلخیص و مقدمہ)" "حسرت موہانی۔ حیات اور کارنامے" - "تذکرۃ الشعرا از حسرت موہانی (ترتیب و مقدمہ)" - "انتخاب سخن (مقدمہ)" وغیرہ انکی کتابی شکل میں مطبوعہ تخلیقات ہیں۔

Dr. Ahmar Lari
PROFESSOR & HEAD

DEPARTMENT OF URDU
UNIVERSITY OF GORAKHPUR
GORAKHPUR-273009

غزل

ہر طرف نالہ و شیون کی صدا کیسی ہے؟
کوئی بتلاؤ گلستاں کی ہوا کیسی ہے؟

یاس کی دھوپ کہیں ہے، کہیں غم کا سایہ
ان دنوں شہرِ نگاراں کی فضا کیسی ہے؟

سرخیِ گل ہی نہیں، اس میں ہے بوئے خوں بھی
جسم پر تیرے یہ رنگین قبا کیسی ہے؟

مدعی بھی ہے وہی، اور وہی منصف بھی
کس سے پوچھیں کہ ہے کیا جرم سزا کیسی ہے؟

داد خواہی کی اجازت بھی نہیں ہے احمر
ہم گنہگار ہیں کیسے، یہ خطا کیسی ہے؟

———— ٥ ————

احمر لاری

۷/جون ۱۹۹۳ء

مداحؔ۔ احمقؔ پھپھوندوی

نام محمد مصطفےٰ خاں۔ تخلص مداحؔ و احمقؔ مولد و مسکن قصبہ پھپھوند ضلع اٹاوہ۔ آبائی وطن شمس آباد ضلع فرخ آباد تھا لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ان کے دادا کو انگریزی حکومت نے پھانسی دے دی تھی اور والد پھپھوند منتقل ہو گئے تھے۔ اسی قصبہ کے متمول حکیم عبداللہ خاں کے گھر ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ مقامی طور پر ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لیا اور درسیات مکمل کرکے وطن لوٹے ابھی باقاعدہ مطب کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا کہ غیر ملکی حکومت کے خلاف تحریک عدم اعتماد نے زور پکڑا اور وہ اس کے سرگرم کارکن بن گئے۔ خلافت تحریک میں حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اس کے بعد ساری زندگی تحریک آزادی میں شامل ہو کر متعدد بار جیل گئے۔

شاعری کا چسکا زمانہ طالب علمی دہلی میں لگا تھا۔ مداحؔ تخلص اختیار کرکے سنجیدہ شاعری شروع کی تھی اور اچھے شعرا میں شمار ہوتے تھے لیکن قید و بند کے سلسلہ میں احمقؔ تخلص اختیار کرکے طنز و مزاح کو ذریعہ اظہار خیال بنا لیا۔ اس دور کی ان کی بیشتر شاعری انگریزی حکومت کے جبر و استبداد کے خلاف اور سیاسی ہے۔

احمقؔ نے مجاہد آزادی کی حیثیت سے اہم ملکی و قومی خدمات انجام دیں اور ادبی کارنامے بھی انجام دیئے۔

۸ راگست ۱۹۵۷ء کو وفات پائی۔

مطبوعہ تصنیفات: "جوش و عمل"۔ "زندانِ حماقت"۔ "سنگ و خشت"۔ "نقش و حکمت" (شعری مجموعے) "اردو ہندی شبد کوش" (لغت۔ شائع کردہ حکومت یوپی) وغیرہ۔

POST CARD

REPLY.

ADDRESS ONLY

Lucknow

اختر انصاری اکبر آبادی

محمد ایوب انصاری نام - اختر تخلص - آگرہ مولد -
۵ اگست ۱۹۲۰ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے تقسیم ملک کے بعد
کراچی منتقل ہو گئے وہاں ماہنامہ "نشیمن" اور "مشرق" کی
ادارت کی پھر حیدر آباد (سندھ) چلے گئے وہاں مشہور ادبی
رسالہ "نئی قدریں" نکالا - شاعری، صحافت اور نثر نگاری
میں اچھی شہرت کے مالک تھے. تقریباً دو درجن کتابوں کے
مصنف تھے جن میں شعری مجموعے: "کیف و رنگ" - "نالہ
پابندنے" - "جام نو" - "دل رسوا" - "لب گفتار" وغیرہ اور
نثر میں: "نظریات" - "جمال آگہی" - "اکبر اس دور میں"
"فردوس مغلیہ" - "نگارشات" "ادبی رابطے لسانی رشتے"
"سبد چیں" - "شاہ عبداللطیف، حیات اور شاعری" وغیرہ
مشہور ہیں - چند سال قبل انتقال ہو گیا -

اختر انصاری اکبرآبادی

دفتر "نئی قدریں"
حیدرآباد (پاک)
یکم ستمبر ۱۹۶۷ء

محبی! تسلیم

کیا کوئی ناراضگی ہے؟ آپ نے ہر نمبر کی رسید تک نہ بھیجی۔
دو تین خطوں کا جواب نہیں ملا۔
براہ کرم اپنی تازہ غزلیں، افسانے، مع تصویر اور مع حالات زندگی
ایک ہفتے کے اندر بھجوا دیجئے۔ احسان ہوگا
امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

آپ کا،
اختر انصاری اکبرآبادی

ڈاکٹر سید اختر احمد اختر اورینوی

معروف ناول و افسانہ نگار۔ ناقد، محقق اور شاعر
ڈاکٹر اختر اورینوی سید وزارت حسین کے گھر اورین ضلع
مونگیر میں ۱۱ اگست ۱۹۱۱ء[1] کو پیدا ہوئے۔ انگریزی میں بی اے
آنرز۔ اردو میں ایم اے ڈی لٹ کرنے کے بعد تدریسی پیشہ
اختیار کیا۔ پروفیسر و صدر شعبۂ اردو پٹنہ یونیورسٹی کے عہدے سے
ریٹائر ہوئے۔ کثیر التصانیف ادیب تھے۔ تصانیف ہیں:
تحقیق و تنقید:۔ "قدر و نظر"۔ "تنقید و تحقیق جدید"۔
"مطالعہ اقبال"۔ "مطالعہ نظیر"۔ "سراج و
منہاج"۔ "اردو زبان و ادب کا ارتقاء" اور "کسوٹی"
افسانوی مجموعے:۔ "منظر و پس منظر"۔ "کلیاں اور کانٹے"
"انار کلی اور بھول بھلیاں"۔ "سیمنٹ اور
ڈائنمیٹ"۔ "کیچلیاں اور بال جبریل"۔ "سپنوں کے دیس میں"
"حسرت تعمیر" (ناول) "کارواں" (ناول) "شہنشاہِ
حبشہ (ڈرامہ)
شعری مجموعے:۔ "یک چمن گل"۔ "انجمن آرزو" وغیرہ انکی
ادبی یادگاریں ہیں۔
۳۰ مارچ ۱۹۷۷ء کو وفات پائی۔

[1] ماہنامہ آج کل دہلی مئی ۱۹۷۷ء

باسمہ

رانچی
۶ر جولائی ۷۴ء

محبی! سلام و رحمت۔
آپ کا نوازش نامہ پٹنہ سے ہوتا ہوا کافی تاخیر سے رانچی پہنچا۔ جواباً فورم پُر کر کے ارسال خدمت کر رہا ہوں۔
مجھے سخت حیرت ہے کہ آپ نے شکیلہ اختر کے نام کا فارم نہیں بھیجا، ان کے ۴ افسانوی مجموعے چھپ چکے ہیں۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔
میں علاج کی غرض سے رانچی آیا ہوا ہوں۔ اور پہلے سے بہتر ہوں۔

والسلام
ناچیز
اختر اورینوی۔

(مکتوب الیہ جناب رام لعل)

ڈاکٹر اخلاق حسین عارف

شاعر و ادیب ڈاکٹر اخلاق حسین عارف بڑی حوصلہ مند اور باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ سید حیدر علی رضوی کے گھر لکھنؤ میں ۱۶ نومبر ۱۹۱۴ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی عربی، فارسی، انگریزی و اردو گھر اور مکتب میں پڑھنے کے بعد مڈل کا امتحان پاس کیا اس کے بعد پنجاب سے ادیب فاضل، سینئر کیمبرج، لکھنؤ یونیورسٹی سے "دبیر ماہر" و "دبیر کامل" بی۔ اے اور ایم۔ اے کرنے کے بعد "سید آغا حسن امانت۔ حیات اور ادبی خدمات" پر مقالہ لکھ کر اسی یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری اور تمغۂ امتیاز حاصل کیا۔ ملازمتوں کا سلسلہ جرمن انشورنس کمپنی، بمبئی سے شروع ہوا پھر مغل لائنز لمیٹیڈ میں ملازمت کر کے متعدد بیرونی ممالک کی سیاحت کی۔ ۱۹۴۲ء میں لکھنؤ میں محکمۂ دفاع کے شعبۂ سول سے وابستہ ہوئے۔ کچھ دن پریس میں منیجر رہے اور اتر پردیش اردو اکادمی میں چند سال خدمات انجام دیا۔ اس تمام عرصۂ ملازمت میں سلسلہ حصول تعلیم جاری رکھا۔

شاعری میں علامہ آرزو لکھنوی کے شاگرد اور خوش فکر شاعر تھے۔ نثر میں مختلف موضوعات پر بڑی تعداد میں جرائد میں شائع ہونے والے مضامین کے علاوہ کثیر التصانیف تھے۔ انہوں نے تحقیق، تنقید، ناول، افسانہ سب کچھ لکھا اور کچھ تراجم بھی کئے۔

تصنیفات و تالیفات:۔ "غالب کا تنقیدی شعور"۔ "ایک گلاب دو بھونرے"۔ "ذوق طلب جستجو"۔ "نازش چمن اور دوسرے افسانے"۔ "کشت فکر"۔ "گل و لالہ"۔ "نقد ادب"۔ "ابہام و تفہیم"۔ "ارمغان ادب"۔ "بستان ادب"۔ "انتخاب کلام امانت"۔ "خوب سیر کہانیاں" (ترجمہ) "تجزیہ و تحلیل" وغیرہ۔

محبی و مکرمی. سلام مسنون

آپ نے اپنی لطیف عنایت فرمائی متشکر ہوں.

سردست اپنی ۳ کتابیں ہفت رنگ غالب، خوب سیرت کہانیاں اور گشت فکر حاضر خدمت ہیں. مزید کتابیں جلد ہی حاضر خدمت کروں گا.

اس عریضہ کے ہمراہ مختصر تعارف اور نمونۂ کلام ارسال خدمت ہے اگر کسی قابل ہو تو شرف اشاعت سے سرفراز فرمائیں. فقط والسلام

خاکسار
اخلاق حسین عارف

۱۵. احتشام نگر بارود خانہ
لکھنؤ
۲۲۶۰۱۸
۲۰ / دسمبر ۱۹۸۲ء

بشرف نظر
جناب ڈاکٹر عرفان عباسی مد ظلہ
شرف باد

ادا جعفری بدایونی

عزیز جہاں نام - ادا تخلص - قاضی بدر الحسن مرحوم بدایونی
کی صاحب زادی ہیں - ۲۲ اگست ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئیں -
گھریلو تعلیم کے بعد ۱۹۴۰ء میں ہائی اسکول کے امتحان میں کامیابی
حاصل کی - شعر و سخن سے فطری لگاؤ تھا - ابتدائے شاعری میں
اختر شیرانی سے استفادہ کیا اس کے بعد مرزا جعفر علی خاں اثر
لکھنوی کی شاگردی اختیار کر لی - کلام میں پختگی آئی تو اثر
صاحب نے فارغ الاصلاح قرار دے دیا - نہایت زود گو،
ذہین، معاشرے کے دکھ درد سے واقف اور گرد و پیش کے
حالات سے باخبر پختہ مشق شاعرہ ہیں - ان کے کلام میں محاسن
شعری کے ساتھ تجربات و مشاہدات کی خوبصورت الفاظ و
انداز میں عکاسی متاثر کرتی ہے - پاکستان منتقل ہوگئی تھیں
وہیں مقیم ہیں - نظم و غزل دونوں میں شہرت ہے -

"میں ساز ڈھونڈتی ہوں" - "شہر درد" - "غزالاں
تم تو واقف ہو" - "ساز سخن بہانہ ہے" وغیرہ ان کے
مقبول و مشہور شعری مجموعے ہیں -

Scanned with CamScanner

بجھی ہوئی سی بساطِ کائنات ہے
جو کچھ کشش وہ صرف اپنی ذات ہے

نہ تم ملے نہ خود سے سامنا ہوا
سنا یہ تھا دلِ آئینہ صفات ہے

وہ اور تھے جو مہر و ماہ بخشتے
یہ رات اور یہ دن تو خالی بات ہے

اب آنسوؤں میں اپنا عکس ہی لیا
کہ دل سے آنکھ تک طویل رات ہے

ہے آسماں لہو کے رنگ میں رنگا
بدن شفق ہوئی زمیں کی بات ہے

جو تم کہو تو آنسوؤں کو پونچھ لوں
کہ تم ہو اور میں ہوں کائنات ہے

عجیب چیز ہے چاندنی کی نیند بھی
ہمارا درد مژدۂ حیات ہے

قدم قدم پہ خوف ہم سفر اور
نہ جانے اور کتنی دور ساتھ ہے

(بشکریہ ماہنامہ شاعر، بمبئی)

ادا جعفری

ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی

بریلی کے خانوادہ سادات میں ۱۰ر جون ۱۹۳۱ء کو محلہ معماران بہاری پور بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی طور پر حاصل کی اس کے بعد والد کا جو محکمہ ریلوے میں ملازم تھے تبادلہ گورکھپور ہو گیا اور وہاں میاں صاحب جارج اسلامیہ کالج سے دسویں درجہ کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ بریلی کالج سے انٹر و بی۔ اے اور امتیاز کے ساتھ ایم۔ اے (اردو) کیا اس کے بعد "سرشار کی ناول نگاری" موضوع پر مقالہ لکھ کر ۱۹۵۷ء میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ کسب معاش کے لئے ۱۹۵۲ء میں ریلوے سروس کمیشن کے امتحان میں شریک ہوئے اور منتخب ہو کر شعبہ مالیات سے وابستہ ہو گئے۔ بچپن سے ذہین، طباع اور مطالعہ کے شائق تھے۔ زمانہ طالب علمی میں ہی ادبی مضمون نگاری و شاعری کا آغاز ہو گیا تھا اور تخلیقات متعدد جرائد میں چھپنے لگی تھیں۔

"سرشار کی ناول نگاری"۔ "ناشاد کانپوری"۔ "جگر بریلوی۔ ایک تعارف"۔ "چند شعرائے بریلی"۔ "تذکرہ نعت گویان بریلی" وغیرہ ان کی مطبوعہ کتب ہیں۔ مسودات، مختلف موضوعات پر لاتعداد مضامین اور شعری تخلیقات ان کے علاوہ ہیں۔

Scanned with CamScanner

اودے سرن ارمانؔ

نام (ڈاکٹر) اودے سرن شرما۔ تخلص ارمانؔ۔ ۷ جون ۱۹۳۲ء کو موضع منڈیا راجا، ضلع مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ ایک متمول کسان و زمیندار گھرانے کے فرد ہیں۔ بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد طبی پیشہ سے دلچسپی کی وجہ سے بمبئی و لندن سے طبی ڈگریاں لیکر پریکٹس شروع کی اور ایک کامیاب معالج کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ قصبہ بلاری ضلع مراد آباد میں قیام ہے۔

ارمانؔ خوش فکر شاعر اور متعدد زبانوں پر دست رس رکھنے والے کثیر التصانیف ادیب ہیں۔ شاعری میں معروف و بزرگ شاعر گرسرن لال ادیبؔ لکھنوی کے شاگرد ہیں۔ وہ انگریزی، ہندی اور اردو میں لکھتے ہیں۔ شعری مجموعوں کے علاوہ مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں انگریزی ناول بھی شامل ہے۔ حال ہی میں انکی ہندی رسم الخط میں ایک منفرد موضوع پر "کرنوں کے پدچنہہ" کے نام سے ایک کتاب چھپی ہے جو انکی وسیع معلومات، تجربات و مشاہدات اور علمیت پر دلالت کرتی ہے۔

تصنیفات: "راز و نیاز"۔ "ساز و آواز"۔ "آئینے"۔ "ارمان دل"۔ "آشیرواد"۔ "مان سروور"۔ "ہر بار کہا دل نے" "مسلمان کا مندر" وغیرہ۔

کئی اردو کتابوں پر اردو اکادمی اتر پردیش و بہار نے انعامات دیئے ہیں۔

Scanned with CamScanner

DR. UDAI SARAN ARMAN
Urdu Poet and Writer
Honorary Member of I.V.C.S. LONDON.

U. S. A. HOSPITAL
Gandhi Road.
BILARI-202411
Distt. MORADABAD
(U. P.)

Date..

۷۸۶

قابلِ صد احترام جناب ڈاکٹر ریب

سلام نیاز

امید کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔ اتر پردیش کے شعراء کے تذکروں کی
کتاب بنام "آپ بیتی" مجھے بہت ہی پسند آئی۔ یہ آپکی ادبیت کا جیتا جاگتا
نمونہ ہے شاعری کرنے سے بھی زیادہ محنت کا کام آپ نے انجام دیا ہے اردو
ادب کی تاریخ کے لئے یہ ایک بہترین اضافہ ہے۔ خوبصورت دین ہے اللہ کرے
آپ کی عمر دراز ہو۔ زندگی کامیاب ہو۔ آمین
"مرگنوں کے بدچن" ہندی میں لکھی گئی کتاب ہے۔ خدمتِ اقدس میں بھیج
رہا ہوں یہ میری پچیسویں ۲۵ کتاب ہے۔ ویسے تو تفہیمِ قرطاس اور تضییعِ اوقات ہی
سمجھیے۔ امید کرتا ہوں کہ تاثرات سے مطلع فرمائیں گے
بچوں کو دعا بڑوں کو آداب عرض کرتا ہوں

آپ کا بھائی
ارمان بلاری
۳ ستمبر سنہ

(عطیہ جناب عرفان عباسی)

آزاد گلاٹی

کالاباغ ضلع میانوالی (پنجاب) میں ۱۵ر جولائی ۱۹۳۵ء کو پیدا ہوئے۔ انگریزی درسیات میں ایم۔اے (پنجاب یونیورسٹی) کرنے کے بعد درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا اور خالصہ کالج ضلع لدھیانہ میں انگریزی کے پروفیسر رہے۔ اب نابھا (پنجاب) گورنمنٹ کالج میں پرنسپل ہیں۔
اچھے شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ "آغوش خیال"۔ "اذکار"۔ "جسموں کا بن باس"۔ "تکون کا کرب"۔ "دشت صدا"۔ "نئے موسموں کے گلاب"۔ "نئی غزلیں"۔ "آب سراب" وغیرہ ان کی تصنیفات و شعری مجموعے شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔

اسیرِ حدِ جسم سے باہر کہیں گھر لکھا تھا - روح پر اپنی خلاؤں کا سفر لکھا تھا

ہم بھٹکتے رہے صدیوں جسے پڑھنے کے لیے - اپنے اندر وہ کہیں حرفِ منور لکھا تھا

آج اُن آنکھوں میں دیکھا تو ملا دشت بلد - ہم نے جن آنکھوں میں اک خواب نگر لکھا تھا

اپنے گھر میں بھی احساس نے جینے نہ دیا - اپنے ہاتھوں پہ کسی اور کا گھر لکھا تھا

زندگی ایک سلگتا ہوا صحرا تھا جہاں - سب کی آنکھوں میں سرابوں کا سمندر لکھا تھا

کون تھا مجھ میں کہ جس نے مجھے بکنے نہ دیا - میرے ہاتھوں پہ جو انعام اگر لکھا تھا

اپنی ہی ذات کے گھیرے میں رہے ہم آزاد
ان گنت دائروں کا اپنا سفر لکھا تھا -

آزاد گلاٹی

محمد حسین آزاد

شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد دہلی میں مولوی محمد باقر کے گھر ۱۸۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلوی کی سرپرستی میں ہوئی جو ان کے والد کے عزیز دوست تھے اس کے بعد اورنٹیل کالج دہلی میں تکمیل کی۔ شعر گوئی اور فن عروض میں ذوق کی صحبتوں میں مہارت حاصل کی اور ذوق کے ساتھ بڑے مشاعروں میں شرکت کرنے لگے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں میں مولوی باقر صاحب قتل کر دیئے گئے تو آزاد وطن چھوڑ کر حیدر آباد دکن چلے گئے پھر ۱۸۶۴ء میں لاہور کے سررشتہ تعلیم میں ملازم ہوئے۔ ۱۸۶۹ء میں کابل اور بدخشاں گئے وہاں سے واپس آنے پر گورنمنٹ کالج، لاہور میں پروفیسر (عربی) کی حیثیت سے تقرر ہو گیا۔ ان کی علمی و ادبی خدمات کے پیش نظر حکومت نے ۱۸۸۷ء میں شمس العلما کا خطاب دیا۔ اردو نثر نگاروں میں انہیں بڑی اہمیت و بلندی حاصل ہے۔ نظم و نثر دونوں میں انفرادیت اور درجۂ کمال حاصل تھا۔ آزاد بلند پایہ، منفرد اور مقبول ترین شاعر و ادیب کی حیثیت سے تاریخ ادب اردو میں زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے اور انہیں محسنِ اردو کی حیثیت سے ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔

۲۲ جنوری ۱۹۱۰ء کو لاہور میں انتقال ہوا اور وہیں تدفین ہوئی۔

تصنیفات :- "آب حیات" - "نیرنگ خیال" - "دربار اکبری" "دیوان ذوق (ترتیب)" - "نگارستان فارس" "سخندان فارس" - "لغت آزاد" - "تذکرہ علما" - "قند پارسی" "کائنات عرب" - "فلسفہ الٰہیات" - "سیر ایران" - "سپاک نماک" - "ڈرامہ اکبر" - "مکتوبات آزاد" - "نظم آزاد" - "بیاض آزاد" - "خم کدہ آزاد" - "جانورستان" - "نصیحت کا کرن پھول" - "آموزگار پارسی" وغیرہ۔

Scanned with CamScanner

اسد انصاری

میرا پورا نام محمد اسد حسن انصاری ہے۔ میری پیدائش ۱۹۰۵ء میں حیدر آباد آندھرا پردیش میں ہوئی۔ میرا پدری سلسلہ لکھنؤ کے علما فرنگی محل سے اور مادری سلسلہ قلعہ گولکنڈہ حیدر آباد کے خاندان شیوخ سے ملتا ہے۔ میں نے مدرسہ عالیہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ سے ۱۹۲۴ء میں مولوی، ۱۹۲۶ء میں مولانا، ۱۹۲۷ء میں فاضل حدیث کے اسناد حاصل کئے۔ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۹ء تک لکھنؤ یونیورسٹی سے مولوی، عالم، فاضل ادب، دبیر کامل کے امتحانات بھی کامیاب کئے۔ ۱۹۳۸ء میں امریکن ہومیوپیتھک کالج لکھنؤ سے ایم ڈی ایچ اور ۱۹۳۹ء میں طبیہ و باجیہ کالج لکھنؤ سے، الحکیم الفاضل کی سندیں بھی حاصل کیں۔ ۱۹۷۶ء میں حکومت آندھرا پردیش سے میں نے (آر ایم پی) کا بھی امتحان کامیاب کیا۔ تاریخ پیدائش سے آج تک میں نے کوئی ملازمت نہیں کی ہمیشہ تجارت، طبابت، شعر و شاعری اور ادبی خدمات ہی میرا مشغلہ رہا جو اب بھی ہے۔ ۱۹۱۹ء سے میری شاعری کا سلسلہ جاری ہے۔ مجھ کو لکھنؤ کے مایۂ ناز اساتذہ حضرت آرزو لکھنوی، حضرت سراج لکھنوی، حضرت جعفر علی خاں اثر لکھنوی سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ میری شاعری ہر قسم کے کلام پر مشتمل ہے۔ غزلیات، نظمیں، رباعیات، گیت، قطعات، قصائد، سلام، مناقب، نعت، حمد کا ایک کثیر قلمی ذخیرہ موجود ہے۔ میں نے اپنی ایک ہزار منتخب غزلیات کا مجموعہ "نیستان" کے نام سے مرتب کیا ہے

مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۳ء

محترم ۔ السلام علیکم

مکرمت نامہ موصول ہوئے کافی دن گزر چکے ہیں چونکہ

میں بہت دن تک حیدرآباد سے باہر رہا اسلئے جواب دینے میں

تاخیر ہو گئی

شعرائے اترپردیش کے تعارفی خاکوں کے سلسلے میں میرا نام کا

انتخاب قابل شکریہ ہے چونکہ میرا مجموعۂ کلام ابتک نہیں شائع ہوا ہے غالباً

ناموزوں رہے گا دراں حالیکہ میری شاعری کا سلسلہ 1919ء

سے جاری ہے تین دیوان قابل اشاعت قلمی موجود ہیں

مگر مالی مشکلات نے ان کی اشاعت کا موقع نہیں دیا ۔

اسکے باوجود اگر آپ تحریر فرمائیں تو حکم کی تعمیل کی جائے گی

بقیہ حالات بدستور ہیں ۔ میرا ان احوال کی خدمت میں آداب

منتظر نوازش
اسرار انصاری

9-کوارٹر 16.8.385 کالا ڈیرہ کالونی
مشیرآباد حیدرآباد 36 آندھرا پردیش

مولانا اسلم جیراجپوری

مولانا سلامت اللہ مرحوم کے گھر موضع جیراج پور ضلع اعظم گڑھ میں ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ سلامت اللہ صاحب ریاست بھوپال کے شعبہ تعلیم میں ملازم تھے۔ ۵-۶ سال کی عمر میں اسلم صاحب ان کے ساتھ گئے اور بھوپال میں ہی تعلیم و تربیت ہوئی۔ تکمیل تعلیم کے بعد لاہور سے نکلنے والے "پیسہ اخبار" میں بحیثیت مترجم ملازمت کی اور وہیں ان کی علمی و ادبی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ لاہور سے واپس آنے کے بعد علی گڑھ کالجیٹ اسکول میں معلم اور کالج لائبریری کے شعبہ علوم شرقیہ کے منتظم رہے پھر علی گڑھ کالج میں عربی و فارسی کے پروفیسر کے عہدے پر مامور ہوئے۔ ۱۹۲۱ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی چلے گئے اور درس و تدریس، تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ دینی و اسلامی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے وسیع المطالعہ مورخ و محقق تھے۔ انہوں نے تقریباً ۳ درجن کتابیں تصنیف کیں جن میں بیشتر اسلام اور اسلامی تاریخ پر مشتمل ہیں۔ ان کی تصنیفات "تاریخ القرآن"۔ "حیات حافظ"۔ "حیات جامی"۔ "عقائد اسلام"۔ "تاریخ الامت" وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۵ء کو دہلی میں وفات پائی۔

Scanned with CamScanner

مخدومی السلام علیکم

کیا وجہ ہوئی کہ آپ نے ابتک منتخبات اور پارسی علوم کے
ناشکلا فیج کا مسودات نہ بھیجے باوجود مستعد رہنے کے - دونوں
رسالے چھپ کر تیار رکھے ہیں حرف ناشر کا نام دینا ہے ۔ اگر ایسا
ہوتا تو حیرت نہ ہوتا — لہذا فوراً بلاتاخیر روانہ کیجئے — ورنہ
میں سمجھا گیا کہ سما ہیننہ سے یہ دونوں رسالے بھیجے جائیں یا نہیں
وہیں اپنا مجموعہ الجھنا —

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے — سنا ہے کہ آپ کو بخار سا شدید تھا
اب افاقہ ہے - مگر رکورش سے اہل و عیال کے اچھے ہیں - خدا
جواب سے باخبر نہ فرمایا گیا فقط

کرم اسلم - جامعہ ملیہ قرول باغ - دہلی

مسلمہ ۲۶ جنوری ۳۸ء

عبدالباری آسی الدنی

الدن ضلع میرٹھ کے شیخ حسام الدین کے گھر ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ حسام صاحب مرزا غالب کے شاگرد اور اپنے دور کے معروف شاعر تھے۔ مولانا آسی نے تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ دن بحیثیت استاد فارسی شاہجہاں پور کے ایک اسکول میں تدریسی فرائض انجام دیئے پھر چند سال جالب دہلوی کے ساتھ مولانا محمد علی جوہر کے اخبار "ہمدرد" میں کام کیا اس کے بعد لکھنؤ میں مطبع نولکشور سے وابستہ ہوگئے۔ مولانا آسی نظم و نثر دونوں پر یکساں دست رس رکھتے تھے۔ آغاز شاعری میں مولانا سراج احمد سراج سے اصلاح لی پھر سید ابوالحسن ناطق گلاؤٹھی کی شاگردی اختیار کر لی۔ دو ایک غزلیں مرزا داغ دہلوی کو بھی دکھائی تھیں۔

ان کی شعری و نثری تصنیفات میں "شرح دیوان غالب" "شرح تحفۃ العراقین"۔ "شرح دیوان حافظ"۔ "ترجمہ فرہنگ آنند راج"۔ "لغت اردو"۔ "تذکرۃ الخواتین"۔ "کلیات"۔ "تذکرہ خندۂ گل"۔ متعدد ناول، ترجمے اور مطبوعہ و غیر مطبوعہ تخلیقات شامل ہیں جن کی تعداد ۳۰ سے زائد بتائی جاتی ہے۔ معروف شاعر دالی آسی اور افسانہ نگار عائشہ صدیقی وغیرہ ان کی جسمانی یادگاریں ہیں۔

۱۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو لکھنؤ میں انتقال ہوگیا۔ وہیں تدفین ہوئی۔

دورِ مے و عیش اب جانتا ہوں
میں ایک ہی کام جانتا ہوں

جس میں نہ ہو نشۂ محبت
اُس مے کو حرام جانتا ہوں

میں گردشِ چرخِ نیلگوں کو
ساقی کا غلام جانتا ہوں

(غزل [illegible] ۱۹۴۲ء)

جو ہم گزار چکے ہیں کسی زمانے میں
وہ زندگی نہ قفس میں نہ آشیانے میں

تھے پیش پیش ہمیں یا شراب خانے میں
پڑھی ہوئی تھی ہمیں بھی کسی زمانے میں

تمہیں تو واں طلب کی لہریں تھیں ہر زمانے میں
مگر یہ آج نہیں ہیں تمہیں کسی زمانے میں

زمانہ در پئے آزار ہے تو ہونے دو
بجز غریب کرے ہے کیا غریب خانے میں

کہیں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کے لا دے ہمیں بھی اے ساقی
وہ زندگی جو گزر جائے مسکرانے میں

(غزل [illegible] ۱۹۴۲ء)

تمام طاقتِ دل صرف ہو گئی آسی
محاذِ آرزوئے عشق کو بچانے میں

(علیم چند [illegible] آسی)

مولانا عبدالعلیم آسی غازی پوری

آسی کا وطن سکندر پور تھا بعد میں غازی پور میں سکونت
اختیار کر لی تھی۔ ۲۲؍ دسمبر ۱۸۳۴ء کو پیدا ہوئے۔ عربی،
فارسی و اردو میں مہارت والے صوفی و قادر الکلام شاعر تھے۔
علم عروض اور فنی نکات سے واقف اپنے زمانے کے عالم
باعمل، ادیب کامل اور اصناف علوم پر قادر استاد شعرا میں
شمار کئے جاتے تھے۔ سلسلہ تلمذ خاندان ناسخ سے تھا۔ دیوان
"عین المعارف" کے نام سے ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا تھا جس
میں مختلف اصناف کا کلام شامل ہے۔
۲؍ فروری ۱۹۲۵ء کو انتقال ہوا۔

Scanned with CamScanner

مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

عکس تحریر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد عبدالعلیم رشیدی سکندرآبادی متخلص بہ آسی نور اللہ مرقدہٗ

(حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کا قدسی صحیفہ جناب مولوی نعیم الحق صاحب آزاد شیخوپوری کے نام)

حفظ اللہ تعالی قطعات تاریخ لکھی طبع شود

منشی رشیدی اگر کوئی تاریخ ہوجائیگی بھیجدونگا

محمد عبدالعلیم

ڈاکٹر اشفاق اعظمی

ڈاکٹر اشفاق احمد صدیقی قلمی نام اشفاق احمد اعظمی شیخ عبدالستار مرحوم کے بیٹے ہیں۔ یکم جنوری ۱۹۳۵ء کو موضع کھوٹہنہ ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے بی۔ ایس۔ سی کرنے کے بعد ریلوے میں ملازمت کرلی۔ اسی زمانے میں (۱۹۶۸ء) ایم۔ اے (اردو) اور ۱۹۷۱ء میں "نذیر احمد۔ حیات اور کارنامے" موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی۔ سنہ ۱۹۷۲ء میں شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ کے شعبۂ اردو میں لکچرر ہوگئے۔

نثر و نظم دونوں لکھتے ہیں۔ شروع شاعری میں شفیق جونپوری مرحوم کی شاگردی اختیار کی تھی۔ مضامین و کلام اخبارات و رسائل میں شائع ہوتا ہے۔

تصنیفات و تالیفات } "فسانہ عجائب اور باغ و بہار کا تنقیدی جائزہ" "نذیر احمد۔ شخصیت اور کارنامے"۔ "تواریخ ایلاس"۔ "شہزادہ حبس" وغیرہ کتابی شکل میں شایع ہوچکی ہیں۔

آشفتہ چنگیزی

نام مرزا قمر بیگ چنگیزی، قلمی نام آشفتہ چنگیزی۔ بریلی (یو پی) میں پیدا ہوئے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی۔اے آنرز کیا۔ بسلسلہ معاش بیرونی ملکوں میں قیام رہا ہے۔ علی گڑھ کے ادبی حلقوں کی نمایاں شخصیت ہیں۔ کئی تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔

ان کی کتاب "گرد باد" پر اتر پردیش اردو اکادمی نے انعام دیا ہے۔

<u>تصنیفات</u>:۔ "تنقیدی مضامین"۔ "شکستوں کی فصل" "گرد باد"۔ "شہر گماں" وغیرہ مطبوعہ ہیں۔

۷۸۶
۹۲

Ashufta Changezi
Urdu Dept
A. M. U.
Aligarh - 202001

مکرمی اطہر نبی صاحب سلام مسنون!

امید کہ بہ وجوہ خیر ہوں گے۔ الحمد للہ تادم تحریر ادھر بخیریت ہوں۔ میں بھی بخیر و عافیت علی گڑھ پہنچ گیا ہوں۔ بیشک آپ کا Seminar کامیاب ہوا۔ یقیناً اس میں آپ کی انتھک کوششوں اور خلوص کی کارفرمائی ہے۔ میں ذاتی طور پر آپ کی Hospitality کا بہت متاثر ہوا ہوں۔ خدا کرے آپ خوش رہیں۔ آمین

اگر زحمت نہ ہو تو حسب وعدہ میرے مضمون کی کاپی مجھے ارسال کردیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تاوقتیکہ آپ کی کتاب شائع ہوگی تب تک وہ غیر مطبوعہ ہی رہے گا۔ میرے پاس اس مضمون کی کوئی کاپی موجود نہیں ہے۔ احباب اصرار کر رہے ہیں کہ میں مضمون پھر سے سنا دوں۔ آپ نے وعدہ بھی فرمایا تھا کہ آپ کاپی منتقل فرما دیں گے۔

ماشاء اللہ آپ کی Team قابل ستائش ہے
اور صدر ادارہ صاحب نیز [illegible] عرض کیجیے۔

والسلام
مخلص
آشفتہ چنگیزی
[illegible]
۱۲/۳ [illegible]

(مکتوب الیہ جناب اطہر نبی)

اوپندر ناتھ اشک

اردو ہندی کے ممتاز ادیب۔ ناول نگار۔ افسانہ نگار۔ مدرس۔ مترجم۔ صحافی۔ فلمی کہانی کار۔ مکالمہ نویس۔ ایڈیٹر۔ ریڈیو آرٹسٹ پبلشر وغیرہ پنڈت اوپندر ناتھ اشک برہمن خاندان کے فرد پنڈت مادھو رام کے گھر ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۰ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے۔ بی۔ اے تک تعلیم حاصل کی ہے۔ کم سنی میں ہی ادبی سرگرمیوں کا آغاز ہو گیا تھا۔ انہوں نے بیشتر اصناف ادب پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اور پنجابی، اردو و ہندی زبانوں میں تقریباً ایک سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ متعدد انعامات و اعزازات حاصل کر چکے ہیں اور کبر سنی کے باوجود تصنیف، تالیف اور اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ انہوں نے افسانہ، ناول، تنقید، تذکرہ۔ ڈرامہ وغیرہ لکھنے کے ساتھ چند رسائل کی ادارت بھی کی ہے اور فلمی دنیا سے بھی وابستہ رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

اصغر گونڈوی

گونڈہ میں ۱۸۸۴ء میں تفضل حسین مرحوم کے گھر پیدا ہوئے
وطن گورکھپور تھا لیکن تفضل صاحب کا قانون گو کی حیثیت سے
گونڈہ میں عرصہ تک قیام رہا اور وہ ان کا وطن ثانی بن گیا۔
اسی بنا پر اصغر "گونڈوی" مشہور ہوئے۔

اصغر کی تمام تر تعلیم و تربیت گونڈہ میں ہوئی۔ اعلیٰ
اسکولی اسناد نہیں حاصل کر سکے لیکن عربی، فارسی، اردو
زبانوں پر دسترس رکھتے تھے اور انگریزی بھی پڑھی تھی۔
فلسفہ اور مذہبیات ان کے اہم موضوعات تھے جن میں عالمانہ
تحریریں لکھتے اور پر اثر گفتگو کرتے تھے۔ کسب معاش کے لئے
کچھ دن مولانا تاجور نجیب آبادی کے ادبی مرکز، لاہور سے وابستہ
رہے۔ کچھ دن تجارت کی پھر محکمہ ریلوے و انڈین پریس الہ آباد
میں ملازمت کی۔

اصغر کو شعر و ادب سے فطری لگاؤ تھا۔ شاعری میں
امیر اللہ تسلیم لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ان کے کلام میں صفائی
و شیرینی، زبان و بیان کی ندرت، تصوف کی آمیزش، غیر
تقلیدی رنگ، فرسودہ انداز و مضامین سے اجتناب، امور
حقائق و معارف، جدت پسندی اور حسن تاثیر کی خوبیاں بدرجۂ
اتم موجود ہیں۔

نثر میں بھی منفرد انداز کے حامل تھے۔ عرصہ تک رسالہ
"ہندستانی" الہ آباد کے ایڈیٹر رہے۔ ان کا شمار مصلحین
شعر و ادب میں ہوتا تھا۔

۲۶ نومبر ۱۹۳۶ء کو الہ آباد میں انتقال ہوا۔

شعری مجموعے: "نشاط روح" اور "سرود زندگی"؛ "اصغر
کے سو شعر"۔ "یادگار نسیم" وغیرہ شایع
ہوئے تھے۔

خورشید افسر بسوانی

قصبہ بسواں ضلع سیتاپور میں سید عاشق علی کے گھر ۱۶ مارچ ۱۹۴۱ء کو پیدا ہوئے۔ والد بسلسلۂ معاش کانپور میں مقیم تھے اس لئے ابتدائی زمانہ وہیں گزرا اور کم سنی میں شاعری کا چسکا لگ گیا۔ جگر بسوانی اور مولانا حسرت موہانی کی محفلوں میں شرکت کی۔ رفتہ رفتہ مشاعروں میں شرکت کرنے لگے۔ ملک کے مختلف گوشوں میں منعقد ہونے والے مشاعروں میں کلام سنا کر داد تحسین وصول کرتے ہیں۔ کلام متعدد ادبی رسائل میں شائع ہوتا ہے۔ نثر سے بھی دلچسپی ہے۔ اردو کی تحریک اور سیاست میں بھی حصہ لیا ہے۔ کئی سال بسواں میونسپل بورڈ کے وائس چیرمین بھی رہ چکے ہیں۔

"صالح ادب کے محرک اعظم"۔ "انتخاب کلام جگر بسوانی" اور شعری مجموعہ "دوپہر" وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔

Scanned with CamScanner

وارڈ۔ سیتاپور

۱۰ بجے

۷ دسمبر

محترمہ سلمان صاحبہ

سلام و نیاز

ان دنوں بسواں کچھ زیادہ ہی پڑ گیا

یہی سبب ہے کہ آپ سے ملاقات نہ ہو سکی

خدا کرے آپ رو بصحت ہوں آپ کی صحت کی طرف سے

ضرور فکرمند ہوں۔ انشاء اللہ جلد ہی ملاقات ہوگی

اپنی خیریت سے ضرور مطلع فرمایا کریں۔ بچوں کو دعا

آپ کا

[illegible]

اکبر حسین اکبر الہ آبادی

میر تفضل حسین کے گھر بارہ ضلع الہ آباد میں ۱۶ نومبر ۱۸۴۶ء کو ولادت ہوئی۔ فطری ذہانت کی بدولت دوران تعلیم ممتاز رہے۔ ۱۸۷۰ء میں ہائی کورٹ الہ آباد میں بہ عہدہ مسل خواں تقرر ہوا۔ ۱۸۷۲ء میں وکالت کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد منصف، سب جج اور سیشن جج کے عہدہ تک ترقی کر کے ۱۹۰۳ء میں سبکدوش ہوئے۔ ۱۸۹۸ء میں حکومت نے خان بہادر کا خطاب دیا تھا۔ صاحب علم اور شعر و ادب کے شائق تھے۔ غلام حسین وحید (تلمیذ آتش) کی شاگردی اختیار کر کے شاعری کرنے لگے لیکن ان کی شہرت کا ستارا اس وقت چمکا جب انہوں نے قدیم طرز فکر کے بجائے ایک منفرد انداز اختیار کیا اور طنز و مزاح کو ذریعہ اظہار خیال بنا کر معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور ایسی خدمات انجام دیں کہ ان کا ثانی کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑے سادہ، عام فہم و دلچسپ الفاظ میں مزاح کی چاشنی کے ساتھ کبھی ہنسا ہنسا کر اور کبھی طنز کی چٹکیاں لے کر قوم کو جھنجھوڑا۔ مغرب کی کورانہ تقلید سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ اس زمانہ کے سیاسی حالات کے نتائج سے باخبر رکھا اور فطری جذبہ طنز و ظرافت اور دل پذیر و حیرت انگیز انداز بیان کے ذریعہ ملک و قوم کی وہ خدمات انجام دیں جو بڑے مصلحین قوم نہ کر سکے۔

اکتوبر ۱۹۲۱ء میں انتقال ہوا۔ الہ آباد ہی میں دفن ہوئے۔

"کلیات اکبر" (حصہ اول تا سوم)۔ "اکبر کے سو شعر"۔ "مکاتیب اکبر"۔ "خطوط اکبر"۔ "رقعات اکبر" وغیرہ ان کی ادبی یادگاریں ہیں۔

Scanned with CamScanner

ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری

محمد جعفر صاحب کے گھر ۱۳؍اکتوبر ۱۹۲۹ء کو پیدا ہوئے۔ ایم اے (اردو) ایم اے (فارسی) پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی اعلیٰ تعلیمی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ عرصہ تک امر سنگھ کالج سری نگر، کشمیر میں شعبہ اردو میں تدریسی خدمات انجام دے کر سبکدوش ہوئے ہیں۔ وسیع المطالعہ، قوی الحافظہ، با حوصلہ اور باشعور محقق ہیں۔ تین درجن سے زائد تحقیقی تصنیفات و تالیفات کتابی شکل میں اور کثیر تعداد میں مضامین برصغیر ہند و پاک کے جرائد میں شایع ہو چکے ہیں۔ ملک کے مختلف اداروں و اکادمیوں نے ان کی تخلیقات کو انعام و اعزاز سے نوازا ہے۔

"تحقیقی جائزے"۔ "تحقیق و انتقاد"۔ "باقیات انیس" "مقالات حیدری"۔ "تحقیقی نوادر"۔ "اودھ میں اردو مرثیہ کا ارتقاء"۔ "میر ضمیر"۔ "دیوان میر" وغیرہ وغیرہ ان کی مطبوعات میں شامل ہیں۔

Scanned with CamScanner

حضور والا

تسلیم۔

میں کل دو دفعہ اور آج صبح
آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ لیکن
معذرت شرف نہ ہو سکی۔ معلوم ہوا ہے کہ
فخر الدین علی احمد کمیٹی نے میری کتاب
مثنوی سحر البیان کی ادارت پر انعام کا
اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لی ہے۔ میں آپ
کی مدد کا شکر گزار رہوں گا۔ آپ کا حیدر

21/3/88

(مکتوب الیہ جناب عرفان عباسی)

آل احمد سرور بدایونی

آل احمد نام۔ سرور تخلص۔ بدایوں وطن۔ والد ماجد کا نام کرم احمد۔ ۹ ستمبر[1] ۱۹۱۱ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مختلف اضلاع میں حاصل کرنے کے بعد سینٹ جان کالج آگرہ سے بی۔ ایس۔ سی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم۔ اے (انگریزی) کی سند لی۔ دو سال تک علی گڑھ میں انگریزی کے استاد رہے اس کے بعد شعبہ اردو سے وابستہ ہو گئے اور کئی سال کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی میں ریڈر رہے۔ ۱۹۵۵ء میں علی گڑھ یونیورسٹی میں پروفیسر کا عہدہ سنبھالا۔ تنقید ان کا خاص موضوع تھا۔ انگریزی ادب میں مہارت، سائنس سے واقفیت اور معلومات کی وسعت نے انہیں ممتاز تنقید نگار کی حیثیت سے جلد ہی ملک گیر شہرت کا مالک بنا دیا۔ انہوں نے مغربی ادب سے بنیادی اصول اخذ کر کے اردو تنقید کو مالا مال کیا۔

وہ ترقی پسند مصنفین کی تحریک سے بھی وابستہ رہے ہیں اور نمایاں حصہ لیا ہے۔ برسوں انجمن ترقی اردو سے وابستہ رہے ہیں اور "علی گڑھ میگزین"۔ "سہیل"۔ "اردو ادب"۔ اور "ہماری زبان" کے مدیر بھی رہے ہیں۔ اب اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر میں پروفیسر ہیں۔

تصنیفات:۔ "مسرت سے بصیرت تک"۔ "ادب اور نظریہ"۔ "نظر اور نظریہ"۔ "تنقید کیا ہے"۔ "تنقیدی اشارے" "نئے اور پرانے چراغ"۔ "ذوق جنوں"۔ "سلسبیل" (شعری مجموعے) وغیرہ ان کی اہم تصانیف ہیں۔

[1] تعلیمی اسناد میں ۷ر اکتوبر ۱۹۱۲ء

Scanned with CamScanner

سید انور حسین زیدی انورؔ مرزاپوری

سید علی حسین مرحوم کے گھر ۹ر جون ۱۹۲۷ء کو اپنے وطن مرزاپور میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے شعر و شاعری سے دلچسپی تھی۔ فرزند علی محشرؔ مرزاپوری کے شاگرد ہیں۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں منعقد ہونے والے مشاعروں میں مدعو کئے جاتے ہیں اور ممتاز شعرا میں شمار ہوتا ہے۔ وہ کلام اور ترنم دونوں سے متاثر کرتے ہیں۔

Anwar Mirzapuri
DALLI-KA-ADDA
MIRZAPUR (U. P.)

Pho: — 573, P.P.

DATE 28th October 1974

(مکتوب الیہ جناب اطہر نبی)

محترمی اطہر صاحب! تسلیم و نیاز

خط ملا۔ شکریہ۔ ۱۳ ستمبر ۷۴ء کے مشاعرے میں ۔/۲۰۰ پر آپکا علم تھا کہ میں اردو
شاعری کے بعد آپ نے فرمایا تھا کہ جمع ہوں گے تو کچھ روپے عنایت فرمائیں گے مگر جب بہت دیر تک آپکا
انتظار کرتا رہا جب آپ نہیں آئے تو مجبوراً مرزاپور واپس ہو گیا۔

۸ نومبر ۷۴ء کے مشاعرے کیلئے پھر آپ نے دعوت دی ۔/۲۰۰ تحریر فرمایا ہے۔ اطہر صاحب!
میرا اخراجات بہت زیادہ ہو جاتے ہیں براہ کرم اضافہ فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔
تیاری دعا کی کا انتہائی ہمارا کیا حال بنے گا۔ جواب کا انتظار رہے گا۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا .... خاکسار

انور مرزاپوری

Mr Athar Nabi

محمد انیس انصاری

منفرد لہجے کے معروف نوجوان شاعر انیس انصاری محمد یوسف انصاری کے صاحبزادے ہیں۔ یکم جولائی ۱۹۴۹ء کو بند کی ضلع فتحپور میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد انڈین ایڈمنسٹریٹو سروس (آئی۔اے۔ایس) کے مقابلہ میں منتخب ہو کر اعلیٰ سرکاری عہدہ پر فائز ہوئے۔ ذوق سخن مادر فطرت کا عطیہ ہے۔ کم سنی میں ہی شعر کہنے لگے تھے ان کی نظمیں و غزلیں دونوں ہی پسند کی جاتی ہیں۔ اکثر مشاعروں و شعری نشستوں میں شریک ہو کر داد و تحسین وصول کرتے ہیں۔ فرائض منصبی کے ساتھ شعر گوئی کے لئے بھی وقت نکال لیتے ہیں۔ ان کے شعری مجموعے "شہر سراب"۔ "سورج کا سفر"۔ "جنگ اور محبت کے درمیان" وغیرہ شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔

Scanned with CamScanner

ANIS ANSARI
I.A.S.

Flat No. 2, Type VI,
Dali bagh Colony
LUCKNOW - 226001
Phone :- Res. 231624

میں سمجھتا تھا کہ اپنے لشکروں کے بیچ ہوں
ایک حملے میں یہ پایا دشمنوں کے بیچ ہوں

اک ذرا غفلت میں میں بے دست و پا کیا ہو گیا
میرے دشمن نے یہ سوچا بے بسوں کے بیچ ہوں

پھر نکالو ذہن کی نیاموں سے تیغ آبدار
اسلحوں میں زنگ ہے اور معرکوں کے بیچ ہوں

کر کے لالہ رنگ میرے خون سے میری زمیں
میرا قاتل سرخ رو ہے میں شکلوں کے بیچ ہوں

جب محبت میں تھا سینے سے لگاتا تھا مجھے
آج وہ محفوظ ہے میں مشکلوں کے بیچ ہوں

کافر عیار خوش ہے خانۂ دل توڑ کر
شکر ہے اب بھی خدا کی رحمتوں کے بیچ ہوں

اس غلط فہمی میں رہتا ہے خدا کے وقت سے
وقت بدلا تو کہے گا دوستوں کے بیچ ہوں

انیس انصاری

مرزا محمد جعفر اوج لکھنوی

نامور شاعر و مرثیہ گو مرزا سلامت علی دبیر کے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۵ر فروری ۱۸۵۳ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ اردو، عربی و فارسی کی اعلیٰ تعلیم مشہور علماء سے حاصل کی اور ڈاکٹر نوین چندر سے ایلوپیتھک طریقۂ علاج اردو کتب کے ذریعہ سیکھا لیکن اسے پیشہ نہیں بنایا۔ باکمال باپ اور شعر و ادب کی فضاؤں سے معمور ماحول کے اثرات کے علاوہ انہیں شعری ذوق فطری طور پر ودیعت ہوا تھا۔ بچپن سے ہی مشق سخن کرنے لگے۔ باپ کی توجہ و حوصلہ افزائی نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور انھوں نے غیر معمولی شہرت حاصل کرکے خاندانی روایات کو زندہ رکھا اور آگے بڑھایا۔ مرزا دبیر کے انتقال کے بعد ان کے جانشین قرار پائے اور تلامذہ کی کثیر تعداد نے ان سے کسب فن کیا۔ مرزا اوج بلند پایہ شاعر، ماہر عروض و مرثیہ گو تھے۔ ۱۸ر اپریل ۱۹۱۷ء کو وفات پائی۔

مطبوعات:۔ "مقیاس الاشعار" (علم عروض وقافیہ) "قواعد حامدیہ" (اصلاح رسم الخط) "معراج الکلام"۔ (مراثی) "مسدس اوج" وغیرہ۔

بلراج کومل

سیالکوٹ (پاکستان) کے ایک نواحی گاؤں میں ۲۵ ستمبر ۱۹۲۸ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے ۱۹۵۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ادبیات انگریزی میں ایم۔اے کی سند حاصل کی۔ کسب معاش کے لئے محکمہ تعلیم دہلی سے وابستہ ہوئے اور ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر رہے۔ نثر و نظم دونوں سے دلچسپی ہے۔ ادبی حلقوں میں ممتاز ہیں۔ افسانہ و تنقید سے بھی دلچسپی ہے۔ ان کی متعدد نظموں کا دوسری زبانوں میں ترجمہ بھی ہوا ہے۔ اور کئی سرکاری وغیر سرکاری اداروں سے انعامات واعزازات بھی حاصل کئے ہیں۔

"میری نظمیں" ۱۹۵۴ء "(ناولٹ) ہریالی کا ایک ٹکڑا" ۱۹۶۸ء

"رشتۂ دل" ۱۹۶۳ء۔ "ناریل کے پیڑ" ۱۹۶۷ء۔ "سفر مدام" ۱۹۶۹ء۔ "نژاد سنگ" ۱۹۷۵ء

"انتخاب شاعری" ۱۹۷۱ء۔ "آنکھیں اور پاؤں" (افسانے) ۱۹۸۱ء

کافی غیر مطبوعہ کلام ورثا کے پاس محفوظ ہے۔

+ مئی ۱۹۹۲ء میں وفات پائی

+ ایک مضمون میں ۱۰ مارچ ۱۹۲۶ء لکھا ہے۔

Scanned with CamScanner

BALRAJ KOMAL
Member Urdu Academy Delhi
E-139, KALKAJI,
NEW DELHI-110019
Phone : Res. 6436425

بلراج کومل
رُکن اردو اکادمی، دہلی

۳۰ جنوری ۱۹۹۰

برادرم آداب

کل آپ کا پیغام ملا۔ ٹیلی فون جاری ہونے سے۔ اس سے قبل آپ
کے ۲۰ نومبر ۸۹ کے خط کے جواب میں فراق سیمینار میں شرکت
کے لیے اپنی رضامندی کی اطلاع آپ کو ۲۳ دسمبر ۸۹ کو لکھے گئے
خط کے ذریعے بھجوا چکا ہوں۔ اندیشہ ہے میرا وہ خط آپ کے پاس
نہیں پہنچا۔ بہرحال مکرر اطلاع دے رہا ہوں۔ میں سیمینار کے لیے
گفتگو [illegible] ہوں گی۔ سنا ہے سیمینار کی تاریخوں میں تبدیلی کر دی گئی ہے
یہ تبدیلی [illegible] ہو جائے۔ آپ کا خط ملنے پر ہی گفتگو لکھنے کی
نسبت فیصلہ کروں گا۔

اس خط کی رسید کی اطلاع ضرور دیں۔

آپ کا
بلراج کومل

ثمر ہلوری

نام محب الحسن رضوی تخلص ثمر۔ مولد و مسکن قصبہ ہلور ضلع بستی۔ ۱۵ر جون ۱۹۲۷ء کو ہلور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید ریاض الحسن رضوی تھا۔ مقامی طور پر تعلیم حاصل کرنے کے بعد آگرہ یونیورسٹی سے بی۔اے اور الہ آباد یونیورسٹی سے ایم۔اے (فارسی) کی ڈگریاں لیں۔ ۱۹۵۰ء میں یادگار حسینی کالج الہ آباد میں بحیثیت استاد تقرر ہوا اور ۱۹۷۱ء میں وہیں پرنسپل ہو گئے۔ شعر و ادب سے قلبی لگاؤ تھا کم سنی میں ہی مذہبی و بہاریہ شاعری کرنے لگے تھے رفتہ رفتہ کلام میں پختگی آتی گئی اور درجۂ استادی تک پہنچ کر متعدد طالبان فن کی رہنمائی کی۔ حصول علم اور فروغِ علم کو مقصد حیات بنا لیا تھا۔ اس سلسلہ کی دیگر سرگرمیوں کے علاوہ ہلور میں ایک انگریزی اسکول قائم کیا تھا جو اب ماڈرن ہائر سکنڈری اسکول ہے۔

تصنیفات و تالیفات میں چند تراجم اور نوحوں کے مجموعے "سوز حیات"۔ "زخم جگر" وغیرہ شامل ہیں۔ فارسی و اردو کا

Scanned with CamScanner

Khaima-e-Neem Shabi

214 ~~258~~, Rani Mandi, ALLAHABAD.

Chief Patron : Janab Allama 'Samar' Hallauri

Organiser : 'Fakhar' Rodaulvi

بسمہ

Ref. :

Date : 16.5.86

محترم عباسی صاحب

سلام مسنون ۔۔ آج آپ کا لفافہ ملا۔ آپ نے اپنے خط میں تاریخ ۲/۴/۸۶ ڈالی ہے اس حساب سے یہ خط ڈیڑھ ماہ بعد مجھے ملا۔ ملک ڈاک تار کی حالت زار اظہر من الشمس ہے نہ حکومت کو پرواہ نہ کارندوں کو فکر۔ مجھے انتہائی مسرت ہے کہ آپ اس دور میں اتنا بڑا ادبی کام کر رہے ہیں۔ مبارک ہو خدا کامیاب کرے۔

آپ یقین کریں کہ آپ جیسے اشخاص کا میں بہت بڑا قدر داں ہوں اور میں ادبی خدمت کو فریضہ بھی سمجھتا ہوں لیکن معذور ہونے کی صورت میں قابل عفو بھی ہوں۔ مجھے آپ سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اور میں آپ کے تفصیلات کے جاننے کے لئے بیقرار ہوں تاکہ مفصل تعارف ہو جائے۔ ماہر الجیدی کی تصویر کے لئے آج میں اپنے شاگرد اختر الہ آبادی کو تاکید کر دوں گا کہ وہ ان کے لڑکے سے رابطہ قائم کر کے تصویر آپ تک بھجوا دیں۔

بقیہ حضرات جو لکھنؤ میں مقیم ہیں ان کی فہرست طویل ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ نیئر اصغر جاوید، رئیس الحسن الکبیر۔ جالبینی احمد شمیم۔ مفید شکیبا۔

اگر زندگی نے وفا کی اور کبھی لکھنؤ آنا ہوا تو انشاء اللہ آپ سے ملنے کی صورت نکالوں گا

خدا کرے یہ خط آپ تک پہونچ جائے۔

فقط

خیر نیاز

فخرؔ ردولوی

(مکتوبہ بنام عرفان عباسی)

Scanned with CamScanner

جمیل مہدی

بلند مرتبہ، بیدار مغز، بیباک اور منفرد صحافی، تیکھے نثر نگار اور انشار پرداز جمیل مہدی صاحب ۱۴ مارچ ۱۹۲۸ء کو دیوبند (یوپی) میں پیدا ہوئے اور تعلیم حاصل کی۔ ادبی زندگی کا آغاز افسانہ نگاری سے ہوا تھا پھر صحافت کی طرف رجوع ہوئے اور چند لوگوں کے ساتھ دیوبند سے ہی ماہنامہ "ہادی" اور ماہنامہ "تجلی" جاری کیا پھر ماہنامہ "شاعر" کے شعبہ ادارت سے منسلک ہو کر بمبئی چلے گئے۔ وہاں کے روزناموں "جمہوریت" "خلافت"۔ "ہندوستان" وغیرہ سے بھی وابستہ رہے۔ ۱۹۶۷ء میں لکھنؤ کے روزنامہ "قائد" کی ادارت سنبھالی کچھ دن "ندائے ملت" کی ذمہ داریوں میں شریک اور ندوۃ المصنفین کے ترجمان "برہان" کے آخر وقت تک ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۶۹ء میں اپنا ہفتہ وار "عزائم" جاری کیا جو ۱۹۷۹ء سے روزنامہ ہوگیا اور آخر تک جاری رہا۔ ان کی فنی مہارت بے باکی اور احساسات و جذبات کے ترجمان سیاسی، سماجی، ملی، قومی، ملکی اور عالمی سیاسیات پر بے مثل اور بے لچک اداریوں نے ہر سطح کے قاری اور علمی و ادبی حلقوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ان کے اداریوں کا مجموعہ "افکار عزائم" شائع ہو چکا ہے۔ جمیل مہدی کثیر المطالعہ، ذہین، قوی الحافظہ، شیریں گفتار، اور اپنے دم سے ایک ادارہ تھے۔

۱۳ فروری ۱۹۸۸ء کو رام منوہر لوہیا اسپتال، دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ تدفین دیوبند میں ہوئی۔

A NORTHERN INDIA ASSOCIATED JOURNAL'S PUBLICATION

DAILY

AZAEM

AN INDEPENDENT, FORWARD-LOOKING-NEWS-PAPER

PHONE : 48076

AMIN-UD-DAULA PARK
AMINABAD
LUCKNOW-1

زبان و بیان کے لحاظ سے پوری کتاب بہاری اردو میں لکھی گئی ہے
اور مصنف موصوف نے بے تکلف مونث اسماء کو مذکر اور مذکر اسماء کو مونث کی
حیثیت سے استعمال کیا ہے — اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ تقریباً ہر صفحہ پر اسکی مثالیں
موجود ہیں۔ اس لئے الگ سے ان نمونوں کے حوالے کی ضرورت نہیں ہے —
اگر کچھ [illegible] زبان و بیان کی غلطیوں کی تصحیح کے ساتھ کتاب
پھر نکال دیا جائے تو موضوع کے اعتبار سے یہ ایک اہم کتاب ہے، موجودہ
صورت میں [illegible] پر تنازعہ پیدا ہو سکتا ہے —

جمیل مہدی
۲۰ جولائی ۱۹۸۶ء

جمیل مظہری

جمیل مظہری قادرالکلام شاعر و شگفتہ نگار ادیب تھے۔ نام سید کاظم علی تھا۔ وطن سارن۔ مولد پٹنہ۔ ۱۹۰۵ء میں سید خورشید حسین کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مظفرپور وغیرہ میں حاصل کرکے ۱۹۳۱ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا۔ صحافی کی حیثیت سے ادبی خدمات کا آغاز کیا۔ مختلف موضوعات پر مضامین افسانے اور ناول وغیرہ بھی لکھے۔ ۱۹۳۷ء میں حکومت بہار نے پبلسٹی آفیسر کے عہدے پر مامور کیا لیکن ۱۹۴۲ء میں کانگریس حکومت کے ساتھ مستعفی ہوئے اور گرفتار کرلئے گئے۔ رہائی کے بعد کچھ دن فلمی دنیا سے وابستہ رہے پھر پٹنہ یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں لکچرر ہوگئے۔ شاعری میں وحشت کلکتوی کے شاگرد تھے اور جملہ اصناف سخن پر طبع آزمائی کرتے تھے۔

۲۳ جولائی ۱۹۸۰ء کو وفات پائی۔

تصنیفات: شعری مجموعے "نقش جمیل"۔ "فکر جمیل"۔ "آب و سراب"۔ "عرفان جمیل"۔ "وجدان جمیل"

"فرض کی قربان گاہ پر" (ناول)

Jamil Mazhari.
YAHYA MANZIL
PATNA - 800008

برادر عزیز مکرم۔ دعا و سلام۔

آپکی کتاب ''سب سے چھوٹا غم'' کی بہت تعریف سن رہا ہوں۔
اگر ممکن ہو تو ایک جلد روانہ کرنے کی زحمت کریں۔

دعاگذار،
جمیل مظہری

Jamil Mazhari.
YAHYA MANZIL
PATNA - 800008

شبیر حسن خاں جوشؔ

شاعرِ انقلاب جوشؔ ملیح آبادی ایک نامور صاحب سیف و قلم خانوادے کے فرد بشیر احمد بشیرؔ ملیح آبادی کے فرزند تھے۔ ان کی ولادت ۵ر دسمبر ۱۸۹۸ء کو ملیح آباد ضلع لکھنؤ میں ہوئی۔ تعلیم لکھنؤ، علی گڑھ اور آگرہ وغیرہ میں ہوئی۔ ۱۹۲۵ء میں دارالترجمہ حیدر آباد دکن سے وابستہ ہوئے لیکن وہ سلسلہ زیادہ نہیں چلا۔ کچھ دن وہ فلمی دنیا سے منسلک رہے۔ جنگ آزادی کے سلسلہ میں اپنی انقلابی نظموں سے مجاہدینِ آزادی میں جوش و ولولہ پیدا کیا۔ انگریزی تسلط سے بے حال قوم کو جھنجھوڑا اور حب وطن کے نغمے گائے۔ حکومت ہند کے ممتاز ماہنامہ "آج کل" کے ایڈیٹر رہے۔ ماہنامہ "کلیم" کی ادارت کی۔ ذاتی اسباب کی بنا پر ۱۹۵۶ء میں پاکستان منتقل ہو گئے تھے لیکن آخر وقت تک اپنے کو ہندوستان سے قریب سمجھا اور یہاں کے احباب سے تعلقات قائم رکھے ان کا شمار منفرد اسلوب و آہنگ والے عہد آفریں شعرا میں ہوتا تھا۔ الفاظ کے خلاقانہ استعمال میں انہیں ملکہ حاصل تھا۔ انھوں نے کئی نسلوں کو اپنی خصوصیات سے متاثر کیا اور ان کی ذہنی و فنی تربیت کی۔ جوشؔ صاحب بلند مرتبہ شاعر بھی تھے اور نثر نگار بھی۔

۲۲ر فروری ۱۹۸۲ء کو اسلام آباد (پاکستان) میں ان کا انتقال ہوا۔

ان کی نثری و شعری تصنیفات میں "شعلہ و شبنم"۔ "جنون و حکمت"۔ "سیف و سبو"۔ "پیغمبر اسلام"۔ "حرف و حکایت" "شاعر کی راتیں"۔ "فکر و نشاط"۔ "نقش و نگار"۔ "روح ادب" "آیات و نغمات"۔ "عرش و فرش"۔ "سرود و خروش"۔ "سموم و صبا"۔ "الہام و افکار"۔ "حسین اور انقلاب"۔ "موجد و فکر" "یادوں کی برات" وغیرہ کے کئی کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

Scanned with CamScanner

دہلی

۵-۸-۵۵

میاں راغب، نقوی صاحب کا ایکسپریس تار ابھی آیا ہے، جس کے بموجب

چودھویں اگست کو مجھے کراچی ضرور پہنچنا ہے۔

یہاں سے صبح کو اڑوں گا، اور کوئی ڈیڑھ بجے کراچی پہنچ جاؤں گا۔

تمام یاران نجد کو ہوائی اڈے پر بلا لیجئے گا، اور سب سے بڑے نوٹیلی کو

بھی پکڑ بلا لیجئے گا۔

ہاں، ایک بات سنیے، بیگم ممتاز کو آمادہ کیجئے کہ وہ بسمل صاحب ٹونکی

کو بھی قدرے عفو کرلیں۔

بسمل صاحب کوئی بڑا مطالبہ نہیں کریں گے، سیکنڈ کلاس آمد و رفت

کے علاوہ، میرا خیال ہے کہ وہ تین سو یا اس کے لگ بھگ قبول کرلیں گے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ make a good buy دل لگا کر سعی کریں گے۔

جیسا کہ پہلے تحریر کر چکا ہوں بیگم ممتاز والے مشاعرے کی تاریخ ۱۵ سے

۱۸ یا ۱۹ اگست کے بیچ بیچ مقرر کرایے گا۔

رشیدی کے برسر روزگار ہو جانے سے میری جہانی کا بوجھ ہلکا ہو گیا،

بڑا ہی پیارا آدمی ہے یہ حیدر آبادی (واللہ) بچہ۔

سہیل، عالم گیر، اور رشیدی کو میرا بہت بہت پیار، جنسی پیار پہنچا دیجئے

اور دونوں لڑکوں کو بھی پوچھ دیجئے۔ — نیاز مند

جوش

چندر پرکاش جوہر بجنوری

چندر پرکاش جوہر پنڈت رام چندر کے گھر فروری ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا وطن بجنور (یوپی) ہے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کسب معاش کے لئے ملازمت کرلی۔ اکاؤنٹینٹ جنرل۔ یوپی، الہ آباد کے دفتر میں ذمہ دار عہدے پر مدت ملازمت پوری کر کے حال ہی میں سبکدوش ہوئے ہیں۔ مستقل قیام الہ آباد کیا ہے۔

شاعری کا ذوق فطری تھا رفتہ رفتہ شعر موزوں کرنے لگے اور معروف شاعر اظہار حسین خاں اظہار رامپوری (م ۱۹۷۱ء) کی شاگردی اختیار کر کے شعری نشستوں و مشاعروں میں شرکت کرنے لگے۔ الہ آباد کے ادبی ماحول نے فن کو جلا بخشی کلام کی رسائل میں اشاعت اور مشاعروں کی کامیابی نے جلد ہی انہیں خوش فکر شاعر کی حیثیت سے متعارف کرادیا۔ جوہر مختلف اصناف شاعری پر کامیاب طبع آزمائی کر کے شہرت و مقبولیت حاصل کرچکے ہیں۔ مجموعہ کلام بھی شائع ہوچکا ہے۔

Scanned with CamScanner

آفتاب احمد جوہر بدایونی

آفتاب احمد تاریخی نام نظیر یوسف، مولوی رفیع احمد عالی کے گھر بدایوں میں ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے تھے۔ رضی احمد رضی اور ضیا احمد ضیا جوہر کے بڑے بھائی تھے ان تینوں بھائیوں نے شعر و ادب اور علم و فضل میں خاصی شہرت حاصل کی تھی۔ جوہر کی ابتدائی تعلیم رواج کے مطابق گھر بلو طرز پر ہوئی۔ کچھ دن مقامی مشن اسکول میں پڑھا پھر گورنمنٹ اسکول میں داخل کیے گئے۔ بریلی کالج سے انٹرمیڈیٹ و بی۔ اے کر کے علی گڑھ گئے وہاں سے ایم۔ اے، ایل ایل بی کی اسناد حاصل کیں۔ کچھ دن بریلی کالج میں معلم فارسی رہے اس کے بعد وکالت شروع کی۔ اسی زمانے میں منصفی کے امتحان میں شرکت کی اور کامیاب ہوئے۔ ۱۹۲۷ء میں بعہدۂ منصف آگرہ میں تعیناتی ہوئی پھر صوبہ کے مختلف مقامات پر منصف، سب جج اور ڈسٹرکٹ جج رہے۔ ۱۹۵۹ء میں سبکدوش ہونے کے بعد چار سال سیلس ٹیکس اپیل جج کے عہدے پر فائز رہے۔

جوہر علمی، ادبی و دینی ماحول کے پروردہ حق پسند، شریف النفس، خدا ترس، فراخ دل اور متین و سنجیدہ انسان تھے۔ شعر و ادب کا ذوق انہیں ورثہ میں ملا تھا۔ والد ماجد عالی پروفیسر ضیا احمد ضیا اور رضی احمد رضی اپنے اپنے دور کے نامور شعرا و ادبا تھے۔ جوہر کی شاعری کا آغاز بچپن میں ہو گیا تھا۔ شروع میں بھائیوں سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ پختہ مشق غزل گو تھے۔ کلام اسقام سے پاک، زبان و بیان کی خوبیوں سے مرصع اور دل آویز تھا۔ جوہر بحیثیت جج ہی نہیں بحیثیت شاعر بھی ہر دلعزیز تھے۔ جس ضلع میں رہے جان محفل بنے رہے۔

مولوی آفتاب احمد جوہر ۲ جنوری ۱۹۸۱ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔

Scanned with CamScanner

Aftab Ahmad
M. A.; L-L. B.
Distt. & Sessions Judge (Retd.)

باسمہ سبحانہ

Farshori Tola
BUDAUN (U. P.)

Dated 2. 9. 80

مکرمی صغیر صاحب تسلیم السلام علیکم

حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے بارے میں آپ کا رسالہ میں نے بالاستیعاب پڑھا۔ آپ نے بڑی مفید خدمت انجام دی ہے کہ حضرت مخدومؒ کے حالات سے پبلک کو روشناس کرایا اور اس ضمن میں چودھری صاحبان کے انساب اور ان کے آستانہ مخدوم سے قدیمی تعلق و روابط پر بھی روشنی ڈالی۔ آپ کی مقالہ نگاری کی یہ کوشش بہت امید افزا اور ہر طرح لائق تحسین ہے۔

اس احقر کے متعلق آپ نے جس بے پایاں حسن ظن کا اظہار اپنے دوسرے مضمون میں کیا ہے وہ آپ کے حسنِ اخلاق کا آئینہ دار ہے۔ میں بلا تصنع عرض کردوں کہ میں خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتا اور آپ کے خلوص و محبت کے سامنے محجوب اور شرمندہ ہوں۔ اس مضمون کے سلسلہ میں ایک واقعاتی غلطی کی تصحیح میں ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے تاباں صاحب کا نام بھی میرے خاندان کے بزرگ ادبا و شعرا کے ساتھ شامل کردیا ہے۔ تاباں صاحب کا کوئی تعلق ہمارے خاندان سے نہیں تھا۔ میرے والد صاحب قبلہ (مولوی رفیع احمد عالی) اور میرے برادران محترم (مولوی رضی احمد صاحب رضی و پروفیسر ضیاء احمد صاحب ضیا) کے ساتھ میرے عم بزرگ مولوی شفیع احمد صاحب مخو اور ان کے فرزند مولوی افضال احمد بسمل کا تو شمار کیا جا سکتا ہے کہ وہ بھی شعر و ادب میں ایک خاص مقام رکھتے اور امیر مینائی و منیر شکوہ آبادی سے تلمذ تھا۔ تاباں صاحب اس فہرست میں نہیں آتے۔ ضروری خیال کریں تو مضمون میں تصحیح کرلیں۔ والسلام

مخلص
آفتاب احمد

مکرمی چودھری صغیر حسن صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ایڈ۔
محلہ سوتہ۔ بدایوں

Scanned with CamScanner

برج نرائن چکبست

پنڈت برج نرائن چکبست فیض آباد میں ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے اور لکھنؤ میں تعلیمی مراحل طے کئے۔ ۱۹۰۵ء میں کیننگ کالج لکھنؤ سے بی۔اے اور پھر وکالت کا امتحان پاس کیا۔
۱۶-۱۷ سال کی عمر میں شاعری شروع کی اور جلد ہی کلام میں خیالات کی نزاکت، شاعرانہ لطافت، زبان و بیان پر قدرت اور قومی جذبات کا دلنشیں انداز میں اظہار کر کے شہرت و ناموری حاصل کر لی۔
چکبست کی نثر بھی سادگی، روانی اور شگفتگی کی وجہ سے بہت پسند کی جاتی تھی۔ ان کی نظم و نثر دونوں اپنی انفرادی خصوصیات کی وجہ سے یکساں مقبول تھیں۔ ان کی تنقید کا معیار بھی بلند تھا ان کا قلم اس خشک موضوع کو بھی دلچسپ بنا دیتا تھا۔
۱۲ر فروری ۱۹۲۶ء کو رائے بریلی اسٹیشن پر انتقال ہو گیا۔
تصانیف :۔ "دیوان"۔ "مباحثۂ گلزار نسیم"۔ "مضامین چکبست"۔ "شاما" (ناول) "صبح وطن"۔ "گوکھلے کی تقریریں" "گلدستۂ پنج" وغیرہ۔

Scanned with CamScanner

کشمیری محلہ   ۲۸ دسمبر ۱۹۰۶ع

جناب مخدوم و مکرم بندہ،

تسلیم۔ واضح رائے عالی ہو کہ میں نے نظم ذیل ایڈیٹر رسالہ مخزن اشاعت کے لیے روانہ کر دی ہے۔ لہذا امیدوار ہوں کہ از راہ عنایت قدیمانہ اسکو اصلاح فرما کر بندہ کو ممنون فرمائیے۔ نیز جلد بذریعہ ڈاک اسکو روانہ فرمائیے فقط۔

آپکا خادم
برج نرائن چکبست
کشمیری محلہ

خواجہ الطاف حسین حالیؔ پانی پتی

خواجہ صاحب ۱۸۳۷ء میں پانی پت (ضلع کرنال) کے محلہ انصار میں پیدا ہوئے۔ زمانے کے رواج کے مطابق تعلیم حاصل کی۔ تحصیل علم اور ذوق شاعری کے ساتھ علمی وادبی خدمات، اصلاح معاشرہ، سماجی اور قومی تحریکات سے دلچسپی بچپن سے تھی۔ ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے ہوا۔ شروع میں نواب مصطفےٰ خاں شیفتہؔ کو کلام دکھایا اور ان کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے اس کے بعد مرزا غالبؔ کی شاگردی اختیار کی۔ کسب معاش کے لئے پہلے لاہور کے سرکاری بکڈپو میں اردو ترجموں کی تصحیح کا کام کیا اور اس کام کی وجہ سے انگریزی ادب کے مطالعہ اور واقفیت کا موقع ملا اور اس سے متاثر ہو کر اردو نثر و نظم کی خامیاں دور کرنے کا بیڑا اٹھایا اور جدید شاعر کی حیثیت سے یادگار کارنامے انجام دیئے۔ اسی زمانہ میں اینگلو عربک اسکول دہلی میں مدرس ہوئے وہیں سرسید احمد خاں سے تعلقات ہوئے اور ان کی تحریک میں سرگرم حصہ لینے لگے۔ انہیں کی تحریک پر "مسدس حالیؔ" لکھ کر ملک خصوصاً مسلمانوں میں تہلکہ مچا دیا۔ حالیؔ قادر الکلام شاعر، مصلح قوم اور بلند پایہ وکثیر التصانیف ادیب تھے۔ انہیں حقیقت نگاری، منظر نگاری اور سیرت نگاری میں کمال حاصل تھا۔ ان کی خدمات کے اعتراف میں ریاست حیدر آباد دکن نے وظیفہ اور حکومت ہند نے شمس العلما کا خطاب دیا تھا۔

۳۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو انتقال ہوا۔

"مثنوی مد و جزر اسلام"۔ "مناجات بیوہ"۔ "مجموعہ نظم حالی"۔ "تریاق مسموم"۔ "تحفۃ الاخوان"۔ "طباق الارض"۔ "حیات سعدی"۔ "یادگار غالب"۔ "دیوان حالی"۔ "حیات جاوید"۔ "مکتوبات حالی"۔ "مضامین حالی"۔ "مسدس حالی"۔ "چپ کی داد"۔ "رباعیات حالی"۔ "مقدمہ شعر و شاعری"۔ "مجالس النساء" "مولود شریف" وغیرہ ان کی مشہور اور گرانقدر تصانیف ہیں۔

Scanned with CamScanner

میری نزدیک مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ تحریر
بحث مولانا شبلی صاحب کی خدمت میں بمقام لکھنؤ دفتر
ندوۃ العلما بھیجدیں اور ان سے [illegible] سوالات کا جواب
لکھنے کی درخواست کریں۔ اگر انکو فرصت ہوگی
تو امید ہے کہ وہ سید سلیمان صاحب یا اپنے کسی اور
شاگرد سے اسکا جواب لکھوا دینگے
انکے سوا اب کوئی آدمی ایسا نظر
نہیں آتا جو آپ کے سوالات کا کافی
شافی جواب لکھ سکے یا لکھوا سکے
والسلام [illegible] [illegible] [illegible]

Scanned with CamScanner

حجاب امتیاز علی

حجاب امتیاز علی کا شمار ملک کی مشہور، مقبول، منفرد صف اول کے افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ وہ شروع میں مس حجاب اسمٰعیل کے نام سے مضامین لکھتی تھیں۔ مشہور ڈرامہ نگار امتیاز علی تاج سے شادی کے بعد حجاب امتیاز علی کے نام سے ادبی حلقوں میں بڑی شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ وہ رواں، دواں اور سلیس و شگفتہ زبان لکھنے پر قدرت رکھتی ہیں۔ ان کی تصنیفات کی تعداد ایک درجن سے زیادہ ہے۔ جن میں "صنوبر کے سائے"، "ادب زریں"، "نغمات موت"، "لاش"، "میری ناتمام محبت" اور "کونٹ الیاس کی موت" وغیرہ شامل ہیں۔

Scanned with CamScanner

حمید صدیقی لکھنوی

زائر حرم حمید صدیقی صاحب کی تاریخ پیدائش ہر ممکن کوشش کے باوجود نہ معلوم ہو سکی۔ کہا جاتا ہے وہ سنہ ۱۹۰۹ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے تھے ان کے والد ماجد کا نام شیخ محبوب علی تھا۔

حمید صاحب نے غزل گو کی حیثیت سے کوچہ شاعری میں قدم رکھا تھا اور عزیز لکھنوی سے اصلاح لیتے تھے حضرت جگر مراد آبادی سے بے حد مخلصانہ تعلقات تھے اور انھوں نے ان سے بھی استفادہ کیا تھا۔

حمید صاحب کی غزلیں صداقت و سادگی، شیرینی و روانی، سوز و گداز، قلبی واردات، پاکیزہ جذبات اور تہذیب و شائستگی کا بہترین نمونہ ہیں۔ حمید صاحب ایک منفرد مزاج رکھتے تھے انھیں غزل کا ماحول راس نہ آیا اور بہت جلد اپنی بے پناہ شعری صلاحیتوں کو نعت رسول کے لیے وقف کر دیا۔ سچے محب رسول اور مقبول نعت گو تھے۔ ان کی نعت میں زبان، ادب، ترنم، بے ساختگی، لطافت، صدق و خلوص، وارفتگی و سرشاری کے اعلیٰ نمونے پائے جاتے ہیں۔ ان کی نعتوں کے کئی مجموعے چھپ چکے ہیں جن میں سب سے زیادہ مقبول "گلبانگ حرم" ہے جس کے کئی اڈیشن چھپ چکے ہیں اور ہر دو چار سال کے بعد چھپتے رہتے ہیں۔

۱۵ر فروری سنہ ۱۹۶۵ء کو انتقال ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کی یہ عینِ عنایت ہے، حاصل ہے مجھے جو تیری رفاقت ہے

باہم جو ربط و ضبطِ محبت ہے، در پردہ اسکی کچھ تو حقیقت ہے

مجھپر جو تیری چشمِ عنایت ہے، سرکارِ دو جہاں کی بدولت ہے

تم سے مجھے بہت ہی محبت ہے، وہم و گماں نہیں ہے حقیقت ہے

میری انیسِ خلوت و جلوت ہے، میری شریکِ رنج و مصیبت ہے

یہ مقتضائے جوشِ محبت ہے، مجھکو تری دعا کی ضرورت ہے

تجھ کو میں شمعِ انجمنِ دل نہ کیوں کہوں تجھ سے حریمِ شوق کی زینت ہے

تیری نظر سے دل کی طرف دیکھتا ہوں میں تو اصل کائناتِ بصیرت ہے

شیخ محمد علی حزیں

حزیں اپنے دور کی اہم شخصیت عربی و فارسی زبانوں پر عبور رکھنے والے بلند پایہ شاعر و نثر نگار تھے۔ ان کی تصنیفات کی تعداد ایک سو سے زائد بتائی جاتی ہے۔

حزیں کا آبائی وطن گیلان تھا لیکن ان کی ولادت ۷ر جنوری ۱۶۹۲ء کو اصفہان میں ایک صاحب ثروت و جاہ خاندان میں ہوئی تھی والد کا نام شیخ ابوطالب جیلانی تھا۔ حزیں ایران سے افغانستان ہوتے ہوئے دہلی پہنچے اور نواب امیر خاں انجم نے بادشاہ وقت سے کچھ جاگیر دلوادی۔ دہلی میں ہی حزیں کی ملاقات شجاع الدولہ سے ہوئی جو جلد ہی دوستی میں بدل گئی۔ دہلی میں کئی سال قیام کے بعد بنارس چلے گئے۔ وہ شجاع الدولہ سے ملنے فیض آباد بھی گئے تھے جہاں مرزا محمد رفیع سودا سے ملاقات ہو گئی تھی۔ حزیں نے بقیہ عمر بنارس (یوپی) میں گزاری اور وہیں کی خاک کا پیوند بنے۔ شاعری میں حزیں اپنے دور کے صائب سمجھے جاتے تھے۔ انہیں مرثیہ گوئی و نوحہ خوانی میں بھی کمال حاصل تھا۔ سودا اور خان آرزو وغیرہ ان کے ہم عصر تھے اور مرزا غالب جیسے اساتذہ بھی ان کے تبحر اور کمال فن کے قائل تھے۔ صاحب خمخانۂ جاوید نے ان کا کلام ریختہ (اردو) بطور نمونہ شامل تذکرہ کیا ہے اس سے نمونتاً دو شعر دیکھئے ؎

شب فرقت میں سچ ہے مثل عاشق کی اچٹتی ہے
غضب کی رات ہوتی ہے بڑی مشکل سے کٹتی ہے

حزیں جب میں صفائی کو گیا ان پاس یوں بولے
نہیں ملتے ہیں ہم برسوں طبیعت جس سے ہٹتی ہے

ان کی کثیر تصنیفات میں ضخیم کلیات بشمول متعدد دیوان و مثنویات، تذکرۃ المعاصرین، تذکرۃ الاحوال (جس کا ترجمہ انگریزی میں بھی ہو چکا ہے) اور سوانح عمری وغیرہ بڑی اہمیت کی حامل ہیں اور بعض درسگاہوں کے نصاب میں شامل رہی ہیں۔ ۶۷-۱۷۶۶ء میں بنارس میں انتقال ہوا اور اپنے بنوائے ہوئے حجرے "فاطمان" میں دفن ہوئے جہاں آج بھی عقیدت و احترام کے نذرانے پیش کئے جاتے ہیں۔ شیخ حزیں بلا تفریق مذہب و ملت سب سے یکساں محبت کرتے تھے اور ان کے عقیدت مندوں میں ہر مذہب و مسلک کے پیرو شامل ہیں۔

Scanned with CamScanner

الحمد لله التي بجامعيتها للنشأتين خير محض وصغير دقيق
عالم الارواح ولا يغرب عن عالم الاجسام بل جامعة بينهما وعلى
هذا يكون المراد بالنار نار الجحيم ونار فتنة المعاندين لآل محمد
صلى الله عليه وآله وسلم والى هنا اقطع الكلام راجيا من
الله التوفيق لما اردت بيانه من آيات الله حقه والكلام فيها
فانه خير موفق ومعين وكتبت مسئولا اجيب للمريدين الى الله
تمام محمد المشتهر بعلي ابن ابي طالب بن عبد الله بن علي الزاهدي
الجيلاني في عام الاربعين بعد المائة والالف من الهجرة المباركة
حين اقامتي بمشهد طوس مشهد مولاي الرضا عليه التحية والثناء

حامد الله وحده

بشکریہ ماہنامہ نیا دور لکھنؤ

فضل الحسن حسرت موہانی

حسرت ۱۸۷۵ء میں قصبہ موہان ضلع اناؤ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید اظہر حسن تھا۔ ابتدائی تعلیم مقامی طور پر حاصل کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ۱۹۰۳ء میں بی۔اے کی ڈگری لی۔ شعر و ادب سے فطری لگاؤ تھا شروع میں کلام پر اصلاح فطرت موہانی سے لیتے تھے پھر ۱۹۰۱ء میں منشی امیر اللہ تسلیم کی شاگردی اختیار کر لی۔ ۱۹۰۳ء میں مشہور رسالہ "اردوئے معلٰی" جاری کیا۔

حسرت اپنے دور کے ممتاز غزل گو، بیباک و جہاں دیدہ صحافی قوم پرست، اشتراکیت پسند بالغ نظر سیاستداں، درویش صفت رہنما اور محسن زبان و ادب تھے۔ وہ متعدد اخبارات و رسائل سے منسلک رہے۔ جنگ آزادی میں سرگرم حصہ لیکر عمر کا بیشتر حصہ قید و بند میں گزارا۔ صوبائی اسمبلی و دستور ساز اسمبلی کے رکن رہے اور ساری عمر تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔

فرنگی محل لکھنؤ میں ۱۳ مئی ۱۹۵۱ء کو وفات پائی۔

تصنیفات و تالیفات :-

"انتخاب سخن (۱۱ جلد)" "دیوان حسرت" "(متعدد حصے)" "انتخاب دیوان حسرت"۔ "حالات حسرت"۔ "حسرت کے سو شعر"۔ "شرح دیوان غالب" "مشاہدات زنداں"۔ "کلیات حسرت"۔ "ارباب سخن"۔ "دیوان شاہ حاتم"۔ "دیوان راسخ عظیم آبادی"۔ "دیوان میر سوز"۔ "دیوان کامل لکھنوی"۔ "محاسن سخن"۔ "معائب سخن" "دیوان نظیر"۔ "دیوان نازش بدایونی"۔ "دیوان سودا و میر درد"۔ "متروکات سخن" وغیرہ۔

Scanned with CamScanner

حیاؔت وارثی لکھنوی

سید محمد سراج رسول وارثی نام اور حیاؔت تخلص۔ جولائی ۱۹۳۶ء میں سید معراج رسول معراؔج وارثی کے گھر لکھنؤ میں پیدا ہوئے ان کے والد معراج رسول وارثی مرحوم صاحب دیوان اور اچھے شاعر تھے ان کی سرپرستی میں تعلیم و تربیت پائی۔ لکھنؤ کے شعر انگیز ماحول سے متاثر ہوکر ۱۹۵۲ء میں وادی سخن میں قدم رکھا۔ معروف شاعر سراؔج لکھنوی کی شاگردی اختیار کی اور مشاعروں میں شرکت کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ ملک گیر شہرت حاصل کرکے ملک و بیرون ملک منعقد ہونے والے بڑے مشاعروں کے شاعر بن گئے۔ متعدد مطبوعہ شعری مجموعوں کے علاوہ چند اردو ہندی تخلیقات بھی ان کی ادبی یادگاروں میں شامل ہیں۔ وہ مشہور ادبی انجمن "ہندی اردو سنگم" کے روح رواں تھے اور اس کے تحت ہر سال بڑے پیمانے پر ادبی تقریبات کا انعقاد کرتے تھے۔ متعدد ادبی اداروں نے انہیں اعزازات سے بھی نوازا تھا۔

"آہنگ خیال"۔ "صہبائے حرم"۔ "آئینہ جمال"۔ "اجالوں کے سفر"۔ "پھول جدا ہیں گلشن ایک"۔ "آہنگ"۔ "آہٹیں"۔ "روشنی کا سفر"۔ "اتر پردیش کے اردو شعرا"۔ "جیوتی جاگی اندھکار میں" وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

۱۰ مئی ۱۹۹۱ء کو لکھنؤ میں انتقال ہوگیا۔ وہیں تدفین عمل میں آئی۔

Scanned with CamScanner

ال انڈیا ھندی اُردو سنگم - لکھنؤ

ESTD. 1964 "SYMBOL OF NATIONAL INTEGRATION" Regd. 1982

BAGH ANWAR, LUCKNOW-3

Chief Patrons
Gyani Zail Singh
President of India
Dr. Farooq Abdullah
Chief Minister J. & K.
Mrs. Mohsina Qidwai
State Minister (Health & Faimily-Welfare) Govt. of India
Syed Mir Qasim
Ex. Chief Minister J. & K.
Shyam Lal Yadav
Dy. Chairman Rajya Sabha

Patrons
Abdul Rahman "Nashtar"
Minister for Jail and Trusts (U.P.)
Shah Sultan M. Arif Ali Shah
Mohd. Amin Ansari
State Minister U.P.
Tribhuwan Prasad
Dy Chairman Planning Comm. U.P.
O. R. Qidwai
Asst. Manager F. C. I. Lucknow
Chandra Has Singh
I. R. S.
Om Parkash Munjal
Sales Director, Hero Cycle
Brij Ratan
General Manager Orissa Cement
Mohd. Aslam Nadvi
Dr. Huzoor Nawab

Chairman
H. S. Naimat Ullah Quraishi

Vice-Chairman
Junaid Siddiqi
Anwar Husain
Atiqur Rahman
Abdahu Aazmi

General Secretary
Hayat Warsi

Secretary
Jauhar Amethwi
Anjum Moradabadi

Convener
Mohd. Aslam Siddiqi

Press Secretary
Shaukat Malihabadi

Organiser
Ghulam Kibria Soofi

Dated........15/7/1984 -

مکرم المقام عرفان صاحب!

سلام و رحمت

آج آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا - تعمیل کر رہا ہوں

والد مرحوم حضرت سراج دانی کے سلسلے میں مطلوبہ معلومات یہ ہیں -

حضرت سراج دانی، خلف الرشید حضرت مولانا سید شاہ [illegible] قادری

سنہ ولادت ۱۹۰۵ء لکھنؤ وفات ۶ جون ۱۹۸۳ء لکھنؤ —

مرض الموت - فالج - تدفین - عیش باغ (لکھنؤ)

ورثا - حیات دانی، تاج دانی (جدہ میں مقیم) اعجاز دانی (مقیم [illegible])

آفتاب دانی، تین صاحبزادیاں —

مطبوعات - سراج نامہ، نذرانہ (مجموعۂ نعت) تضمین دیوان غالب

اور سراج غزل -

غیر مطبوعہ - تضمین "نعت گویان ہند" تضمین حدائق بخشش،

سراپا، اور نعت و منقبت -

امید ہے کہ ان شاء اللہ کافی ہوگا

آپ کا

[illegible] دانی

(عطیہ جناب عرفان عباسی)

سید خضر برنی

سید خضر برنی (برن) بلند شہر کے ایک معزز گھرانے میں ۱۵
جولائی ۱۹۰۸ء کو پیدا ہوئے وہیں ابتدائی تعلیم وتربیت حاصل کی۔
آٹھ سال کی عمر میں سایہ پدری سے محروم ہوکر ایک عزیز کے پاس مالیر کوٹلہ
چلے گئے وہاں نویں درجہ تک پہنچ کر باقاعدہ اسکولی تعلیم کا سلسلہ
منقطع ہوگیا لیکن نامساعد حالات کے باوجود وہ ذاتی مطالعہ و
محنت سے علمی استعداد میں اضافہ کرتے رہے۔ فدا گلاوٹھی، ناطق
گلاوٹھی اور سہا مجددی وغیرہ کی صحبتوں میں شاعری کا چسکا لگا
اور وہ مختلف اصناف سخن پر طبع آزمائی کرنے لگے۔ کلام اخبارات
ورسائل میں شائع ہوتا تھا اس کے علاوہ "گل و آہنگ" "عطر گل"
وغیرہ ان کے شعری مجموعے بھی شائع ہوئے۔ انہیں نثر نگاری اور
صحافت سے بھی دلچسپی تھی۔ ملکی سیاست وتحریک آزادی سے بھی
منسلک رہے۔ انہوں نے دہلی سے "پیغام" "لہریں" ماہنامہ "نگار
خانہ" اور بلند شہر سے ہفت روزہ "غریب" نکالا اور ان کی ادارت
کی۔ نثری تخلیقات میں "قوس و قزح" "تذکرہ شعرائے بلند شہر"
بھی ان کی یادگار ہے۔

جامعہ نگر دہلی میں ۲۸ فروری ۱۹۸۹ء کو مختصر علالت کے
بعد وفات پائی۔

Scanned with CamScanner

شاہ دلگیر اکبر آبادی

شاہ سید نظام الدین دلگیر اکبر آبادی شاہ سید عبدالقادر کے بیٹے تھے۔ ۲۳ فروری ۱۸۸۳ء کو میوہ کٹرہ، آگرہ میں پیدا ہوئے۔ کم سنی میں سایۂ پدری سے محرومی اور نامساعد حالات کیوجہ سے اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں حاصل نہیں کر سکے تھے لیکن نجی طور پر فارسی، اردو و انگریزی پر اتنی دست رس حاصل کر لی تھی کہ اپنے دور کے مشہور دانشور، شاعر، انشا پرداز و صحافی کی حیثیت سے مشہور تھے، عرصہ تک آنریری مجسٹریٹ رہے۔ "آگرہ اخبار"، "نقاد" اور "مفید عام" وغیرہ ان کی ادارت میں نکلتے تھے۔ وہ نیاز فتحپوری اور وصل بلگرامی کے عزیز اور بے تکلف دوستوں میں تھے "نگار" سے بھی وابستہ رہے تھے۔

ذوق شاعری دلگیر کو ورثہ میں ملا تھا۔ ان کے والد بھی اچھے شاعر تھے قیصر تخلص کرتے تھے۔ دلگیر کا شمار بھی قادر الکلام شعرا میں ہوتا تھا۔ ان کا کلام اور مضامین اس زمانے کے مقتدر ادبی رسائل میں بکثرت چھپتے تھے۔ انہوں نے مختلف اصناف کا کافی غیر مطبوعہ کلام بطور یادگار چھوڑا۔

Scanned with CamScanner

دل ہی چارہ ہے یا ترکِ محبت، لیکن
اس پہ راضی نہیں تم، یہ بھی منظور نہیں

اُف ری مایوسی!
ہائے اگر تیرے تغافل و استغنا کی یہی شان قائم رہی تو باور فرمائیے

جان دیدے گا کوئی گھنٹے میں تو کچھ دور نہیں

خدا کے لئے، جواب دیجیے میری حالت سنبھالو، اتنا ہی لکھ بھیجو کہ خطا و قصور ہو گئی؟
جرمِ محبت معاف کر دیا گیا — اور — اور

یہ بھی نہ کر سکو تو —

تمنا کو تم راہ میں منع کر دو
ہماری جان کا پیچھا پڑا ہے
بہ اسباب تحریر یہ مجبور ہوا گو ہمیں نہیں لکھنے دیتا، جبراً ختم کرتا ہوں، مگر
لطف و نگاہِ مرحمت کا امیدوار رہوں گا

تیری نگاہ کو اللہ دل نواز کرے

بہ دستور مجبور
"دلگرفتہ"

دلیپ سنگھ

معروف صحافی ڈرامہ و مزاح نگار دلیپ سنگھ ۲؍جنوری ۱۹۳۲ء کو پیدا ہوئے. تعلیم سے فراغت کے بعد سرکاری ملازمت میں داخل ہوئے اور دسمبر ۱۹۹۲ء تک وزارت خارجہ ہند کے ماہنامہ "انڈیا پرسپکٹیوز" کے چیف ایڈیٹر رہے۔ یہ جریدہ دس زبانوں میں شائع ہوتا ہے اردو رسالہ کا نام "ہندوستانی تناظر" ہے۔ آج کل ٹیلی وژن سیریل لکھنے اور بنانے میں سرگرم ہیں۔ وہ پنجابی اور انگریزی میں بھی لکھتے ہیں. متعدد اداروں سے انعامات و اعزازات بھی حاصل کر چکے ہیں۔

ان کی مطبوعہ تصنیفات "سارے جہاں کا درد" ۔ "گوشے میں قفس" (مجموعے طنزیہ و مزاحیہ مضامین) "نہائی دھوئی رہ گئی"۔ "موم کی گڑیا" (ڈرامے) "انتخاب مضامین فکر تونسوی" "دل دریا" (ناول) "تصویر کا دوسرا رخ" (ٹی وی سیریل) اور زیر اشاعت کتب :- "آوارگی کا آشنا" "تیری سرکار میں پہنچے" ۔ "دوسرا کیول" ۔ "میرے تمہارے" وغیرہ ہیں۔

Scanned with CamScanner

Dalip Singh

59/4 Rajendra Nagar New Delhi 110 060 Phone : 5723913

۱۸ مئی ۔

اسما جی

آداب ۔

آپ کا خط ملا ۔ ایک تصویر

اس خط کے ساتھ میرا بایوڈاٹا ۔

اور نمونہ تحریر منسلک ہے ۔ امید ہے ان سے آپ

کی ضرورت پوری ہو جائے گی ۔ لیکن اگر مزید انفارمیشن

کی ضرورت ہو تو مجھے لکھ دیجئے گا ۔

رحمن دل والے کو میرا سلام کہئے گا ۔

خیر اندیش

دلیپ سنگھ

ذکار اللہ ذکی تالگانوی

شاعر، ادیب وصحافی ذکار اللہ صدیقی ذکی تالگانوی ۲۹ اپریل ۱۹۲۴ء کو موضع تالگاؤں ضلع بدایوں میں ضیاء اللہ صدیقی مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔ مروجہ تعلیم سے فراغت کے بعد محکمہ ٹیوب ویل میں ملازمت کرلی۔ مطالعہ اور شعروادب سے فطری لگاؤ تھا۔ ۱۹۴۵ء سے باقاعدہ شاعری کا آغاز ہوا۔ معروف شاعر ابرار حسنی گنوری کی شاگردی اختیار کی۔ علم نجوم سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ سہ ماہی "ابر" بدایوں سے ان کی ادارت میں نکل رہا ہے۔

تصانیف: "نقوش ہستی"۔ "چند یادگار مشاعرے"۔ "انتخاب احسن" "راز رمل"۔ "علوم نجوم اور انسانی زندگی"۔ وغیرہ

Scanned with CamScanner

شیخ ابراہیم ذوقؔ دہلوی

سپاہی پیشہ شیخ محمد رمضان کے گھر دہلی میں ۱۷۸۸-۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ حافظ غلام رسول سے تعلیم حاصل کی وہ شاعر بھی تھے، شوقؔ تخلص کرتے تھے ان کے یہاں ہمہ وقت شعر و سخن کا چرچا رہتا تھا۔ ذوقؔ ماحول سے متاثر ہوئے اور حصول علم کے ساتھ شاعری کا چسکا بھی بچپن میں ہی لگ گیا۔ شروع میں کلام شوقؔ کو دکھاتے تھے اس کے بعد شاہ نصیر کی شاگردی اختیار کی۔ شاہ نصیر ولی عہد سلطنت بہادر شاہ ظفر کے استاد تھے جب وہ حیدر آباد چلے گئے، تو ذوقؔ کو جو اس وقت تک کافی شہرت حاصل کر چکے تھے استادی کا شرف بخشا ذوقؔ نے انہیں اپنی خداداد صلاحیت اور قابلیت سے بہت متاثر کیا اور خاقانی ہند کا خطاب حاصل کر لیا۔ اپنے دور کے ممتاز اساتذہ میں شمار ہوتے تھے قصیدہ نگاری میں انہیں کمال حاصل تھا۔

۱۵ اکتوبر ۱۸۵۴ء کو انتقال کیا۔

تصنیفات:۔ "دیوان ذوقؔ"۔ "انتخاب غزلیات ذوقؔ"۔ "قصائد ذوقؔ"، (دیوان ذوقؔ مشرح" کے علاوہ کئی شرحیں (مولوی عنایت اللہ) شائع ہو چکی ہیں)

ذوق دہلوی کی تحریر کا نمونہ
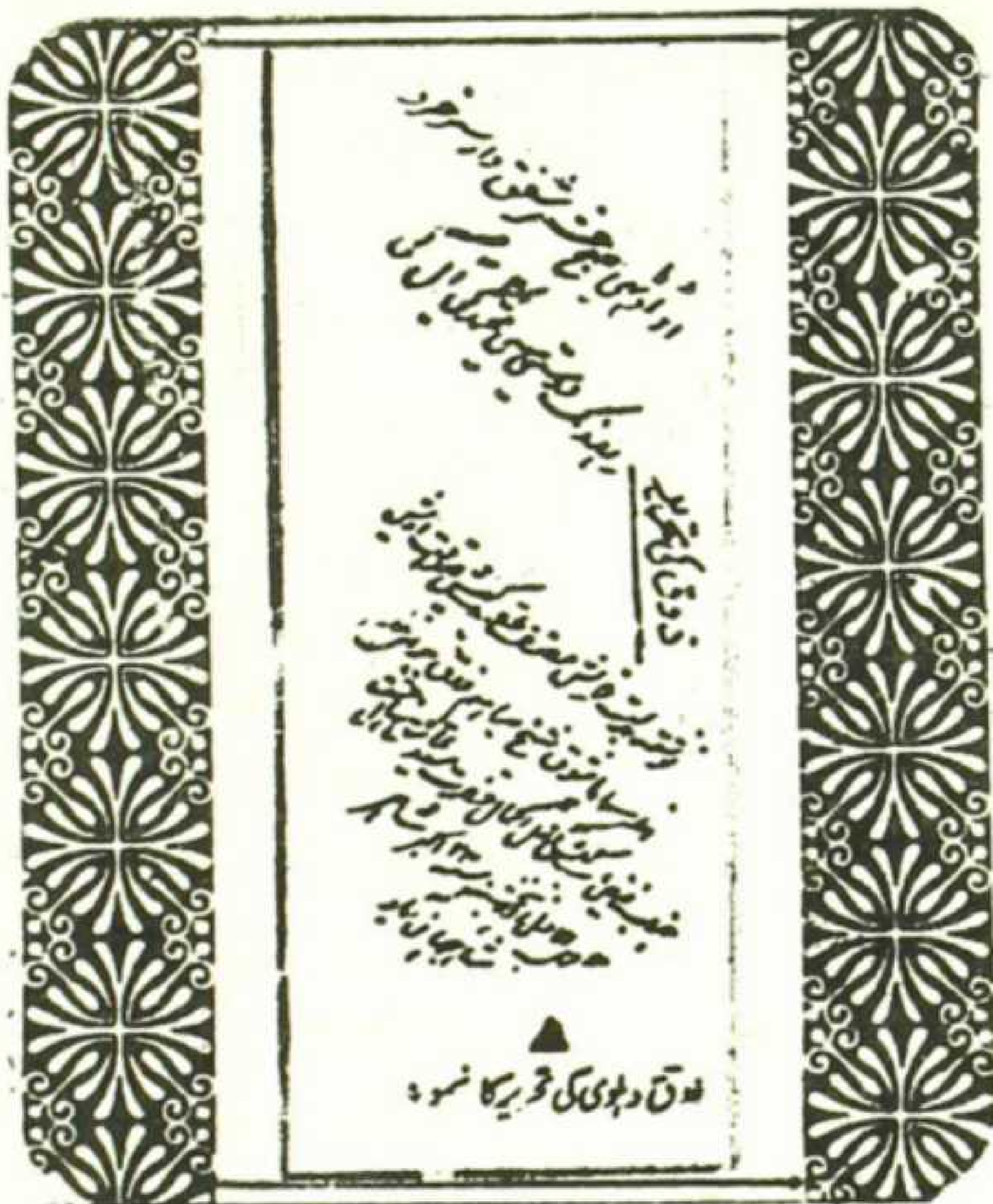
رام بابو سکسینہ

کایستھ سکسینہ خاندان میں ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے جس میں علم وادب کا چرچا تھا۔ تعلیم یافتہ کایستھ گھرانوں میں فارسی واردو کی تعلیم دی جاتی تھی اسی نہج پر رام بابو کی تعلیم کا آغاز ہوا تھا پھر ایم۔اے ایل ایل بی تک اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ صوبائی سول سروس میں منتخب ہوئے اور متعدد اضلاع میں بحیثیت ڈپٹی کلکٹر تعینات رہے۔ بلا کے ذکی، فہیم، سابق ادب، محب اردو اور محقق تھے۔ اردو ادب کی تاریخ انگریزی میں لکھنے کا اہم کارنامہ انجام دینے کے ساتھ قدیم فارسی واردو مخطوطات، شعراء کا غیر مطبوعہ کلام اور تصاویر وغیرہ کی تلاش وجستجو اور ان کی اشاعت ان کا اہم مشغلہ تھا۔

"تاریخ ادب اردو" (بخط انگریزی) (ترجمہ اردو مرزا محمد عسکری) "اردو ادب جدید" ۔ "اشارت وروایت" ۔ "یورپین وانیگلوانڈین اردو شعرا کا تذکرہ" ۔ "اردو شعرا کا مرقع" ۔ "فارسی واردو شعرا کا کلام (ہندی)" ۔ "مثنویات میر وخط میر" وغیرہ مشہور تصنیفات وتالیفات اور ان کی ادبی یادگاریں ہیں۔

۱۹۵۷ء میں وفات پائی۔

Scanned with CamScanner

رام لعل نابھوی

نابھا (پنجاب) کے متوسط الحال علمی و ادبی گھرانے میں ۱۶ ستمبر ۱۹۱۸ء کو پیدا ہوئے میٹرک تک تعلیم حاصل کی اور سرکاری ملازمت کرلی. متعدد مقامات پر خدمات منصبی انجام دیکر ہریانہ سے ریٹائر ہوئے۔ لکھنے پڑھنے کا ذوق انہیں اجداد سے ورثہ میں ملا تھا- ان کے والد حکیم ہری داس صابر اپنے دور کے اچھے شاعر تھے۔ رام لعل نے زمانہ طالب علمی میں ہی خاکہ سے نثر نگاری کا آغاز کیا اس کے بعد مختلف موضوعات پر تقریباً دو سو مضامین لکھے مقتدر رسائل میں شائع ہوئے اور ٹی۔وی و ریڈیو سے نشر ہوئے۔ ادبی خدمات کے سلسلے میں متعدد اداروں نے انعامات و اعزازات سے نوازا- ٹیلیویژن، ریڈیو اور کئی سرکاری و غیر سرکاری کمیٹیوں و انجمنوں سے وابستہ رہے۔ نادر و نایاب ذخیرہ کتب کے مالک ہیں- ہندی، اردو، پنجابی اور انگریزی میں لکھتے ہیں. انکے کئی مضامین کا دوسری زبانوں میں ترجمہ بھی ہوا ہے۔

تصنیفات، تالیفات و تراجم } "تبسم"۔ "آم کے آم"۔ "ترلوک چند محروم"۔ "پوتر پاپی"۔ "چکبست" وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

رام لعل نابھوی کا تاثر

اردو ادب میں کچھ مقتدر ناموں کا بار بار ذکر ہو رہا ہے ۔ کچھ نئے مضامین دہرائے جا رہے ہیں ۔ اور کچھ مقتدر ہستیوں کا نام تک کوئی نہیں لیتا ۔

مرزا غالب کے ایک شاگرد نے عربی مصادر پر ضخیم جلدیں لکھی ہیں ۔ عربی میں نظم لکھی ہے ۔ بوستان ۔ گلستان ۔ انوار سہیلی پر منظوم اردو تراجم شائع ہیں ۔ لیکن کوئی ذکر نہیں ۔

داستان ۔ غزل زیر بحث آتے ہیں ۔ انشائیہ کا کوئی ذکر نہیں ۔

رام لعل نابھوی
۱۷ مئی سنہ ۱۹۹۳ء

رتن سنگھ

آنجہانی سردار پرتاپ سنگھ کے گھر قصبہ داوُود تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ میں ۱۵ نومبر ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیمی مراحل طے کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے انٹر اور کے۔ کے۔ وی کالج (لکھنؤ یونیورسٹی) سے بی۔ اے کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ پہلی ملازمت مخلپور اسٹور لاہور میں کی۔ ۱۹۴۷ء سے ڈی۔ آر۔ ایم۔ آفس لکھنؤ سے وابستہ رہے۔ ۱۹۶۲ء میں آل انڈیا ریڈیو سے منسلک ہوئے اور ۱۹۸۵ء میں سری نگر کے اسٹیشن ڈائریکٹر کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔ رتن سنگھ کی ادبی زندگی کا آغاز ۱۹۵۲ء میں ہوا تھا جس کا سلسلہ جاری ہے۔ اخبارات و رسائل میں شایع شدہ تخلیقات کے علاوہ اب تک آٹھ کتابیں شایع ہو چکی ہیں جن میں "پہلی آواز" - "پنجرے کا آدمی" - "مانگ موتی" - "اشلوک شیخ فرید" - "صبح کی پری" وغیرہ شامل ہیں۔ کہانی کار کی حیثیت سے ملک گیر شہرت کے مالک ہیں۔

Scanned with CamScanner

پیارے صاحب رشید لکھنوی

نام مصطفےٰ مرزا۔ تخلص رشید عرفیت پیارے صاحب۔ مولد
و مسکن لکھنؤ۔ احمد میرزا صابر کے بیٹے۔ عشق و تعشق کے بھتیجے اور
میر ببر علی انیس کے نواسے تھے۔ ۵ر مارچ ۱۸۴۶ء کو پیدا ہوئے۔
نانہالی و دادھیالی بزرگوں کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی۔ باپ
و چچا سے فنی استفادہ کیا اور غزل گوئی و مرثیہ نگاری میں شہرت
حاصل کی۔ ان کی شاعری میں دونوں خاندانوں کے نامور شعرا کے
اثرات موجود ہیں۔ غزل گوئی کے علاوہ مرثیہ خوانی میں بھی مشہور
تھے ملک کے مختلف گوشوں میں منعقد ہونے والی اہم مجالس میں
احترام کے ساتھ مدعو کئے جاتے تھے۔ بڑی تعداد میں تلامذہ نے
ان سے کسب فیض کیا تھا جن میں بیشتر کا شمار اساتذۂ سخن میں
کیا جاتا ہے۔ ۲ر ستمبر ۱۹۱۶ء کو وفات پائی۔

"مراثی رشید"، "خمخانہ خلد" وغیرہ ان کی ادبی
یادگاریں ہیں۔

Scanned with CamScanner

رضا نقوی واہی

سید محمد رضا نقوی نام۔ قلمی نام رضا نقوی واہی یکم فروری ۱۹۱۵ء (سرکاری اندراجات کے مطابق) کو کھجوا ضلع سیوان بہار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مڈل اسکول میں اور ہائی اسکول تک پٹنہ کے کالجیٹ اسکول میں ہوئی۔ انٹرمیڈیٹ پٹنہ کالج سے کرنے کے بعد صدنی کمرشیل کالج (کلکتہ یونیورسٹی) سے کامرس کا ڈپلومہ حاصل کیا اور ۱۹۳۷ء میں بہار لیجس لیٹو اسمبلی سکریٹریٹ میں آفیشل رپورٹر کی حیثیت سے ملازمت شروع کی۔ اسسٹنٹ سکریٹری کے عہدے تک ترقی کرکے ۱۹۷۴ء میں سبکدوش ہوئے۔

شاعری کا آغاز روایتی سنجیدہ شاعری سے ہوا تھا جو جلد ہی ظریفانہ رنگ میں تبدیل ہوگئی۔ طنز و مزاح گو کی حیثیت سے ملک گیر شہرت کے مالک ہیں۔ ادبی خدمات کے صلے میں متعدد اردو اکادمیوں اور سرکاری و غیر سرکاری اداروں سے انعامات و اعزازات حاصل کر چکے ہیں۔ ان کے آٹھ مجموعے "واہیات"، "طنز و تبسم"، "نشتر و مرہم"، "کلام نرم و نازک"، "نام بنام"، "متاع واہی"، "شعرستان واہی"، "منظومات واہی" اور "چٹ پٹی نظمیں" وغیرہ شایع ہوئے ہیں۔ رانچی یونیورسٹی ان کے فکر و فن پر تحقیقی مقالہ لکھنے والے کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری بھی دے چکی ہے۔

Scanned with CamScanner

مختصر ترین ظریفانہ نظم

بعنوان

غالب صدی

"اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے"
یعنی اردو کے شغل کا حال اچھا ہے

بات کرنی سہی لیکن ہمیں کہنے دیجیے
"دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے"

جشنِ غالب نے جو بخشی ہے ذرا سی رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے"

(۱۹۷۷ء میں لکھنؤ کے ایک طرحی مشاعرے میں پڑھی گئی۔)

رضا نقوی واہی

۲۵ اگست ۱۹۹۲ء

رفعیہ منظور الامین

محمد عبدالحمید صاحب کے گھر ۲۵ جولائی ۱۹[illegible]ء کو حیدر آباد دکن میں پیدائش ہوئی۔ گورنمنٹ نارمل اسکول و ویمنس کالج، عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد میں تمام تر تعلیم حاصل کر کے بی۔ایس۔سی کی ڈگری لی۔ ان کا شمار ان درس گاہوں کی نہایت ذہین و ہونہار طالبات میں ہوتا تھا۔ سائنس کے علاوہ انہیں فنون لطیفہ، مصوری و مجسمہ سازی وغیرہ سے بھی دلچسپی تھی۔ اساتذہ میں ان کی درس گاہوں کی معلمات کے علاوہ فائن آرٹ اور مصوری کے استاد سالم بن سعید اور مجسمہ سازی کے استاد محمد عثمان بھی شامل تھے۔ رفعیہ کی ادبی زندگی کا آغاز کالج میگزین کی ادارت سے ہوا تھا پھر مختلف رسائل وغیرہ کے لئے مضامین و کہانیاں لکھنے لگیں جن کی تعداد تقریباً ۳۰۰ تک پہنچ چکی ہے۔

تصنیفات:۔ "خبر رسانی کے طریقے" ۔ "سائنسی زاویئے" ۔ "سارے جہاں کا درد" ۔ "عالم پناہ" (ناول) "دستک سی درِ دل پر" (افسانے) "کھیل کھیل" (ریڈیائی ڈرامے) "جستجو" (افسانے) "آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے" ۔ "عالم پناہ" (ہندی) ان میں کئی تصنیفات کے متعدد ایڈیشن شایع ہو چکے ہیں۔

Tele: 225145

Rafia Manzurul Amin

3B FAIRVIEW
Road No 7
Banjara Hills
Hyderabad (A.P.

مکرمی عباسی صاحب

تسلیم -

آپکا عنایت نامہ مورخہ ۱۲.۵.۹۳ نظر نواز ہوا - حسب الحکم میں اپنے بارے میں مطلوبہ معلومات منسلک کاغذوں میں فراہم کر رہی ہوں - ساتھ ہی اپنی پاسپورٹ سائز کی تصویر اور مطبوعہ کتاب "سائنسی زاویے" کی ایک کاپی بھی -

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے - فقط

ناچیز
رفیعہ منظور الامین

(مکتوبہ جناب عرفان عباسی)

عطاء الرحمن خاں رندؔ رحمانی سیتاپوری

حاجی اسد اللہ خاں کے بیٹے تھے۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو سیتاپور میں پیدا ہوئے۔ انٹرمیجیٹ تک تعلیم سیتاپور میں حاصل کی اور وہیں ایچ۔ٹی۔سی کی ٹریننگ کر کے سند لی اور "منشی" و "ادیب کامل" کے امتحانات بھی پاس کیے۔ ۱۹۶۴ء میں کانپور کارپوریشن کے شعبۂ تعلیم میں بحیثیت استاد ملازمت کر لی اور عرصہ تک اس سے وابستہ رہے۔ شعر و ادب سے فطری لگاؤ تھا۔ زمانۂ طالب علمی سے شاعری اور ادبی سرگرمیوں کا آغاز ہو گیا تھا۔ کانپور کے قیام میں علمی و ادبی حلقوں میں نمایاں ہوئے۔ نظم و نثر دونوں سے دلچسپی تھی۔ کلام و مضامین ادبی جرائد میں شائع ہوتے تھے۔ "بزم ادب" سیتاپور کے سکریٹری اور جگر اکادمی کانپور کے سرگرم رکن تھے۔ ان کے اہتمام میں ماہنامہ "رگ و سنگ" کانپور کے کئی اہم خصوصی نمبر شایع ہوئے۔ ماہنامہ "زبان ہند" کے شعبۂ ادارت سے بھی منسلک رہے تھے۔

۱۹ دسمبر ۱۹۸۳ء کو انتقال ہو گیا۔ تدفین آبائی قبرستان سیتاپور میں ہوئی۔

ماہنامہ "زبانِ ہند"
۸۸/۸۹ چمن گنج، کان پور ۲۰۸۰۰۱
۲۰ر اگست
۱۹۸۱ء

مخلوص پیکر سلامت، ماہنامہ "شعاعِ ادب" سیتاپور کا "اعجاز نمبر"[1] مل گیا ہوگا۔ آپ کی
رائے نہیں معلوم ہوئی۔ میاں مست[2] سلمہٗ نے تھوڑی سی لاپرواہی کی۔ اگر گٹ اپ پر توجہ دیتے تو
دیدہ زیب ہونے کی وجہ سے زیادہ مقبول ہوتا۔ ترتیب و تدوین میں کوئی کمی نہیں ہے
مجموعی حیثیت سے غیر معیاری نہیں کہا جا سکتا۔ یہ تو میری رائے ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے
یہ جاننا چاہوں گا۔

ماہنامہ "زبانِ ہند" کانپور سالِ گذشتہ کی طرح امسال بھی سالنامہ شائع کرنے
جا رہا ہے۔ ایک عالی نقاد کی وجہ سے میری دلی خواہش ہے کہ آپ بھی اپنی تخلیق
ارسال فرما کر اس کارواں میں شریک ہوں۔
یقین ہے کہ ہماری درخواست صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی۔ ہمیں آپ کا مکمل طور پر قلمی تعاون
خاص طور پر سالنامہ کے لئے ضرور حاصل ہوگا۔
میرے لائق کوئی خدمت ہو بلا تکلف تحریر فرمائیں۔
خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔

آپ کا اپنا "رند" رحمانی سیتاپوری
مدیر اعزازی

(مکتوب الیہ محمود احمد ہنر مرحوم)

۱۔ ڈاکٹر اعجاز نقوی مرحوم (لاہور)

۲۔ مست رحمانی

زبیر رضوی

سید زبیر احمد رضوی امروہہ ضلع مراد آباد کے ایک معزز سادات، دینی و ادبی خانوادے کے فرد سید محمد رضوی مرحوم کے بیٹے ہیں۔ ۱۹۳۶ء (اسکولی سند کے مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۳۵ء) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عربی فارسی مدرسہ چلّہ امروہہ و امام المدارس امروہہ میں پڑھنے کے بعد حیدر آباد دکن سے ہائر سکنڈری اور دہلی کالج و دہلی یونیورسٹی سے بی۔ اے اور ایم۔ اے کی سند لی۔

فکر معاش دامن گیر ہوئی تو ہمدرد دواخانہ دہلی میں دس بارہ ملازمت کی پھر آل انڈیا ریڈیو سے بحیثیت اسکرپٹ رائٹر منسلک ہوئے اور فرائض منصبی انجام دیتے ہوئے اسٹیشن ڈائرکٹر کے عہدہ تک ترقی کرکے سبکدوش ہوئے۔ شعر و ادب سے فطری لگاؤ رہا۔ شروع سے ہی حسن کلام و حسن ادا سے شعری محفلوں کو زیر و زبر کرنے لگے تھے جلد ہی ہم عصر شعرا کی صف اول میں مقام حاصل کرلیا۔ وہ تمام اصناف شاعری پر طبع آزمائی کرتے ہیں اور داد و تحسین سے جھولیاں بھرتے ہیں۔ لیکن غزل و گیت ان کا خاص میدان ہے۔ موسیقی سے بھی لگاؤ ہے اور نثر میں بھی ان کے متعدد ڈرامے اور فیچر ملک گیر شہرت حاصل کرچکے ہیں۔

Scanned with CamScanner

پروفیسر ساجدہ زیدی

ساجدہ زیدی سید مستحسن زیدی، بار ایٹ لا، کے گھر میرٹھ میں سنہ ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئیں۔ بی۔ اے، بی۔ ایڈ و ایم۔ ایڈ کی اسناد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے حاصل کر کے درس و تدریس کے پیشہ میں داخل ہوئیں۔ سنہ ۱۹۵۵ء میں شعبہ تعلیمات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لکچرر، ۱۹۷۰ء میں ریڈر اور ۱۹۷۷ء میں پروفیسر ہوئیں

شعر و ادب کا ذوق انہیں ورثہ میں ملا۔ مولانا الطاف حسین حالی ان کے پر نانا۔ سید محمد حسین شوق دادا۔ خواجہ غلام السیدین ماموں اور خوش فکر شاعرہ فاطمہ زیدی ان کی والدہ تھیں۔

ساجدہ زیدی کو نظم و نثر دونوں سے دلچسپی ہے۔ انہوں نے شاعری کے علاوہ مختلف موضوعات پر مضامین و ڈرامے وغیرہ بھی لکھے ہیں لیکن بحیثیت شاعرہ مقبول ہیں۔

"جوئے نغمہ"۔ "آتش سیال"۔ "سیل وجود" وغیرہ ان کے مشہور شعری مجموعے ہیں۔

Scanned with CamScanner

سید ساغر مہدی بہرائچی

بہرائچ (یوپی) کے معزز سادات گھرانے کے فرد سید خورشید حسین کے بیٹے تھے۔ ۱۹۳۶ء میں محلہ سید واڑہ بہرائچ میں پیدا ہوئے مقامی گورنمنٹ انٹر کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہیں مہاراج سنگھ کالج میں اردو استاد کی حیثیت سے تقرر ہو گیا اور آخر تک اسی سے وابستہ رہے۔

ادبی ذوق اور موزونئ طبع مادر فطرت نے عطا کیا تھا۔ زمانہ طالب علمی میں ہی شاعری و مضمون نگاری کا آغاز ہو گیا تھا۔ ابتدا میں کلام پر شوق بہرائچی سے اصلاح لی تھی پھر عقل سلیم کی رہنمائی میں اپنی راہیں خود متعین کیں اور جلد ہی خوش فکر و باصلاحیت نوجوان شاعر کی حیثیت سے شہرت حاصل کر لی۔ تمام اصناف شاعری پر طبع آزمائی کرتے تھے۔ شعری مجموعہ "دیپانجلی" اور نثری مضامین کا مجموعہ "تحریر و تحلیل" (۱۹۷۴ء) شائع ہوا تھا۔ ادبی سفر جاری تھا کہ ۴۴ سال کی عمر میں ۳۰ر دسمبر ۱۹۸۰ء کو شدید قلبی دورہ میں وفات پائی۔

Scanned with CamScanner

ساغر نظامی

ضلع علی گڑھ میں ۲۱ر دسمبر ۱۹۰۵ء کو ولادت ہوئی۔ صمد یار خاں نام تھا۔ ڈاکٹر احمد یار خاں کے بیٹے تھے۔ علمی و ادبی شوق بچپن سے تھا۔ شروع میں رسالہ "پیمانہ" کے شعبۂ ادارت میں شامل ہوئے اس کے بعد ماہنامہ "مستقبل"، "علی گڑھ سرپنچ"، "استقلال" اور ماہنامہ "ایشیا" اپنی ادارت میں نکالے۔ یہ رسالہ پہلے میرٹھ سے نکلا پھر بمبئی سے نکالا۔ متعدد ناول و افسانے بھی لکھے۔ کچھ دن فلم انڈسٹری سے وابستہ رہے اس کے بعد آل انڈیا ریڈیو میں ملازمت کر لی اور مدت ملازمت پوری کر کے سبکدوش ہوئے۔

ساغر بچپن ہی سے شعر و ادب سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ شاعری میں سیماب اکبر آبادی کے شاگرد تھے اور ممتاز شعرا میں شمار کئے جاتے تھے۔ وہ اپنی موضوعاتی نظموں اور گیتوں سے ملک کے مختلف گوشوں میں منعقد ہونے والے مشاعروں کے سامعین کو مسحور کر کے داد و تحسین سے جھولیاں بھرنے میں ملکہ رکھتے تھے اور علمی، ادبی، سیاسی و سماجی حلقوں میں مقبول تھے۔ حکومت ہند نے انہیں "پدم بھوشن" کا خطاب دیا تھا۔

طویل علالت کے بعد ۲۷ر فروری ۱۹۸۴ء کو دہلی میں وفات پائی۔

تصنیفات { نثری:۔ "افسانہ ثریا"، "دلہن کی کانفرنس"، "کہکشاں"
شعری:۔ "بادۂ مشرق"، "صبوحی"، "انارکلی"، "نہرو نامہ"، "مشعل آزادی"، "شکنتلا"، "شبابیات" وغیرہ۔

Scanned with CamScanner

Saghar Nizami
D II/359, Pandara Road
New Delhi - 110003.
Tel: - 384623.

6.10.90

مکرمی سلامِ مسنون

تسلیم

خراجِ گرامی

کسی کتاب میں اندراج نہیں ہوں کہ "مشعلِ آزادی" کے بارے میں آپ کو بھیج سکوں لیکن آپ اپنی
مگر یہ روز مرہ کی بات ہے۔ کچھ دل کی تحقیق کی بنا پر یہ بھی آزادی کی ... اپنی خیریت
معلوم ہوتی رہے۔

ساقیا یاں چل رہی ہے چل چلاؤ

بہرحال اپنی خیریت سے بھی آگاہ فرمائیے۔ اور مشعلِ آزادی کے بارے میں دو مختصر ہی سہی
اپنی رائے درج فرما کر ممنون فرمائیے۔ اس سلسلے میں بزرگوں اور خوردوں کو ذہن میں رکھیں میری نظر
میں نقد و نظر کی بڑی اہمیت ہے۔ امید کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔

آپ کا مخلص

ساغر نظامی

عبدالمجید سالک

مولانا عبدالمجید سالک منشی غلام قادر، سکریٹری میونسپل، پٹھان کوٹ کے گھر ۱۳ر دسمبر ۱۸۹۴ء کو بٹالہ میں پیدا ہوئے۔ مڈل پٹھانکوٹ میں اور انٹرنس بٹالہ سے پاس کر کے بی۔ اے تک تعلیم حاصل کی۔ شروع میں ریلوے اکاؤنٹس میں ملازمت کر لی پھر "تہذیب نسواں" "پھول" اور "زمیندار" کے ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۲۷ء میں اپنا مشہور اخبار "انقلاب" جاری کیا جس نے دنیائے ادب میں اہم مقام حاصل کیا۔ سالک کا شمار اردو و فارسی کے شاعر، صحافی، مقرر اور اچھے صحافیوں میں ہوتا تھا۔ ان کی کثیر تصنیفات میں "راہ و رسم منزل ہا"۔ "چمپا" (افسانوی مجموعہ)" قصر ساحل "۔ "نیا چاند"۔ "سیاحوں کی کہانیاں" "ایجادات"۔ "چترا"۔ "خودکشی کی انجمن"۔ "دانایان فرنگ"۔ "آئین حکومت"۔ "قدیم تہذیبیں"۔ "راجہ کا ہیرا" وغیرہ مشہور ہیں۔

Scanned with CamScanner

نگار ہوٹل۔ کراچی

۱۲ مئی۔

جناب مکرمی نور صاحب۔ السلام علیکم

گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ آپ کی نوازش و مرحمت کا بے حد شکرگزار ہوں۔ اس وقت بجیہ نور صاحب اور ڈاکٹر منیر محمد صاحب میرے پاس ہی تشریف رکھتے ہیں۔ چونکہ بعض مجبوریاں ہیں۔ جن کی وجہ سے ابھی تعمیل ارشاد دشوار ہے۔ اسلیئے فی الحال اس دعوت طعام کو ملتوی کر دیا جائے۔ انشاءاللہ پھر کسی دن امتثال امر کیا جائے گا۔

ایک دفعہ پھر آپ کی نوازش اور قدر افزائی کا شکریہ۔ اور ازراہ کرم بجیہ صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے ممنون و متشکر ہے۔

سالک

Scanned with CamScanner

عبدالسلام سلام مچھلی شہری

سلام مچھلی شہری قصبہ مچھلی شہر ضلع جونپور میں یکم جولائی ۱۹۲۰ء کو پیدا ہوئے والد کا نام عبدالرزاق تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد قرآن شریف حفظ کیا پھر مڈل کے امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد فاربس ہائی اسکول فیض آباد میں ہائی اسکول تک تعلیم حاصل کی اور نجی طور پر اردو کے کئی امتحانات پاس کئے۔ ملازمت کا آغاز الہ آباد یونیورسٹی کے شعبۂ علوم مشرقیہ کے کتب خانہ سے ہوا تھا اس کے بعد بی بی سی لندن و آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہو کر کشمیر، لکھنؤ و دہلی میں تعینات رہے۔ ترقی پسند تحریک سے متاثر تھے۔ شعر و ادب میں نئی راہیں اپنا کر نظم معریٰ کی طرف راغب ہوئے اور آزاد نظم میں امتیازی حیثیت حاصل کر لی۔ ان کی مجموعی ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے حکومت ہند نے ۱۹۷۳ء میں پدم شری کا خطاب دیا تھا۔ اچھے نثر نگار بھی تھے مختلف موضوعات پر مضامین کے علاوہ کئی نثری تصانیف بھی ان کی یادگار ہیں۔

۱۹ر نومبر ۱۹۷۳ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔

شعری مجموعے :۔ "پھول" ۔ "وسعتیں" ۔ "پائل" وغیرہ

نثری تصانیف :۔ "بازو بند کھل کھل جائے" ۔ "تین ہیرے" اور "اجنتا کی گونج" وغیرہ مطبوعہ ہیں۔

Scanned with CamScanner

"Salaam" Machhlishehri
(PADMA SHRI)

PRODUCER (Spoken Word)
EXTERNAL SERVICES DIVISION
(URDU SERVICE)
ALL INDIA RADIO, NEW DELHI-1
Phone: 385411/590, 498, 573
Residence:
A/17, Pandara Road 'E' Type Flats,
New Delhi-3.

29.x.73

Personal

برادرِ عزیز : عید مبارک۔

میں نے تو سنا تھا کہ تم بھی کسی مشاعرے کے سلسلے میں گئے ہوئے ہو
اچھا کہ تم بزمِ شام اودھ ہی میں ہو۔ تمہارا ۲۶ اکتوبر کا خط
ابھی ابھی ملا۔ تم نے یاد کیا، تمہاری محبت۔

اگر میری طبیعت ویسی ہی رہی جیسی کہ ہے، تو میں اکبری صاحب کے مشاعرے میں
انشاء اللہ ضرور شرکت کروں گا۔ پروگرام اور تفصیل کمال کرتے
ہو۔ ظاہر ہے، آجاؤں گا، اپنا گھر ہے، تم لوگ اپنے ہو۔ اب
تو میں نے وعدہ کر لیا ہے اور کیا کہہ سکتا ہوں؟

حفیظ سے بات کر لوں گا، مگر آپ نہیں ہیں جو کہتا ہوں، وہ کرتا ہوں، کم سے کم
کوشش ضرور کرتا ہوں۔ تمہارے سلسلے میں بعض کام میرے ذہن میں ہیں۔
ذرا مکمل طور پر صحت یاب ہو لوں۔

عزیز اندوری میرے چھوٹے بھائی کی طرح ہیں، اپنی معصومیت
اور خلوص کی وجہ سے بھی عزیز ہیں۔

تمہارے یہاں سب کو سلام و دعا، سب کو عید مبارک ہو

تمہارا
سلام بھائی

سری نواس لاہوٹی

ترقی پسند ادیب، صحافی، مجاہد اردو، سرگرم عوامی لیڈر، مجاہد آزادی، سیاست دان اور کمیونسٹ رہنما سری نواس لاہوٹی ۲۲ر فروری ۱۹۲۲ء کو پیدا ہوئے تھے۔ زمانہ طالب علمی سے ہی مختلف عوامی تحریکوں سے وابستہ رہے۔ عرصہ تک کانگریس میں رہ کر جنگ آزادی میں حصہ لیا پھر کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہو گئے۔ اردو ہندی دونوں زبانوں کے شیدائی تھے۔ آخر تک انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش و انجمن ترقی اردو ہند (دہلی) کے سرگرم معاون رہے قاضی عبدالغفار مرحوم کے ساتھ روزنامہ "پیام" میں کام کیا اور "رعیت"، "چراغ"، "گجر" اور "سنگم" وغیرہ رسائل کے اہم مضمون نگار رہے۔

۲۹ر مئی ۱۹۹۲ء کو وفات پائی

"یہ لوگ" (خاکے)۔ ہندی اردو ڈکشنری (نقش فرہنگ) وغیرہ ان کی ادبی یادگاریں ہیں۔

Scanned with CamScanner

سلامت علی مہدی

گرم لہجہ صحافی، ادیب، سیاسی و سماجی کارکن، ناول وافسانہ نگار، مترجم، پرجوش مقرر، ذاکر، تاجر، ہمہ جہت شخصیت کے مالک، پرخلوص وحوصلہ مند انسان سلامت علی مہدی لکھنؤ کے ایک تاجر گھرانے کے فرد تھے۔ انہوں نے لاتعداد مضامین، افسانے اور رومانی وجاسوسی ناول لکھے جن میں سے بیشتر دوسروں کے ناموں سے شائع ہوئے۔ انہوں نے لکھنؤ میں "پرواز بک ڈپو" کے نام سے طباعتی ادارہ قائم کیا تھا جس کے اہتمام میں خود ان کے اور دوسرے ادبا کے متعدد ناول وغیرہ شائع ہوئے۔ سلامت علی مہدی نے صحافت کا آغاز روزنامہ قومی آواز سے کیا تھا اس کے بعد سیاست جدید" کانپور۔ "ملت" لکھنؤ، اردو ڈائجسٹ "محراب" اور "آنچل" (دہلی) کی ادارت کی۔ روزنامہ ملت اور محراب و آنچل ڈائجسٹ کے مالک بھی تھے۔ وہ مختلف دوسرے اخبارات ورسائل کے شعبہ ادارت سے وابستہ رہے جن میں" ہما اردو ڈائجسٹ "۔ "شبستان ڈائجسٹ" "ہفت روزہ" عوام" دہلی۔ "اردو ٹائمز" (بمبئی) وغیرہ شامل تھے۔ مہدی چند سفارت خانوں بشمول روسی سفارت خانہ میں ترجمہ کا کام بھی کرتے تھے۔ سیاسیات سے بھی دلچسپی تھی۔ ملک کے اہم سیاسی رہنماؤں سے ان کے ذاتی تعلقات تھے۔ مسلم کی پسماندگی کے خلاف ہمیشہ آواز اٹھاتے رہے۔ انہوں نے پارلیمنٹ کا الیکشن بھی لڑا تھا اور متعدد سیاسی شخصیات کو اپنی پُراثر شعلہ بیانی کے ذریعہ انتخابات میں کامیابی سے بھی ہمکنار کیا تھا۔

۱۰ رجون ۱۹۸۹ء کو لکھنؤ میں وفات پائی۔

Scanned with CamScanner

Salamat Ali Mehdi

KOTHI SHEHZADE ALAM
18, KANGIWALI GALLI, NAKHAS,
LUCKNOW-226003.

DATED 9.9.86

REF. NO.

مکرمی و محترمی برادرم جناب اطہر نبی صاحب

السلام علیکم!

آپ کا ہمدردانہ خط مجھے بہت تاخیر سے ملا کیونکہ میں تقریباً ایک مہینہ سے اب اپنے
آبائی مکان میں نہیں رہتا بلکہ صاحب فراش بالکل بستر پر پڑا ہوا ہوں۔

حسب الحکم میں نے سکریٹری اردو اکیڈمی کے نام ایک درخواست روانہ کر دی
ہے بلکہ دستی طور پر میرے بھائی نے دے دی ہے۔ میں اپنی بیماری کی وجہ سے اتنا
معذور ہو گیا ہوں کہ گھر اور مکان سے باہر نہیں نکلتا۔

اس درخواست کی نقل اور میڈیکل سرٹیفکیٹ (ڈاکٹر سکینہ) کی نقل
کی نقل منسلک ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ آپ کی مخلصانہ کوششوں سے نہ صرف یہ کہ
میری ماہانہ امداد کی رقم میں اضافہ ہو جائے گا بلکہ علاج معالجہ کے لئے یکمشت
مالی امداد بھی مل جائے گی۔

برادرم — آپ کو یہ پڑھ کر حیرت ہوگی کہ میں اضافے اور امداد کے
لئے کئی درخواستیں بھیج چکا ہوں لیکن اکیڈمی پر کارروائی نہیں ہوئی تو الٹا مجھے امداد
کا اب تک نہیں ملا ہے۔

لیکن اب — جبکہ آپ دلچسپی لے رہے ہیں مجھے پوری امید ہے کہ نہ صرف
ماہانہ امداد میں اضافہ ہو جائے گا بلکہ فوری علاج کے لئے یکمشت امداد بھی منظور
ہو جائے گی۔

خدا آپ کو اس کا اجر دے۔

خیر اندیش

سلامت علی مہدی
9-9-86

Scanned with CamScanner

قاضی سلیم

اورنگ آباد (مہاراشٹر) میں ۲۷ر نومبر ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مقامی طور پر حاصل کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی۔ اے اور عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد (آندھرا پردیش) سے ایل ایل بی کیا۔ مہاراشٹر کونسل کے رکن نامزد ہوئے۔ سیاست و شاعری محبوب و مشاغل ہیں۔

مشہور ترقی پسند شاعر ہیں۔ کلام مقتدر رسائل و جرائد میں بکثرت شایع ہوتا ہے۔ مجموعہ کلام "نجات سے پہلے" مطبوعہ ہے۔

Scanned with CamScanner

گرہستی

مٹی کی چار دیواری میں
گھر گرہستی کے چولہے
چولہوں کا ایندھن
جلتے بجھتے ارماں
ارمانوں کا حاصل
صرف جھلستی بوجھل
بوجھل سے بل کھاتی لکیریں
دھنواں دھنواں سے لوگ
دھنواں دھنواں سے لوگوں میں
کیسی سنگت نہ دوری
سنگت ہے اک لمبی عادت
عادت ہے مجبوری

میرے خدا
گھر میرا کب قید ہوا
مٹی کی چار دیواری میں

—

تمامی سلیم

بشکریہ آج کل نئی دہلی

سید علی بلگرامی

بلگرام ضلع ہردوئی میں ۱۰ نومبر ۱۸۵۱ء کو پیدا ہوئے ۔
ڈپٹی سید زین الدین خاں کے بیٹے تھے جو بہار و بنگال میں ڈپٹی کلکٹر
کے فرائض انجام دینے کے بعد حیدر آباد دکن میں اعلیٰ عہدے پر فائز
ہوئے تھے ۔ سید علی شروع سے ہی ذہین، تیز و طرار اور قوی الحافظہ تھے
علوم عربیہ و فارسی اور اردو کی تکمیل کے بعد کیننگ کالج ۔ لکھنؤ میں
پڑھا اور ۱۸۷۴ء میں پٹنہ سے بی ۔ اے کیا جس میں ان کی اختیاری
زبان سنسکرت تھی ۔ ملکی قانون کا مطالعہ کر کے نیٹو سول سروس
میں منتخب ہوئے پھر رڑکی انجینئرنگ کالج میں داخلہ لیا لیکن سر سالار
جنگ بہادر اول نے انہیں طلب کر کے اپنے عملہ میں شامل کر لیا
انگلستان جاتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے اور شاہی درس گاہ معدنیات
میں داخل کر دیا ۔ تین سال میں ایسوسی ایٹ کا امتحان پاس کیا
اور علوم طبقات الارض ، کیمسٹری ، طبیعات ، نقشہ کشی اور جرمن
و فرانسیسی زبانیں سیکھیں ۔ حیدر آباد واپس آ کر انسپکٹر جنرل
معدنیات ، ڈائرکٹر رشتہ تعلیم ، داخلہ سکریٹری و معتمد تعمیرات وغیرہ
جیسے اہم عہدوں پر مامور ہوئے ۔ ۱۸۹۱ء میں کلکتہ سے قانون کی ڈگریاں
حاصل کی ۔ ۱۸۸۳ء میں شمس العلما کا خطاب ملا ۔ ۱۸۸۹ء میں رسالہ الحقائق
حیدر آباد کے چیف ایڈیٹر ہوئے ۔ ۱۹۰۱ء میں حیدر آباد سے ریٹائر
ہونے کے بعد کیمبرج یونیورسٹی میں مرہٹی زبان کے ریڈر مقرر ہوئے ۔
آخری عمر میں ہردوئی (یوپی) میں سکونت اختیار کر لی تھی اور مدرستہ العلوم
علی گڑھ کے کاموں میں سرگرم حصہ لیتے تھے ۔

تاریخ ادب میں سید علی بلگرامی ایک منفرد و بلند مرتبہ مترجم کی
حیثیت سے امتیازی حیثیت کے مالک تھے ۔

"تمدن عرب" ۔ "عربوں کا فن تعمیر"
"تمدن ہند" ۔ "حیدر آباد کے اقتصادی
و ارضی معدنیات" ۔ "فارسی کی قدر و
قیمت بمقابلہ سنسکرت" ۔ "رسالہ در تحقیق
کتاب کلیلہ و دمنہ" وغیرہ فرانسیسی ،
انگریزی و دیگر زبانوں سے ان کے
مشہور تراجم ہیں ۔
۳ مئی ۱۹۱۱ء کو ہردوئی
میں انتقال ہو گیا ۔

Scanned with CamScanner

عاشق حسین سیماب اکبر آبادی

عاشق حسین صدیقی تخلص سیماب وطن آگرہ (اکبر آباد) ۱۸۸۰ء
میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھریلو طور پر حاصل کرکے ہائی اسکول کیا۔
انٹرمیجیٹ کے طالب علم تھے کہ سایہ پدری سے محرومی نے سلسلۂ تعلیم بھی
منقطع کرا دیا۔ حصول علم کا شوق تھا اس لئے ذاتی محنت و مطالعہ
سے عربی، فارسی و اردو زبانوں پر اچھی دسترس حاصل کرلی۔ انہیں تصنیف،
تالیف، صحافت و شاعری سے فطری لگاؤ تھا۔ نثر و نظم دونوں پر قدرت
رکھتے تھے۔ شاعری میں داغ دہلوی کے شاگرد اور خود کثیر التلامذہ استاد
تھے۔ انہوں نے ساری زندگی زبان و ادب کی خدمت میں گزاری۔
اصناف شاعری پر تو استادانہ قدرت رکھتے ہی تھے صحافت و نثر نگاری میں
بھی ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر تقریباً
تین سو کتابیں تصنیف کیں اور لاتعداد نوجوانوں کی علمی و ادبی تربیت
میں نمایاں حصہ لیا وہ اپنے دم سے ایک ادارہ تھے۔ انہوں نے کئی
رسالے و اخبارات "پیمانہ" ۔ "مرصع" ۔ "آگرہ اخبار" اور ماہنامہ
"شاعر" وغیرہ نکالے اور ان کی ادارت کی۔ "شاعر" کی مقبولیت کا
اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ آج تک پابندی کے ساتھ نکل رہا ہے۔
سیماب صاحب نے آخری عمر میں اس کی ادارت اپنے بیٹے اعجاز صدیقی
مرحوم کو سونپ دی تھی اور آگرہ سے بمبئی منتقل ہوگئے تھے اور "شاعر" بھی
وہیں سے نکل رہا ہے۔ اب ان کے پوتے افتخار امام صدیقی مدیر ہیں۔
سیماب تقسیم ملک کے بعد پاکستان گئے تھے وہیں ۳۰ جنوری ۱۹۵۱ء
کو وفات پائی۔

ان کی کثیر شعری و نثری تصنیفات میں "امام حسین" ۔
"بنت الرسول" ۔ "بہشت شداد" ۔ "حیات حالی" ۔ "حیات داغ" ۔
"سوانح غریب نواز" ۔ "راز عروض" ۔
"صبر کا پھل" ۔ "وفا کی دیوی" ۔
"جام کوثر" ۔ "کلیم عجم" ۔ "کار
امروز" ۔ "ساز و آہنگ" وغیرہ
شامل ہیں۔

علی محمد شاد عظیم آبادی

سید علی محمد شاد عظیم آبادی سید عباس مرزا کے گھر ۱۸۴۶ء میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ جید علما و محققین سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی جس میں معمولی انگریزی بھی شامل تھی۔ زبان و بیان پر قدرت اور فصاحت و بلاغت کی وجہ سے انہیں دنیائے ادب میں وقار حاصل تھا۔ ابتدائے شاعری میں چند اساتذہ کو کلام دکھانے کے بعد شاہ الفت حسین فریاد (تلمیذ خواجہ میر درد) کی شاگردی اختیار کی۔ شاد جملہ اصناف شاعری پر طبع آزمائی کرتے تھے لیکن غزل و مرثیہ میں بڑی شہرت حاصل کی۔ اچھے نثار بھی تھے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی گلشن ادب کی آبیاری میں صرف کر کے ۷ جنوری ۱۹۲۷ء کو اس جہان فانی کو خیر باد کہا۔

شعری و نثری تصنیفات: "نکر بلیغ" ۔ "میخانہ الہام" ۔ "مثنوی مادر ہند" ۔ "نغمہ الہام" ۔ "مثنوی مادر وطن" (شعری مجموعے) "حیات فریاد" (سوانح) ۔ "صورت الخیال" (ناول) وغیرہ

حمایت علی شاعر

عثمانیہ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کر کے ۱۹۵۰ء میں پاکستان منتقل ہوئے اور وہاں پاکستان ریڈیو سے وابستہ ہو گئے۔ شاعری سے فطری لگاؤ تھا جلد ہی ان کی وطنی اور اصلاحی نظموں کی شہرت ہو گئی اور پاکستان کے اچھے شعرا میں شمار کئے جانے لگے۔

"آگ میں پھول"۔ "مہران موج" اور "دستک" وغیرہ ان کے مشہور شعری مجموعے ہیں۔ نثری ڈراموں کا مجموعہ "برزخ" بھی چھپ چکا ہے۔ ان کی متعدد نظموں کا انگریزی و دیگر زبانوں میں ترجمہ بھی ہوا ہے۔ قیام کراچی میں ہے۔

Scanned with CamScanner

Himayat Ali Shair

C. B. 45. AL-FALAH SOCIETY
SHAH FAISAL COLONY,
KARACHI-25, PAKISTAN.
Phone: 48 13 22 (Res.)

ہوا کا اعتبار کیا

حمایت علی شاعر

ہوا کا اعتبار کیا
ہوا پہ اختیار کیا
ہوا کا انتظار کیا

اسی ہوا کے لمس سے کھلے تھے پھول چار سو
اسی ہوا کی زد میں بجھ گیا چراغ آرزو
ہوا سے کس طرح کہوں کہ میری زندگی ہے تو

ہوا کا روپ ایک ہے مگر چلن جدا بھی ہے
نظر سے دور ہے مگر — نگاہ آشنا بھی ہے
کبھی ہے سرد جاں لیوا، کبھی گریز پا بھی ہے

میں خوش گمان کہ سانس کی طرح وہ میرے ساتھ ہے
مجھے یقیں کہ اس کے ہاتھ میں ابھی مرا ہاتھ ہے
مگر مجھے خبر نہیں — ہوا، خود اپنی ذات ہے

خدا بھی دلنواز ہے، ہوا بھی دل نواز ہے
خدا بھی بے نیاز ہے، ہوا بھی بے نیاز ہے
خدا بھی ایک راز ہے، ہوا بھی ایک راز ہے
ہوا کا اعتبار کیا

Scanned with CamScanner

محمد حسن پاشا شاعر لکھنوی

شاعر لکھنوی کا آبائی وطن مشہور قصبہ امیٹھی (بندگی میاں) ضلع لکھنؤ تھا لیکن ان کی ولادت ۱۶ر نومبر ۱۹۱۷ء کو لکھنؤ شہر میں ہوئی تھی اور وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ ذوق شاعری خداداد تھا اس پر لکھنؤ کے ماحول اور اساتذۂ سخن کی صحبتوں نے جلا کی اور ان کی باقاعدہ شاعری کا آغاز ۱۹۳۲ء یعنی ۱۵ سال کی عمر میں ہوا۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں پاکستان جا کر کراچی میں آباد ہوئے اور کسب معاش کے لئے ریڈیو پاکستان لاہور سے وابستہ ہو کر "پاکستان ہمارا ہے" کے عنوان سے فیچر لکھتے رہے پھر ادارہ ہمدرد وقف میں ڈویژنل منیجر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور شعری و ادبی سرگرمیاں بھی جاری رہیں۔ جولائی ۱۹۸۹ء میں حرکت قلب بند ہو گئی۔

پہلا شعری مجموعہ "زخم ہنر" بروک بانڈ آف پاکستان کے مالی تعاون ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا تھا۔ ان کی تصانیف میں بچوں کے لئے نظموں کا مجموعہ اور نعت بھی شامل ہے۔

Scanned with CamScanner

سرا بھی نم نہ ہوا آرزو کی چادر کا ۔ سنا یہ تھا کہ بڑا ظرف ہے سمندر کا

کبھی لگے لبِ اظہار پر جو پابندی ۔ تو بول اٹھتا ہے انسان میرے اندر کا

چراغ ایک ہی جھونکے میں بجھ گیا ہوتا ۔ ہوا کو یاد نہ تھا راستہ مرے گھر کا

سفینہ لیکے چلائیں تو ناخداؤں نے ۔ بتا دیا مجھے رستہ کھلے سمندر کا

کھنچا ہوا ہے حصارِ طلسمِ بے مہری ۔ ہمارے شہر میں ہر آدمی ہے پتھر کا

جب آسمانوں سے اترے تو ہم مسافر تھے ۔ زمیں نے ہمیں احساس دے دیا گھر کا

وفا کی نیند سے کس نے جگا دیا شاعر
بکھر گیا ہے مرا خواب زندگی بھر کا

شاعر لکھنوی

کراچی

۵ / ۸ / ۱۹۸۱ء

(عطیہ جناب عرفان عباسی)

شجاع خاور

اردو غزل کو نیا لہجہ اور نئے مضامین کا لباس دینے والے شعرا میں شجاع خاور کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ موجودہ اردو ادب پر وسیع نظر رکھتے ہیں۔ کئی شعری مجموعہ شایع ہو چکے ہیں۔

نام شجاع الدین خاں۔ قلمی نام شجاع خاور۔ تاریخ پیدائش ۲۴ ردسمبر ۱۹۴۸ء (دہلی میں)۔ شاعری کا آغاز ۱۹۶۴ء۔ درسی تعلیم، ایم۔اے انگریزی بمع فارسی و اردو مضامین۔ موجودہ ذریعہ معاش، سرکاری ملازمت (آئی۔پی۔ایس)۔ سابقہ ذریعہ معاش ملازمت بطور لیکچرر انگریزی ادب (دہلی یونیورسٹی) ملازمت بطور لیکچرر انگریزی ادب پنجاب یونیورسٹی۔

تصنیفات مطبوعہ: "اردو شاعری میں تاج محل" ۔ "دوسرا شجر" (طویل نظم) "وادین" (غزلیں و نظمیں) "مصرع ثانی" (غزلیات) "غزل پارے" (منتخب اشعار) زیر طبع: "اشک فارسی" (غزلیات) "بات" (شجاع خاور کی غزلیں)

نجم الدین احمد قدوائی شکیب

مولانا نجم الدین احمد شکیب ندوی مولوی شرف الدین احمد قدوائی مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ یکم اکتوبر ۱۹۲۶ء کو موضع محمد پور تھولینڈی، ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کرنے کے بعد ندوۃ العلما، لکھنؤ میں داخلہ لیا اور تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے ایم۔اے کی سند حاصل کی۔ محکمہ تعلیم یوپی میں بحیثیت اسسٹنٹ ماسٹر تقرر ہوگیا اور مختلف اضلاع کے گورنمنٹ کالجوں کے لاتعداد طالبان علم کو سیراب کیا۔ دورانِ ملازمت ایل۔ٹی بھی کر لیا تھا مدت ملازمت پوری کرکے گورنمنٹ حسین آباد کالج۔ لکھنؤ سے سبکدوش ہوئے۔

علمی، ادبی و شعری ذوق انہیں فطری طور پر ودیعت ہوا تھا۔ اچھے انسان، اچھے شاعر، اچھے ادیب اور نامور مترجم ہیں۔ مختلف موضوعات پر بڑی تعداد میں ان کے مضامین رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

"عربوں کے حملے" (ترجمہ)۔ "کاروان معیشت"۔ "یہ دنیا ہے" "ٹیپو کی سوانح حیات"۔ "مولانا ابوالکلام آزاد۔ ایک مفکر ایک رہنما"۔ "ٹیپو سلطان" (ترجمہ) "افسانے اور کہانیاں"۔ "تم موت کے بعد زندہ رہو گے"۔ "دی عرب" (ترجمہ) وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

Scanned with CamScanner

شمیم جے پوری

جے پور (راجستھان) میں سنہ ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوئے وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ شاعری سے فطری لگاؤ تھا حافظ محمد یوسف عزیز آگاہی کی شاگردی اختیار کر کے شاعری شروع کی۔ اچھا ترنم تھا جلد ہی مشاعروں میں کامیابی حاصل کر لی۔ اس کے بعد میرٹھ میں سکونت اختیار کر کے جگر مراد آبادی و تسکین قریشی وغیرہ سے استفادہ کیا اور معروف شعرا میں شمار کیے جانے لگے۔ ان کے شعری مجموعے "شمیم"۔ "شمیم گل" اور "موج شمیم" وغیرہ ہیں۔

Scanned with CamScanner

۹۲

محترم سلام مسنون

یادآوری کا شکر گزار ہوں

میرے مختصر حالات یہ ہیں کہ جے پور میں ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوا اور

وہیں فارسی کی تعلیم پائی جے پور میں پہلے ادیب الملک جناب

حافظ محمد یونس عزیز آغائی کا شاگرد ہوا اس کے بعد

بمبئی آیا تو ۲۰ سال حضرت شکیل اور حضرت جگر کی سرپرستی

حاصل ہوتی رہی جگر صاحب اور شکیل صاحب سے جہاں

شاعری میں فیض اٹھایا وہاں زندگی کے بارے میں بہت کچھ

حاصل کیا جو آج تک میرا اثاثہ ہے۔ پہلا مجموعہ "شمیم آگہی"

شبیر علی خان نادری نے پیش لفظ لکھا ہے اب دو مجموعے

"شمیم گل" اور "موج شمیم" آرہے ہیں

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

فقط

خاک پائے شکیل و جگر

شمیم جے پوری

۳۰-۹-۹۲

شیخ عبد العلی قدوائی شوق جگوری

قاضی قدوۃ الدین رومی کی اولاد شیخ کاظم علی قدوائی قیس کے گھر قصبہ جگور ضلع لکھنؤ میں ۱۸۵۲ء میں شوق قدوائی کی ولادت ہوئی۔ کم سنی میں سایۂ پدری سے محروم ہوگئے تھے اسلئے اعزہ کے ساتھ متعدد مقامات جگور، اناؤ، رام پور، سہسوان ضلع بدایوں وغیرہ میں عربی، فارسی و اردو میں مہارت حاصل کی اور انٹرنس تک انگریزی کی تعلیم سہسوان میں پائی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں وطن واپس پہنچے اور کئی سال لکھنؤ میں قیام کیا۔ ماحول سے متاثر ہوکر منشی محمد علی خاں اسیر کی شاگردی اختیار کرکے شعری صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے لگے۔ کسب معاش کے لئے کچھ دن فیض آباد میں بعہدۂ تحصیلدار ملازمت کرلی لیکن جلد ہی مستعفی ہوگئے اور لکھنؤ سے اخبار "آزاد" جاری کیا۔ اس کے بعد ریاست بھوپال میں ملازم ہوئے اور نظامت کے عہدہ تک پہنچ کر سبکدوش ہوئے اور آخر عمر میں کتب خانہ رام پور سے وابستہ رہے۔

شوق قدوائی کے ادبی کارنامے اور تاریخ ساز علمی و ادبی خدمات کا احاطہ کرنا مشکل ہے وہ بلند پایہ شاعر، منفرد مثنوی نگار، مصلح زبان، ممتاز ادیب، ناقد، صحافی اور ڈرامہ نگار کی حیثیت سے تاریخ ادب میں اہم مقام کے مالک ہیں۔ کلام و مضامین اپنے زمانہ کے جرائد میں بکثرت چھپنے کے علاوہ دیوان "فیضان شوق"۔ مسدس "لیل و نہار" "مثنوی عالم خیال"۔ مجموعہ مثنوی "ترانہ شوق"۔ مجموعہ مثنوی "گنجینہ نیرنگ خیال" (نظم)۔ ڈراما "قاسم و زہرا" وغیرہ مشہور تصنیفات ہیں۔ تقریباً ۷۳ سال کی عمر پاکر ۲۷ اپریل ۱۹۲۵ء کو وفات پائی۔

Scanned with CamScanner

شوکت علی

مولانا شوکت علی رام پوری

عبد العلی خاں (متوفی ۱۸۸۰ء) کے گھر رام پور میں ۱۰ مارچ ۱۸۷۳ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھریلو طور پر حاصل کرنے کے بعد بریلی کالج بریلی میں پڑھا اور اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ گئے۔ وہاں حصول علم کے ساتھ علمی، ادبی، سیاسی و تفریحی مشاغل میں بھرپور حصہ لیا۔ کرکٹ ٹیم کے کپتان رہے۔ ۱۸۹۴ء میں تعلیم سے فارغ ہو کر محکمہ آبکاری میں ملازمت کر لی۔ اس زمانہ میں بھی اولڈ بوائے ایسوسی ایشن قائم کی۔ بنارس سے ماہنامہ "اولڈ بوائے" جاری کیا اور متعدد دیگر اخبارات سے وابستہ رہے۔ جب مدرسۃ العلوم کو یونیورسٹی بنانے کی تحریک شروع ہوئی تو انہوں نے ملازمت سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنا سارا وقت یونیورسٹی و اولڈ بوائے کی عمارت اور دیگر ضروریات کے لیے سرمایہ کی فراہمی میں لگا دیا اور یادگار کارنامے انجام دیئے۔ مولانا تحریک خلافت و تحریک آزادی کے روح رواں تھے اور قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلیں تھیں۔ وہ بلند مرتبہ سیاستداں، مجاہد آزادی، خادم قوم و ملک اور سماجی کارکن کے علاوہ بیباک صحافی، شگفتہ نگار ادیب اور شعلہ بیان مقرر کی حیثیت سے بھی ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔

۲۷ نومبر ۱۹۳۸ء کو دہلی میں انتقال کیا۔

Scanned with CamScanner

شمس بدایونی

احمد میاں شمس بدایونی اپنے دور کے قادر الکلام شاعر وادیب مولوی عنایت اللہ روشن بدایونی (تلمیذ امیر مینائی) کے گھر یکم جون ۱۹۶۱ء کو پیدا ہوئے۔ مسلم یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ خوشگوار علمی ماحول میں پروان چڑھے تھے۔ شروع سے ہی شعر وادب سے دلچسپی تھی کم سنی میں ہی مضمون نگاری وشاعری کا آغاز ہو گیا تھا۔ حوصلہ مند و باصلاحیت نوجوان ہیں۔ ان کی ادارت میں ادبی رسالہ "روشن" بدایوں سے نکل رہا ہے جسے خاصی مقبولیت حاصل ہے۔

تصانیف :۔ "اجنبی خواب"۔ "دید و دریافت" وغیرہ۔

Scanned with CamScanner

۲۵ نومبر ۱۹۸۲ء
محبی و مکرمی ۔ السلام علیکم

آپ کی "... (حصہ سوم) بصد شان و حسن و رعنائی موصول ہوئی ۔ بہت بہت شکریہ !

آپ کی "آئینہ تاریخی وادی" کاوشوں کا ایک حسین و جمیل پیکر اور شعراء حضرات کے کمال فن کا دیدہ زیب مرقع ہے ۔ گو بڑی حد تک یہ بڑی خوشنمائی کے ساتھ ان کے منظومات بھی قابل صد ستائش ہیں یہ مستقبل میں تاریخی حقائق کے طور پر سند کی حیثیت سے پیش کئے جائیں گے ۔

امید ہے جناب بہمہ وجوہ بخیر و بعافیت ہونگے ۔ (والسلام)

نیاز کیش   شمس بدایونی ۔

مکتوب الیہ جناب عرفان عباسی
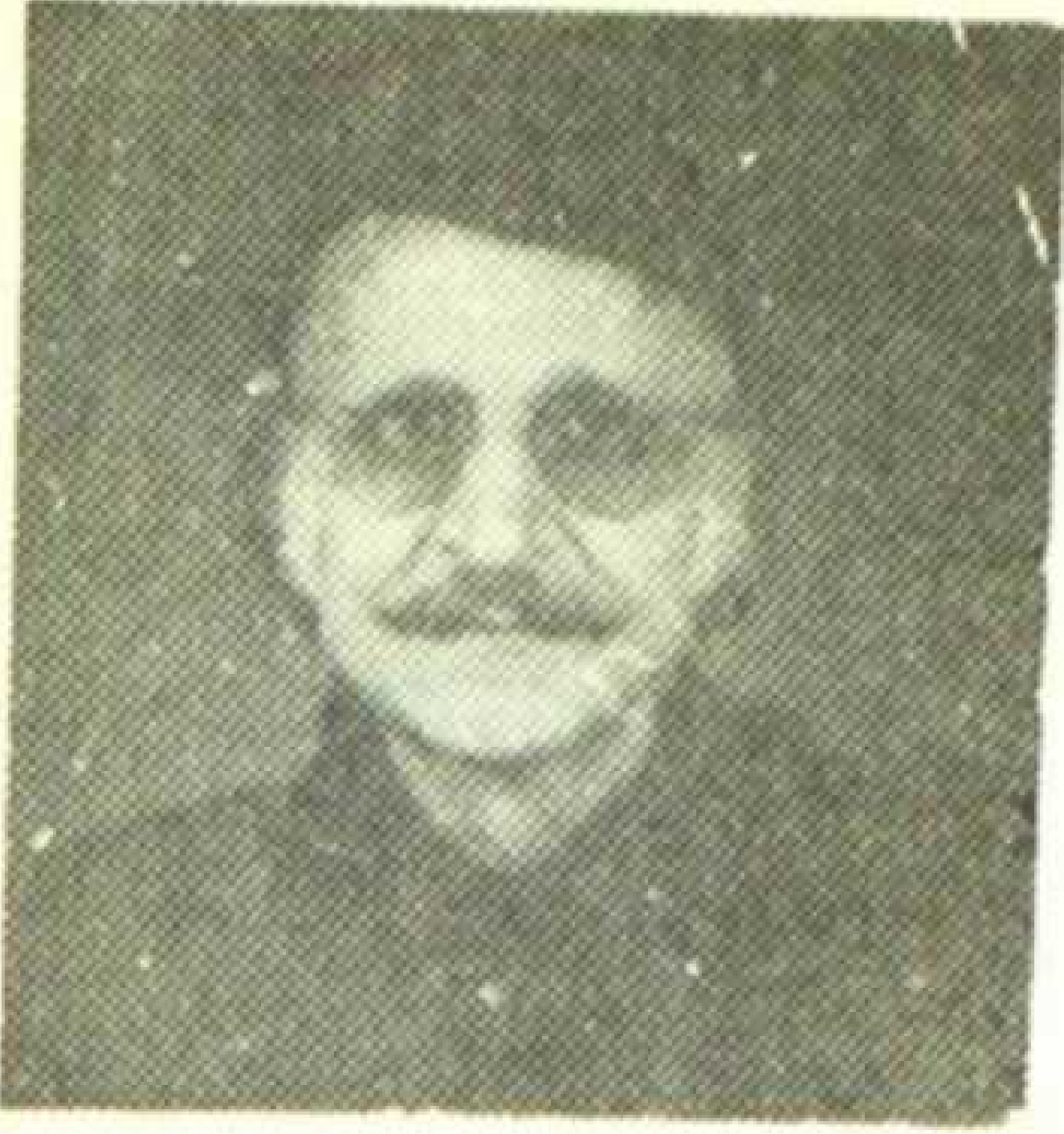
بلاغت حسین شہاب سرمدی

ننھیالی گاؤں موضع بہرولی ضلع الہ آباد میں ۸ ؍ مارچ ۱۹۱۳ء کو ولادت ہوئی۔ ان کا ننھیال عثمانی النسب اور ددھیالی سلسلہ سادات رضویہ سے ہے۔ نام بلاغت حسین رکھا گیا تھا لیکن قلمی نام شہاب سرمدی نے شہرت پائی۔ شہاب سرمدی نے تعلیم کا آغاز مقامی مکاتب سے کیا تھا اور مختلف تعلیمی مراحل طے کر کے الہ آباد یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کی۔ کچھ دن کلکتہ میں مقیم رہے اس کے بعد واپس آکر محکمہ آبکاری میں ملازمت کر لی لیکن وہ راس نہ آئی تو حکومت ہند کے محکمہ نشریات سے وابستہ ہوئے اور مدت ملازمت پوری کر کے سبکدوش ہو گئے۔

شہاب سرمدی بچپن سے ہی حصول علم اور شعر و ادب کا ذوق رکھتے تھے۔ فارسی زبان پر اچھی دسترس، وسیع المطالعہ، زبان و بیان پر قادر خوش فکر شاعر اور اچھے نثر نگار ہیں۔ شاعری میں ہادی مچھلی شہری سے استفادہ کیا ہے اور مختلف اصناف شاعری پر کامیاب طبع آزمائی کرتے ہیں۔ کلام کے علاوہ کثیر تعداد میں مختلف موضوعات پر مضامین شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ فن موسیقی اور علمی و ادبی معلومات بے حد وسیع ہیں جن سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کافی ہے۔ قیام علی گڑھ میں ہے۔

Scanned with CamScanner

۳۴۲۹ - دودھپور
سول لائنس، علیگڑھ
۶ مئی ۱۹۸۰ء

مکرم بندہ، سلام و آداب

حضرت موج، زاد عنایتہٗ میرے دیرینہ کرم فرما ہیں، اُن کا خط آیا، جو کل سہ پہر کو ملا، اولین فرصت میں اُن کو جواب پیش کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

جامی علیہ الرحمہ پر جامعہ میں سیمینار بہت ہی نیک خیال ہے، اور چونکہ مجھے اُن کی حیات و تخلیقات سے شغف رہا ہے اور ہے اسی لئے ہر ممکن تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔ ہر ایک مقالہ "شعرِ جامی میں تغزل" کبھی چھپا نہیں، اسے صاف کرا کے آپ کی خدمت میں بھیجنا چاہتا ہوں۔ دعا فرمائیے کہ دیر نہ ہو۔ "غزلیں" بلکہ "نمائندہ اشعار" اور فوٹو بھی بھیجونگا، ذرا سوچ لوں کہ

انتخاب کو اور خود مجھے کیا مطمئن کر سکیگا!
اسلئے ذرا دم لے لوں!

خدا کرے مزاجِ عالی بخیر ہو
والسلام مع الشکر!

طالبِ دعا
شہاب سرمدی

بخدمت حضرت عرفان عباسی زید لطفہٗ
لکھنؤ
شرف بپذیرد

(مکتوب الیہ جناب عرفان عباسی)

یوگیندر پال صابرؔ شکوہ آبادی

یوگیندر پال صابرؔ ۴ جولائی ۱۹۲۵ء کو موضع برئی تحصیل قائم گنج ضلع فرخ آباد میں چودھری شیامل سنگھ کے گھر پیدا ہوئے اور ایم۔اے تک تعلیم حاصل کی۔ درس و تدریس کے پیشے سے وابستہ رہے ہیں بچپن سے ہی علمی و ادبی شخصیات سے قربت اور ادبی اجتماعات میں شرکت سے فطری ادبی ذوق کو جلا ملی۔ صابرؔ کو نثر و نظم دونوں سے دلچسپی ہے۔ شاعری میں معروف شاعر آبر احسنی گنوری مرحوم کے شاگرد ہیں۔ اخبارات و رسائل میں کلام و مضامین چھپنے کے علاوہ "غم معلیٰ"۔ "احساس کی صلیب" وغیرہ کتابی شکل میں مطبوعہ ہیں۔ صابرؔ شکوہ آباد ضلع مین پوری کے کالج میں استاد رہے اور وہیں سکونت پذیر ہیں۔

Scanned with CamScanner

Yogendrapal Saber
M.A.
(A. K. College)

Moh. Khatrana
SHIKOHABAD-205135
Distt. Mainpuri (U.P.)

Date Sept. 7, 1985

محترمی و مکرمی - تسلیم و نیاز

۳۰ اگست ۱۹۸۵ء کا لکھا ہوا نوازش نامہ موصول ہوا۔
تعمیل ارشاد کر رہا ہوں۔ تفصیلات، کچھ غزلیں اور تصویر آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں۔

مین پوری ضلع میں اب اردو کا کوئی قابل ذکر شاعر نہیں ہے۔ اردو لکھنے اور پڑھنے والے لوگ ہی نہیں، پھر شاعر کہاں۔ مشاعرے ہوتے ہیں۔ انمیں ضلع مین پوری کے جو نوجوان غزلیں پڑھتے ہیں وہ ہندی میں لکھی ہوئی ہوتی ہیں اور میرا خیال ہے کہ کسی دوسرے شاعر کا کلام ہوتا ہیں۔
شکوہ آباد میں ایک نوجوان ہیں مشتاق احمد عنبر شکوہ آبادی۔ وہ ایک پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ امسال آگرہ یونیورسٹی سے اردو میں ایم۔ اے۔ کر رہے ہیں۔ انہیں میں ہی پڑھاتا ہوں۔ وہ اچھے شاعر ہیں۔ کلام بھی میں ہی دیکھتا ہوں۔ میں انہیں فن شعر گوئی اور زبان و بیان کے متعلق بہت کچھ بتا چکا ہوں مگر ابھی بہت کچھ بتانا باقی ہے۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں اپنی دو غزلیں، تفصیلات اور ایک فوٹو ہی روانہ کر دیں۔ آپ کا پتہ (میں اس لفظ کو پتا لکھتا ہوں مگر لوگ اسے سمجھتے ہی نہیں اسلئے مجبوراً پتہ لکھتا ہوں۔) بھی انکو لکھا دیا ہے۔ امید ہے کہ وہ جلد ہی اپنی غزلیں وغیرہ بھیج دینگے۔
شکوہ آباد میں میرا کوئی ہمزبان نہیں ہے۔ کسی طرح جی رہا ہوں۔
خدا کرے آپ شاد و شگفتہ ہوں۔ آمین

نیازمند
یوگیندر پال صابر

Scanned with CamScanner

صاحب حیدر آبادی

نام سید مظفرالدین خاں تخلص / قلمی نام صاحب - وطن حیدر آباد دکن پیدائش ۱۹۱۵ء بی - اے تک تعلیم عثمانیہ یونیورسٹی سے حاصل کر کے ریاست حیدر آباد کے محکمہ مال میں ملازمت کی اور مدت پوری کرنے کے بعد ۱۹۷۳ء میں سبکدوش ہوئے۔

بچپن سے ہی شاعری مزاج میں رچی بسی تھی والد سید بادشاہ محی الدین خاں بھی شاعر تھے مفتوں تخلص کرتے تھے۔ خاندانی بزرگوں میں بھی بیشتر شاعر تھے اور بعض صاحب دیوان بھی۔ صاحب کا شمار فارسی و اردو کے خوش فکر شعراء میں کیا جاتا تھا۔ انہوں نے تقریباً نصف صدی تک گلشن سخن کی آبیاری کی ہے۔

تصنیفات :- (شعری مجموعے) "سخن در سخن" - "افق در افق" - "انجمن در انجمن" - "جوہر اندیشہ" وغیرہ۔

سخن در سخن مجموعۂ رباعیات و قطعات ۱۹۷۱ء میں چھپا۔ اردو اکیڈمی اتر پردیش
لکھنؤ نے اوارڈ دیا۔ افق در افق مجموعۂ رباعیات مطبوعہ ۱۹۷۵ء، اور انجمن در انجمن
مجموعۂ رباعیات اردو و فارسی و قطعات تاریخ اردو و فارسی مطبوعہ ۱۹۷۶ء
جوہر اندیشہ مشتمل بر 268 غزلیات اردو و دیگر اصناف سخن کی اس وقت
کتابت ہو رہی ہے یہ کتاب انشاء اللہ دسمبر ۷۹ء سے قبل چھپ
جائے گی۔

میرے والد سید بادشاہ محی الدین خاں صاحب خفتوں شاعر تھے۔ دادا
حضرت معروف عیشاہ صاحب قادری رح فدا تخلص فرمانے نعت فارسی میں شعر
کہتے تھے ایک چھوٹا سا دیوان مطبوعہ موجود ہے۔ فدا کے دادا حضرت
عارف الدین خاں رونق فارسی کے شعراء تذہ میں شمار ہوتے تھے
ان کا فارسی دیوان مطبوعہ موجود ہے۔ والد کے برادر بزرگ سید شاہ ہدایت
محی الدین خاں صاحب فدائی فارسی میں شعر کہتے تھے۔ اردو نعت اور
مشعوقانہ کلام ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ آپکا تخلص صاحب حیدر آبادی

Scanned with CamScanner

صبا افغانی

جمیل الرحمٰن خاں نام اور رام پور وطن تھا۔ وہیں حبیب الرحمٰن خاں کے گھر ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے مشاعروں کے مقبول و مشہور شاعر تھے۔ شاعری میں شرف زیدی رام پوری کے شاگرد تھے۔ جگر مراد آبادی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ملک کے مختلف گوشوں میں منعقد ہونے والے مشاعروں میں شریک ہوکر حسن کلام و دلکش ترنم سے سامعین سے داد تحسین وصول کرتے تھے۔ تمام اصناف شاعری پر طبع آزمائی کرتے تھے۔ "مینائے غزل"۔ "سازِ شکستہ" اور "رنگ و روپ" وغیرہ ان کے مشہور شعری مجموعے ہیں۔

۲ نومبر ۱۹۸۶ء کو رام پور میں انتقال ہوگیا

Scanned with CamScanner

مولانا ضیاء الدین اصلاحی

متوسط الحال زمیندار شیخ عبدالرحمٰن کے بیٹے ہیں۔ آبائی وطن موضع سہریا ضلع اعظم گڑھ ہے لیکن ضیاء الدین صاحب اپنے نانہالی گاؤں جیراج پور اعظم گڑھ میں ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ گھریلو تعلیم کے بعد پرائمری درجات تک مدرسہ اسلامیہ نظام آباد میں پڑھا۔ فارسی کی ابتدائی کتب والد ماجد نے پڑھائیں عربی تعلیم مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ میں ہوئی۔ زمانہ طالب علمی میں ہی مضمون نگاری کا آغاز ہوگیا تھا اور مضامین رسائل "معارف" "اعظم گڑھ" وغیرہ میں چھپنے لگے تھے ۱۹۵۷ء میں دارالمصنفین میں تقرر ہوگیا اور دیگر فرائض انجام دینے کے ساتھ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی کی رہنمائی میں تصنیف وتالیف کے کام میں مصروف ہوگئے، یہ سلسلہ جاری ہے۔ یوپی اردو اکادمی، مجلس ادارت "معارف" و دیگر اداروں کے رکن کی حیثیت سے زبان وادب کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ آج کل مختلف موضوعات پر کثیر مضامین کے علاوہ "ہندوستان عربوں کی نظر میں" (حصہ اول ودوم) "تذکرۃ المحدثین" (حصہ اول ودوم) "انتخاب کلام ظہیر دہلوی"، "انتخاب کلام اقبال سہیل" وغیرہ ان کی تصنیفات ہیں۔

Scanned with CamScanner

ضیاء القادری بدایونی

نام محمد یعقوب حسین قادری قلمی نام ضیاء القادری۔ تخلص ضیاء۔ بدایوں شہر میں ۱۸۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد بحیثیت معلم خدمات انجام دیں پھر محکمہ مال میں رجسٹرار قانون گو کے عہدہ پر کام کیا ضلع کی مختلف تحصیلوں میں تعینات رہے۔

شعر و ادب سے فطری لگاؤ تھا۔ شاعری میں آسیر بدایونی کے شاگرد، زودگو اور خوش فکر شاعر تھے۔ ان کے نعتیہ کلام کی بڑی شہرت تھی۔ مضامین و کلام رسائل، جرائد و گلدستوں میں شائع ہوتا تھا۔

کراچی (پاکستان) میں جہاں تقسیم ملک کے بعد منتقل ہو گئے تھے ۱۵ اگست ۱۹۷۰ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔

تصنیفات میں "مرقع شہادت" (بطرز شاہنامہ) "نغمہ ربانی"۔ "آثار بیخودی"۔ "تجلیات نعت"۔ "نغمہ ہائے مبارک"۔ "دیار نبی" "شب حضوری"۔ "روداد وفغاں"۔ "تذکرہ طیبہ"۔ "تاج مضامین" وغیرہ شامل ہیں۔

بیتاب مرحوم بے تکلف اور برجستہ شعر کہتے تھے وہیں تسہیا میں ان کا مکان تھا اور ان کی وجہ سے ہی شعرا و ادبا کا یہ جماؤ ہوتا تھا
بچپن کے دور کے بعد جب زمانۂ شعور آیا تو باقاعدہ شاعری کی مشق ہونے لگی۔

بیتاب مرحوم کا ذوقِ شعر و ادب ترقی کرتا رہا۔ مولوی اعلیٰ حسین صاحب اعلیٰ مرحوم جو بہترین شاعر تھے ان کو بیتاب اپنا کہا ہوا کلام سناتے
اور اعلیٰ اس پر اصلاح دیتے۔ بیتاب کو حافظہ کی دولت قدرت سے ملی تھی اپنا سارا کلام تقریباً حفظ تھا جب مشاعروں کے مجمع
میں گھر جاتے تو کسی کو یہ گمان ہوتا کہ آپ ناخواندہ شاعر ہیں۔

مولوی اعلیٰ حسین مرحوم کو آخر وقت تک اس فقیر کے ساتھ یکساں محبت رہی بعد وفات مولوی اعلیٰ حسین صاحب بیتاب مرحوم اس فقیر کو
اپنا کلام دکھاتے تھے کلام میں بے ساختگی روانی پروازِ فکر اور لطفِ زبان کی تمام خوبیاں موجود تھیں جون [illegible] جب کہ میں
بدایوں سے خانماں برباد کی صورت نکلا ہوں بیتاب مرحوم اسی قدیم اخوت و محبت کے ساتھ ملتے رہتے۔ خدا کرے خورد نو عزیز
جناب احمد میاں سلمہ کو ان کا اچھا کلام ہاتھ لگا ہو یقیناً یہ بڑے خوش نصیب اور سعادت مند فرزند ہیں کہ ان کی شاعری کو دنیائے
ادب و شعر میں پیش کر کے اپنے والد کی دوامی یادگار قائم کر رہے ہیں
اللہ تعالیٰ اس کلام کو شرفِ مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین

قبلہ القادر [illegible]
فقیر ضیاء القادری غفرلہ
۲۰ جون ۱۹۶۰ء
بروز پنجشنبہ

(عطیہ جناب ذکیؔ تاگانوی)

مولوی فدا علی طالب

مولوی شاہ فدا علی طالب الہ آبادی شاہ ممتاز علی کے صاحبزادے تھے ۔۔۔ ۱۸۔۔۔ء میں پیدا ہوئے۔ کم سنی میں درس نظامی مکمل کیا۔ عربی، فارسی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور متعدد دیگر زبانوں پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ لکھنے پڑھنے سے بچپن سے دلچسپی تھی۔ مطالعہ کا بیحد شوق تھا۔ علمی و ادبی معلومات کی وسعت کے ساتھ بڑے ذکی، فہیم و قوی الحافظ تھے۔ ان کے اساتذہ میں مولانا نظیر علی سکندر آبادی، مولانا امجد علی و مولانا محمد حسین الہ آبادی جیسے فضلا شامل تھے۔ انگریزی میں ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کی تھی۔

عرصہ تک کالون کالج میں ہیڈ مولوی رہے۔ علمی تبحر، فارسی، عربی و اردو زبانوں پر قدرت اور ترجمہ میں مہارت کی شہرت حیدر آباد دکن تک پہنچی تو حکومت نظام نے ان کی خدمات بحیثیت مترجم (دارالترجمہ) کے لئے حاصل کرلیں جہاں انہوں نے نادر و نایاب فارسی کتب کے بہت ترجمے کئے جن میں سے متعدد دارالترجمہ سے کتابی شکل میں طبع ہو کر بے حد مقبول ہوئے۔ شاہ طالب اعلیٰ پایہ کے نثر نگار و مترجم تھے۔ زبان و بیان پر ایسی قدرت رکھتے تھے کہ ان کے تراجم پڑھ کر تصنیف کا گمان ہوتا ہے۔

۴ اگست ۱۹۴۴ء کو انتقال ہوگیا۔

تراجم :- "آئین اکبری جلد اول تا سوم" (ابوالفضل)، "تاریخ بحراقی" (ابوالفضل بحراقی)، "بادشاہ نامہ جلد اول تا سوم" (محمد صالح کنبوہ)، "ماثر عالمگیری" (محمد ساقی مستعد خاں)، "تاریخ فیروز شاہی" (ضیاء الدین برنی)، "تاریخ فرشتہ جلد اول تا چہارم" (ابوالقاسم ہندو شاہ)، "تاریخ داؤدی" (عبداللہ)، "بیہقی تاریخ" (بیہقی ابوالفضل)، "تاریخ فیروز شاہی" (عفیف)، "طبقات ناصری" (ابو عامر عثمان سراج برجانی) وغیرہ (سب فارسی سے ترجمہ)

ہاں دیکھیں مرا اوج پر لا   قدموں پہ حضور کے لپٹ جا

کر عرض کہ اے شفیعِ محشر   سلطانِ جہاں نبیِ اطہر

اے مرہمِ زخمِ دردمنداں   اے عیسیِٔ مریضاں چارہ جویاں

بندہ ترا مبتلائے غم ہے   فریاد ہے لب پہ چشم نم ہے

بستر پہ پڑا تڑپ رہا ہوں   بے کس ہوں مریض بے نوا ہوں

ہو میرے حال پر نظر کر   رکھ ہاتھ کرم کا میرے سر پر

بیمار ہوں تندرست کر دے   داماں مراد سے مرا بھر دے

اے نورِ خدا ظہورِ رحمت   ہو میرے لئے بھی حکمِ صحت

امراض سے اب مجھے شفا ہو   آغوشِ اثر میں یہ دعا ہو

ناشاد ہوں شاد کام کر دے   دارین میں میرا نام کر دے

دنیا میں بسر ہو گر گرامی   جنت میں کروں تری غلامی

(عطیہ جناب حسن دامن عثمانی)

طالبؔ چکوالی

نام منوہر لال کپور۔ تخلص طالبؔ۔ مولد چکوال ضلع جہلم (پاکستان)
متمول زمیندار خاندان کے فرد لالہ بالمکند کپور کے گھر ۱۲ مئی سنہ ۱۹۰۰ء کو
چکوال میں پیدا ہوئے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ ہائی اسکول چکوال سے میٹرک،
ڈی۔ اے وی کالج لاہور سے ایف۔ اے، گورنمنٹ کالج لاہور سے
بی۔ اے اور لا کالج لاہور سے ایل۔ ایل۔ بی کی اسناد حاصل کر کے
کچھ دن وکالت کی اس کے بعد سنہ ۱۹۷۹ء تک تجارتی و صنعتی اداروں
سے وابستہ رہے۔ ادبی ذوق بچپن سے تھا نثر و نظم دونوں سے
دلچسپی تھی۔ مضامین و کلام ہند و پاکستان کے جرائد میں شائع ہوتا تھا
انہوں نے چکوال کے قیام میں "بزم ادب" کے نام سے ادبی انجمن قائم
کی تھی اور تقسیم ملک کے بعد دہلی آکر "ادبی سبھا" کی بنیاد ڈالی اور
اس کے اہتمام میں ادبی اجتماعات و شعری نشستیں منعقد کرتے رہے۔
تصنیفات میں "برگ سبز"۔ "برگ زرد"۔ "مضامین طالب"
"میری یادیں"۔ "فوجی محبوبہ" وغیرہ ہیں۔

Scanned with CamScanner

اُٹھا کر طاق پر دُنیا کے غم رکھ! — نہ بھولے سے بھی فکرِ بیش و کم رکھ!

حصارِ ذات کا قیدی نہیں تُو — حصارِ ذات سے باہر قدم رکھ!

نئے ماحول کی تازہ ہوا کھا — ہوا خواہوں سے ٹکرانے کا دم رکھ!

کسی سے بھی نہ عرضِ مدّعا کر — کسی سے بھی نہ اُمیدِ کرم رکھ!

قلم کا وار جڑ تک کاٹتا ہے — ہمیشہ تیز یہ تیغِ دو دم رکھ

یہی منزل پہ لے جائیگی تجھ کو — نظر میں راستے کے پیچ و خم رکھ!

ہے لامحدود جولاں گاہ تیری — حدِ امکاں سے کچھ آگے قدم رکھ!

زمانے کی نہ سُن، سُن اپنے دل کی — زمانے کا نہ رکھ، اپنا بھرم رکھ!

تجھے باطل کا سینہ چھیدنا ہے — سِناں سے تیز تر نوکِ قلم رکھ

کئے جا پرورش لوح و قلم کی — لہو پینے کو اور کھانے کو غم رکھ!

نجانے کب ضرورت اس کی پڑ جائے — سدا اسپِ قلم کو تازہ دم رکھ!

یہی ہے وقت کی آواز طالبؔ
ہم آہنگ اس سے لے کا زیر و بم رکھ!

طالب [illegible]
(بشکریہ آجکل نئی دہلی) ۱۸ جولائی ۱۹۸۷ء

محمد طفیل

اردو صحافت میں محمد طفیل نے جو یادگار کارنامے انجام دیے ہیں اور جو شہرت و مقبولیت حاصل کی وہ کسی حد تک نیاز فتحپوری کے علاوہ شاید ہی کسی اور کو نصیب ہوئی ہو۔ تقسیم ملک کے بعد ۱۹۴۹ء میں انہوں نے ماہنامہ "نقوش" جاری کیا۔ شروع میں ادارت کی ذمہ داری احمد ندیم قاسمی ہاجرہ مسرور اور وقار عظیم کو سونپی۔ ۱۹۵۱ء میں خود ادارت سنبھالی اور دشواریوں کے باوجود پے در پے ضخیم خصوصی نمبر نکال کر دنیائے صحافت میں تہلکہ مچادیا۔ انہوں نے تقریباً ۴۵ نمبر نکالے جن میں بعض کی ضخامت ۳ ہزار صفحات سے زائد ہے اور کئی نمبر متعدد جلدوں پر مشتمل ہیں۔ یہ اردو صحافت میں ایک عدیم المثال کارنامہ ہے جو انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔ تاریخ صحافت اردو کا وہ باب ضخیم تر ہوگا جس میں محمد طفیل کی ۳۴ سالہ منفرد خدمات اور عہد ساز کارناموں کا ذکر ہوگا۔ انہوں نے "نقوش" کے تقریباً ۵۵ ہزار صفحات میں ایسا اہم ادبی خزانہ محفوظ کر دیا ہے جس سے موجودہ و آئندہ نسلیں استفادہ کرتی رہیں گی۔ یوں تو "نقوش" کے صفحات ہی محمد طفیل کی بقائے دوام کے ضامن ہیں لیکن وہ بلند پایہ ادیب اور بحیثیت صاحب اسلوب خاکہ نگار بھی بڑی اہمیت و انفرادیت کے حامل ہیں۔ انہوں نے معاصرین کے مختصر خاکے بڑے دل نشیں انداز میں لکھے ہیں۔

اسلام آباد (پاکستان) میں ۵ جولائی ۱۹۸۶ء کو ابدی نیند سو گئے۔

تصانیف:۔ "صاحب"۔ "آپ"۔ "جناب"۔ "محترم"۔ "معظم"۔ "مکرم"۔ "محبی"۔ "مخدومی" (خاکے)

Scanned with CamScanner

نقوش
۱۱۔ ایبٹ روڈ، شملہ پہاڑی ○ لاہور

بندہ نواز   سلامِ شوق!

آپ نے مجھے یاد کیا۔ حج کی سعادت پر، ستارۂ امتیاز ملنے پر،
یہ سب آپ کی بندۂ عاجز پر اللہ کی نوازشیں ہیں۔ ورنہ ناچیز تو
کسی قابل نہیں!

اس دور میں کسی کے لئے کلمۂ خیر کہنا، انہی کے حصہ میں آیا ہے
جو اعلیٰ قدروں کے امین ہوتے ہیں۔

میرے لئے دعا کیجئے گا کہ میں اپنی زندگی کے مشن کو پورا کر سکوں!
ابھی بڑی پیاس باقی ہے! فقط

آپ کا اپنا

محمد طفیل

14/x/85

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی

سید طفیل احمد مدنی ۸ رجولائی ۱۹۳۵ء کو موضع چک کورہ سادات ضلع فتحپور (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید احمد تھا۔ تیسرے درجہ سے ایم۔اے تک تعلیم الہ آباد میں حاصل کی۔ سنہ ۱۹۶۷ء میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری لی اور سنہ ۱۹۷۲ء میں الہ آباد یونیورسٹی کے شعبہ عربی و فارسی میں بحیثیت لکچرر تقرر ہو گیا اب ریڈر کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

شعر و شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ ابتدائی کلام پر معروف استاد نوح ناروی سے اصلاح لی تھی پھر ذوق سلیم کی رہنمائی میں مختلف اصناف شاعری پر طبع آزمائی کرنے لگے۔ غزل و نعت ان کی پسندیدہ اصناف ہیں جن میں اچھی شہرت کے مالک ہیں۔

تصنیفات و تالیفات میں شعری مجموعے "گلدستہ حرم" اور "گلزار حرم" کے علاوہ "امریکہ میں اردو شعر و ادب کا ارتقاء" اور "تاریخ ادب عربی" کا ترجمہ و تلخیص شامل ہیں جن پر انہیں اردو اکادمی نے انعامات بھی دیئے ہیں۔

Scanned with CamScanner

باسمہ سبحانہ

LUKERGANJ DELEGACY

UNIVERSITY OF ALLAHABAD

President :
Dr. S. Tufail Ahmad Madany
Department of Arabic & Persian

Date 29-9-85

نعت

سایہ دامن محبوب خدا مانگے ہے
دل تو کچھ اپنے مقدر سے سوا مانگے ہے

آرزو دل کی ذرا دیکھئے کیا مانگے ہے
ہند میں رہ کے مدینے کی فضا مانگے ہے

جو مہکتی رہتی ہے جو گنبد خضری کے سدا
سانس لینے کو وہی پاک ہوا مانگے ہے

ہر رہ عشق و وفا میں مرا ذوق تقلید
ہر قدم پر ترا نقش کف پا مانگے ہے

صدقہ حسنین کا اے روح رسول عربی
اک نگاہ کرم و لطف گدا مانگے ہے

اپنی خود ساختہ ظلمت سے پریشاں ہو کر
عہد نو سیرت احمدؐ سے ضیا مانگے ہے

تقویت دیجئے ہر روح کو پڑھ کے درود
جسم ہی کی طرح وہ بھی تو غذا مانگے ہے

یہ تکمیل محبت یہ تکمیل جنوں
زندگی راہ محبت میں قضا مانگے ہے

کر لیا تھا کبھی دنیا کو مسخر جس نے
دل کا فردوس حرمین کی ادا مانگے ہے

آخری عمر کٹے کاش مدینے میں مری
روز و شب یوں بھی دل تشنہ یہ دعا مانگے ہے

نعت کہنے کو سبھی کہتے ہیں لیکن یہ حقیر
نعت گوئی میں بھی انداز جدا مانگے ہے

اے رسول مدنی آپ کا ادنیٰ خادم یہ طفیل
بخش دیجئے اسے جو کچھ یہ گدا مانگے ہے

×

Scanned with CamScanner

طیب بخش قادری بدایونی

متمول خانوادے کے فرد محمد طیب بخش بدایونی مولوی یعقوب بخش راغبؔ بدایونی کے صاحبزادے تھے۔ ۱۹۲۶ء میں بدایوں میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول دینی و ادبی تھا۔ والد ماجد خوش فکر شاعر۔ عربی زبان علوم رمل و جفر اور حدیث و فقہ پر اچھی دست رس رکھنے والے ادیب اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے استاد شعبۂ دینیات تھے۔ خاندان کے دیگر بزرگ بھی علم و فضل میں شہرت رکھتے تھے۔ طیب صاحب کی ابتدائی تعلیم و تربیت خوشگوار علمی و ادبی ماحول میں ہوئی۔ تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے علی گڑھ یونیورسٹی سے انگریزی ادب میں ایم اے کیا اور عربی، فارسی، انگریزی و اردو زبانوں پر عبور رکھنے والے صوم وصلوٰۃ کے پابند حق گو، باوضع، شریف النفس، خلیق اور با اصول انسان تھے۔ مقامی حافظ صدیق اسلامیہ انٹر کالج میں انگریزی کے استاد اور بلند پایہ مترجم و ادیب تھے۔ عربی دانی کی وجہ سے مذہبیات پر گہری نظر تھی۔ مختلف موضوعات پر کثیر مطبوعہ مضامین کے علاوہ متعدد تراجم، تالیفات و تصنیفات ان کی زبان و بیان پر قدرت کی غماز ہیں۔

تراجم:۔ "سیرۃ النبی" (انگریزی)، "بہشتی زیور" (انگریزی) "فضائل صدقات" (انگریزی) "قرآن پاک" (رومن متن و آیات و انگریزی میں ترجمہ) تصنیف و تالیف:۔ "اے ہینڈ بک آف حنفی فقہ" (انگریزی) "کلیات راغبؔ"۔ "انتخاب کلام نازشؔ بدایونی"۔ "اعتقادات سرسید"۔ "ظریف شعرائے بدایوں"۔ "ایمان وایقان" اور "لغزش قلم" وغیرہ انکی طرز نگارش کے نمونے اور ادبی یادگاریں ہیں۔ ۱۹۹۲ء میں انتقال ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

Mohd. Tayyab Bakhsh
Pili Kothi
Mohalla Sotha
Budaun (U. P.)
243601—INDIA

مکتوب الیہ جناب عرفان عباسی

مکرمی و معظمی سلام مسنون

حسب وعدہ شمیم صاحب کے کلام کی نقل مع فارم
دو عدد نسخہ جات کلام مطبوعہ ارسال خدمت ہیں
براہ کرم اپنے فیض سے مستفید فرمائیے۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا اور آنکھ کی تکلیف
ٹھیک ہو چکی ہوگی۔ بدایوں آنے کا پروگرام بنائیے۔
خیالی پلاؤ والا مضمون مزید اضافہ کے بعد ارسال کر دیا تھا اسکا
کیا رہا۔ والد صاحب والے مضمون کا کیا رہا۔
شمیم صاحب کا خط ہمرشتہ ہے۔ والسلام
آپ مدیر بنیادی کو خط ضرور لکھیں
لیکن کام بدایوں آنے پر ہی ہوگا۔

طیب بخش
۵ فروری ۸۲ء

ظہیر غازی پوری

ظہیر عالم ظہیر غازی پوری ۸ جون ۱۹۳۸ء کو غازی پور میں پیدا ہوئے۔ عبدالحئی انصاری صاحب کے بیٹے ہیں۔ خاندانی رواج کے مطابق تعلیم حاصل کی اور عرصہ سے بسلسلہء معاش ہزاری باغ (بہار) میں مقیم ہیں۔ زمانہ طالب علمی میں ہی شعر موزوں کرنے لگے تھے۔ مشق و محنت سے کلام میں پختگی آئی اور آبر احسنی گنوری کی شاگردی اختیار کر کے گلشن سخن کی آبیاری کرنے لگے۔ کلام ملک کے مشہور ادبی رسائل میں چھپتا ہے اور متعدد مختلف اصناف شاعری کے مجموعے شایع ہو کر شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی نظموں اور غزلوں کو یکساں مقبولیت حاصل ہے۔

"تثلیث فن"۔ "الفاظ کا سفر"۔ "آشوب نوا"۔ "کھرے کی دھول" اور "سبز موسم کی صدا" وغیرہ ان کے مطبوعہ شعری مجموعے ہیں۔

Scanned with CamScanner

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری

بجنور میں ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے ۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بلند پایہ نقاد تھے قیام یورپ کے زمانہ میں وہاں کے ممتاز شعراء کے کلام کا گہرا مطالعہ کیا تھا ۔ مرزا غالبؔ کے کلام پر فاضلانہ تبصرہ ان کا اہم کارنامہ ہے جس میں کلام غالبؔ کے مختلف پہلوؤں کا باریک بینی سے مطالعہ کر کے محاسن کا ممتاز مغربی شعرا کے کلام سے موازنہ کیا ہے اور کلام غالبؔ میں ایسی باریکیوں کی نشاندہی و وضاحت کی ہے جو عام طور پر نظروں سے اوجھل تھیں ساتھ ہی بڑے موثر اور عالمانہ انداز میں غالبؔ کی فلسفیانہ گتھیاں سلجھا کر انہیں بلند مرتبہ شاعر ثابت کیا ہے ۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن اپنے دور کے عظیم سخن فہم ۔ نقاد سخن ۔ انشاء پرداز ۔ نکتہ رس و باریک بین ادیب وشاعر تھے ۔

تقریباً ۳۲ سال کی عمر میں ۱۹۱۹ء میں وفات پائی ۔

"محاسن کلام غالبؔ"

بجواب عارضی مورخہ مجھ کو برخوردار عزیز تر از جان
مولوی مشتاق احمد سلمہ کی تعلیم کے متعلق مذکورہ صدر
خدمات کا بجا لانا تہ دل سے منظور ہے ۔

میں اپنے فرائض ایمانداری اور توجہ اور دلدہی سے
انشاء اللہ تعالے بجا لاؤں گا ۔

لہذا اپنی رضامندی کی یہ تحریری اطلاع دیتا ہوں

بصد تسلیم آداب

Abdurrahman

کمترین
خادم غلامان
عبدالرحمن بجنوری (سہروردی) بیرسٹر ایٹ لا
بقلم خود

ڈاکٹر عبدالعلیم

نکتہ شناس ادیب، ماہر تعلیم، بہترین مقرر، اچھے منتظم، ممتاز سیاستداں، معلم، مجاہد آزادی ڈاکٹر عبدالعلیم اگست ۱۹۰۵ء میں غازی پور (یو پی) کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ ہائی اسکول تک تعلیم مقامی طور پر حاصل کرنے کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ سے ۱۹۲۶ء میں بی۔ اے (آنرز) کیا۔ ۱۹۲۹ء میں جرمنی گئے اور برلن یونیورسٹی سے ۱۹۳۱ء میں "عقیدہ اعجاز قرآن" کی تاریخ پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ ملیہ میں بحیثیت لکچرر تقرر ہو گیا۔ ۱۹۳۴ء میں علی گڑھ میں لکچرر ہوئے اور وہیں سے سید سجاد ظہیر اور منشی پریم چند کے ساتھ انجمن ترقی پسند مصنفین کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۳۷ء میں لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں لکچرر ہوئے سفتہ وار اخبار "ہندوستانی" کے منیجنگ ڈائرکٹر منتخب ہوئے پھر انگریزی جریدہ "نیو انڈین لٹریچر" نکالا۔ ۱۹۴۱ء میں جنگ آزادی میں سرگرم حصہ لینے کی پاداش میں گرفتار کر لئے گئے۔ ۱۹۵۰ء سے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں ریڈر، صدر شعبہ عربی، پروفیسر و صدر، ڈین فیکلٹی آف آرٹس اور پھر ۱۹۶۸ء میں وائس چانسلر رہے۔ مستعفی ہونے کے بعد ترقی اردو بورڈ حکومت ہند کے چیرمین کے عہدہ پر فائز رہے۔ وہ عربی، فارسی، اردو، انگریزی، ہندی، فرنچ، چینی، روسی اور تاجک زبانوں پر یکساں دسترس رکھتے تھے۔

"اردو ادب کے رجحانات پر ایک نظر"۔ "اردو، ہندی اور ہندستانی"۔ "معرفت المذاہب"۔ "سیرت نبوی اور مستشرقین"۔ "عقیدہ اعجاز قرآن کی تاریخ"۔ "ابو حنیفہ" وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

ڈاکٹر علیم نے ۱۸ فروری ۱۹۷۶ء کو دہلی میں وفات پائی۔

علی گڑھ
۶ اپریل ۱۹۷۰ء

مکرمی۔ تسلیم

شب خون ہر مہینے میں عنایت، نوازش کا شکریہ۔ یہ میری بے توفیقی ہے کہ اب تک اس کے لئے کچھ لکھ نہ سکا۔ یوں تو آپ کے رسالے میں غالباً نام کی مناسبت سے اکثر ایسی بحثیں ہوتی رہتی ہیں جن میں کبھی کبھی خون خرابے کی نوبت آجاتی ہے لیکن ایک بحث ابھی تک اس سے مستثنیٰ ہے اور وہ ہے انگریزی اصطلاحات یا نیم اصطلاحات کے اردو میں ترجمے کی بحث۔ اس سے مجھے بھی تھوڑی سی دلچسپی ہے۔ آج صرف ایک لفظ کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) Understatement کا ترجمہ ایک صاحب نے "تقلیل الفاظ" کیا ہے، دوسرے صاحب نے "تحت البیان" تجویز کیا ہے اور تیسرے صاحب کا خیال ہے کہ اس کا مفہوم ایک لفظ میں ادا نہیں ہو سکتا بلکہ فقرہ یا جملہ درکار ہے۔ انہوں نے جو مثالیں دی ہیں ان میں ایک ہے "غیر مبالغہ آمیز [illegible]" اور دوسری "اصل سے کم کر کے بیان کرنا"

(۲) "تقلیل الفاظ" تو بہرحال ناموزوں ہے اس لئے کہ سوال الفاظ کی تعداد کا نہیں ہے بلکہ بیان کی کیفیت کا

(۳) "تحت البیان" میں یہ دشواری ہے کہ "تحت" اور "فوق" کے الفاظ سطح کے اظہار کے لئے استعمال ہوتے ہیں اس لحاظ سے Subconscious کا ترجمہ "تحت الشعور" ایک حد تک مناسب ہے اور Supernatural کا "مافوق الفطرت" [یہ "فوق البشر" بمعنی Superman مجھے پسند نہیں ہے۔ اس میں بھی وہی دشواری ہے جو تحت البیان میں۔ اس کے لئے اگر ہندی کا لفظ "مہا مانو" اردو میں بھی استعمال کیا جائے تو کیا مضائقہ ہے!]

(۴) Understatement کا مفہوم ادا کرنے کے لئے شاید مندرجہ ذیل مصرعہ (تھوڑی سی تحریف کے ساتھ) موزوں ہوگا:- "وہ یک [illegible] بیان جو نفس بیان سے کم ہو"
سوال یہ ہے کہ کیا اس مفہوم کو ایک مرکب لفظ سے ظاہر کیا جا سکتا ہے!

(۵) Understatement کے قبیل کے دو لفظ اور بھی انگریزی میں رائج ہیں۔ Overstatement اور Misstatement۔ آخرالذکر کا ترجمہ "غلط بیانی" اردو میں موجود ہے۔

(۶) اردو کے مندرجہ ذیل الفاظ پر غور کیجیے شاید اس بحث میں کچھ مدد مل سکے:-

کم گوئی، بسیار گوئی یا پُرگوئی

(۷) مندرجہ بالا نکات کو پیش نظر رکھ کر اگر ہم Understatement کو "کم بیانی" Overstatement کو "پُر بیانی" یا "بسیار بیانی" سے تعبیر کریں تو شاید غیر مناسب نہ ہوگا۔

Sublimation کے بارے میں بھی کچھ کہنے کو جی چاہتا ہے مگر "باقی آئندہ"...

نیازمند
مسعود حسین

ڈاکٹر سید اعجاز حسین
مدیر شب خون، ۳۱۳ رانی منڈی الہ آباد-۳

قاضی عبدالغفار

قاضی صاحب مراد آباد کے ایک معزز خاندان کے فرد تھے ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے والد کا نام ابرار احمد تھا۔ ابتدائی تعلیم مقامی طور پر حاصل کرنے کے بعد تکمیل علی گڑھ کالج میں کی۔ کچھ دن سرکاری ملازمت کی پھر مولانا محمد علی جوہر کے اخبار "ہمدرد" دہلی کے نائب مدیر ہوئے اس کے بعد کلکتہ سے روزنامہ "جمہور" نکالا۔ دوسری عالمی جنگ کے زمانہ میں نظر بند کر دیئے گئے اس کے خاتمہ کے بعد دہلی سے اخبار "صباح" نکالا۔ خلافت وفد کے ساتھ انگلستان گئے۔ بسلسلۂ تجارت یورپی ممالک کے سفر کئے۔ قاضی صاحب حریت پسند، وطن دوست، حق گو، ممتاز ادیب، صحافی اور سیاستداں تھے۔ انھیں زبان و بیان ترجمہ، سوانح نگاری، افسانہ نگاری اور تنقید پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ عرصہ تک انجمن ترقی اردو (ہند) کے سکریٹری رہ کر زبان کی ترویج و ترقی کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں اور اس کے رسالہ "ہماری زبان" کے مدیر رہے۔

جنوری ۱۹۵۶ء میں علی گڑھ میں انتقال ہوا۔

"لیلیٰ کے خطوط"۔ "مجنوں کی ڈائری"۔ "تین پیسے کی چھوکری"۔ "غبار شب"۔ "پیتل کا گھنٹہ"۔ "آثار جمال الدین افغانی"۔ "حیات اجمل" "ہندوستانی جمالیات" اور "داراشکوہ" وغیرہ ان کی مشہور و مقبول کتابیں ہیں۔

Scanned with CamScanner

سر عبد القادر

ولادت لدھیانہ ۱۸۷۴ء۔ فورمن کرسچن کالج سے بی۔اے کرنے کے بعد اخبار "آبزرور" اور رسالہ "مخزن" کی ادارت کی۔ ۱۹۰۷ء میں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۲۱ء میں ہائی کورٹ کے جج ہوئے۔ ۱۹۲۳ء میں پنجاب کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۵ء میں پنجاب کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ کچھ دن حکومت ہند کے لا ممبر رہے اس کے بعد بھاول پور میں چیف جسٹس کے عہدے پر فائز ہوئے۔

اردو ادب سے فطری لگاؤ تھا۔ ان کی تحریریں شگفتہ، رواں دلچسپ اور پر اثر ہیں۔ مضامین کے علاوہ ان کے سفرنامے "سفرنامہ یورپ" اور "دربار خلافت" مشہور ہیں۔

مولانا حکیم عبدالقوی دریا آبادی

معروف طبیب، ادیب اور صحافی حکیم عبدالقوی دریا آبادی (عرف آفتاب احمد) قصبہ دریاآباد ضلع بارہ بنکی کے ایک متمول زمیندار، باوقار علمی و ادبی گھرانے میں ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے تھے۔ والد ماجد ڈپٹی عبدالمجید اور چچا و خسر جید عالم دین، مفسر، ناقد، ادیب اور نامور صحافی مولانا عبدالماجد دریاآبادی تھے۔ قوی صاحب کی تعلیم کا آغاز مشرقی طرز پر ہوا۔ باکمال علماء و فضلا سے دینی و عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ کلام پاک حفظ کیا۔ طبیہ کالج دہلی میں طبی علوم کی تکمیل کی۔ لکھنؤ و پنجاب یونیورسٹی سے "منشی فاضل" - "مولوی فاضل" - "عالم" وغیرہ امتحانات میں کامیابی حاصل کی اور پنجاب سے بی۔ اے کیا۔ شروع سے ہی مولانا عبدالماجد صاحب کا ساتھ رہا ان کی تربیت اور توجہ سے صحافت کی طرف رجوع ہوئے اور ان کے دست راس رہے۔ ۱۹۷۷ء میں مولانا کے انتقال کے بعد "صدق جدید" کے ایڈیٹر رہے۔ شروع سے "صدق" "صدق جدید" ہو یا "تفسیر ماجدی" وغیرہ سب کی اشاعت و طباعت میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ روزنامہ "تنویر" لکھنؤ کے اڈیٹر اور کئی دوسرے اخبارات و رسائل کے شعبۂ ادارت سے بھی وابستہ تھے۔ مختلف موضوعات پر ان کے لاتعداد مضامین مقتدر ادبی جرائد میں شائع ہوئے۔ ندوۃ العلماء و دیگر درسگاہوں و ادبی اداروں سے منسلک رہے۔ اپنی جوانی میں کرکٹ کے مشہور و ماہر کھلاڑی بھی تھے

علامہ اقبال پر انکی ایک کتاب "فلسفہ اقبال" راجستھان سے شائع ہوئی تھی اس کے بعد "سفر حجاز" - "شرح مفتاح العربیہ" - "شرح ترانہائے اقبال" - "شرح سلک گہر" اور "شرح منتخبات فارسی" وغیرہ شائع ہوئیں۔

۱۶ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو لکھنؤ میں انتقال ہوا۔

Scanned with CamScanner

عبد المغنی

معزز سادات خانوادے میں سید عبدالرؤف کے گھر ۱۹۳۶ء میں ولادت ہوئی۔ تعلیم کا آغاز دینی گھرانوں کے رواج کے مطابق مشرقی طرز پر ہوا۔ ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے عالم کی سند حاصل کی اور انگریزی زبان وادب میں مہارت حاصل کر کے پی ایچ ڈی (انگریزی) کیا۔ علمی و ادبی ماحول کے پروردہ ہیں اس لئے درس وتدریس کے پیشہ کو ترجیح دی اور بی۔ این۔ کالج پٹنہ کے شعبہ انگریزی سے وابستہ ہوگئے۔ لکھنے پڑھنے کا سلسلہ زمانۂ طالب علمی میں ہی شروع ہوگیا تھا اور مختلف موضوعات پر مضامین برصغیر کے ممتاز ادبی رسائل میں چھپنے لگے تھے۔ دینی، علمی، ادبی و سیاسی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔

تصنیفات و تالیفات: "جادۂ اعتدال"۔ "نقطۂ نظر"۔ "تشکیل جدید"۔ "ڈرامہ سلور کنگ" (آغا حشر) "اختر اورینوی کے افسانوں کا انتخاب" وغیرہ کتابی شکل میں مطبوعہ ہیں۔

Scanned with CamScanner

Dr. A. M. S. Abdul Moghni
University Professor of English
B. N. College, Patna University
Patna, Bihar, India

پٹنہ Dated 7.10. 1993

برادرم آداب

امید کہ آپ بخیر ہوں گے :

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے

پٹنہ سے ذکاء الحق کا: نے ایک مسودہ "حکیم لطیف احمد" فخرالدین میموریل کے لیے

بھیجا ہے۔ اگر اس پر ہم دردی سے غور کر سکیں تو اچھا ہو۔

شکریہ

عبدالمغنی

ذکاء الحق
پٹنہ

عبدالوحید صدیقی

مشہور عالم دین، قوم پرست، دانشور، مقرر، زبان و ادب کے شیدائی اور بلند پایہ نڈر و بے باک ادبی صحافی مولانا عبدالوحید صدیقی ۱۸۹۵ء کے قریب غازی پور میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد کا نام عبدالعزیز تھا۔ تعلیم غازی پور و دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی دوران طالب علمی وہیں سے اخبار "مہاجر" نکالا "سادات" کی ادارت کی۔ مولانا ظفر علی خاں کے اخبار "زمیندار" کے اڈیٹر رہے اور اخبار "الجمعیۃ" دہلی کے منیجر کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۹۵۱ء میں اپنا روزنامہ "نئی دنیا" دہلی سے نکالا جس نے سنجیدہ روش اور ادبی بصیرت کی بدولت جلد ہی شہرت حاصل کر لی تھی لیکن چند غیر معمولی حالات کی بنا پر اسے بند کرنا پڑا۔ پھر انہوں نے "ہما ڈائجسٹ" جاری کرنے کا فیصلہ کیا جو غالباً دہلی کا پہلا اردو ڈائجسٹ تھا جس کی کامیابی، شہرت اور مقبولیت کی بدولت آج برصغیر ہند و پاکستان میں لاتعداد ڈائجسٹ نکل رہے ہیں۔ مولانا نے "ہما ڈائجسٹ" کی مقبولیت و عروج کے بعد "ہدیٰ ڈائجسٹ" اور اپنے باصلاحیت بیٹے شاہد صدیقی کی ادارت میں ہفت روزہ "نئی دنیا" بھی جاری کیا۔ نئی دنیا کا شمار اپنے دور کے اہم ترین رسائل میں ہوتا ہے۔

مولانا نے دنیائے صحافت میں صداقت، بیباکی، عزم و حوصلہ، اخلاص اور معقولیت پسندی کی اعلیٰ روایات قائم کر کے ۱۹ اپریل ۱۹۸۱ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔

تاریخ صحافت اپنے اس روشن ستارے کے ذکر کے بغیر مکمل نہ ہو سکے گی۔ ادبی صحافت میں ان کے کارنامے ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔

Scanned with CamScanner

FLAT No. 2, 1st FLOOR,
NIZAMUDDIN WEST MARKET,
NEW DELHI-110013.
PHONE : OFFICE : 622703
RESI. : 611730

نئی دنیا
weekly
NAI DUNYA

اردو دشمن اردو کو مسلم ایلیٹسٹ زبان کہکر
اسکو نقصان پہونچانے کی جو منظم کوششیں کرتے آئے ہیں اور
کر رہے ہیں اسکا مجھے یقین ہے کہ آپ کی کانفرنس کی سرگرمیاں
ان مذموم کوششوں کو نقش باطل کی طرح مٹانے میں بڑی مدد
دینگی — میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ اردو مسلم
اور غیر مسلم دونوں کی زبان ہے اور اسکو نہ صرف
صوبوں میں بلکہ ملک گیر سطح پر بھی دوسری زبان کا
درجہ ضرور ملنا چاہئے —

ہماری نیک تمنائیں آپ کی نیک کوششوں
کے ساتھ ہیں — اگر علیل ہو کر صاحب فراش نہ ہوتا تو آپ
کی کانفرنس میں شرکت کا شرف ضرور حاصل کرتا — بستر
علالت سے آپ کی کانفرنس کی کامیابی کے لئے دعا کر رہا ہوں —
اپنی کوششیں جاری رکھئے کامیابی ضرور ہوگی — یہی میرا پیغام ہے

فقط آپکا مخلص

عبدالوحید صدیقی

(مکتوب الیہ جناب رام لعل)

عتیق احمد صدیقی

۱۰ستمبر ۱۹۳۳ء کو پیدا ہوئے۔ آبائی وطن دیوبند ضلع سہارنپور ہے۔ والد ماجد بسلسلۂ ملازمت کیرانہ ضلع مظفر نگر میں مقیم تھے اس لئے عتیق احمد کے ابتدائی دس سال وہیں گزرے۔ وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور کلام پاک حفظ کیا پھر دیوبند کے اینگلو ویدک انٹر کالج میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۱ء میں ہائی اسکول۔ اس کے بعد انٹرمیجیٹ، پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ اے (آنرز کے ساتھ) ۱۹۶۱ء میں دہلی یونیورسٹی سے ایم۔ اے اور ۱۹۷۳ء میں قصائد سودا پر مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی سے چھوٹی بڑی متعدد ملازمتوں کا آغاز ہو گیا تھا لیکن معاشی تنگ و دو کے ساتھ حصول علم و فن کا سلسلہ جاری رہا۔ انہوں نے جلد سازی، اسٹینوگرافی وغیرہ سیکھی اور لسانیات میں بھی ڈپلومہ کیا۔

۱۹۶۲ء میں بحیثیت عارضی لکچرر دہلی کالج میں تقرر ہوا۔ ۱۹۶۶ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لکچرر، ۱۹۷۰ء میں ریڈر، ۱۹۷۹ء میں پروفیسر اور ۱۹۸۸ء میں وہیں آرٹ فیکلٹی کے ڈین ہوئے۔ پروفیسر صدیقی دانش گاہ سے وابستگی کے ساتھ مختلف علمی و ادبی خدمات بھی انجام دیتے رہے ہیں۔ مثلاً نصابی کتب کی تیاری، ترقی اردو بورڈ سے وابستگی، نائب شیخ الجامعہ، جامعہ اردو کے عہدے کی ذمہ داریاں، اکیڈمک کونسل اور یونیورسٹی کورٹ کی رکنیت، سرسید اکاڈمی کی ڈائرکٹری، دانش گاہ کے مجلہ "فکر و نظر" کی ادارت، اندرا گاندھی اوپن یونیورسٹی کی نصابات کمیٹی کی رکنیت، مجلس انتظامیہ یوپی اردو اکادمی کی رکنیت، وغیرہ وغیرہ۔

پروفیسر عتیق احمد کے مختلف موضوعات پر ایک سو سے زائد مضامین رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں اور "بنیادی اردو"۔ "بنیادی نصاب"۔ "آسان قواعد"۔ "حالی کا مقدمہ شعر و شاعری"۔ "قصائد سودا"۔ "یونانی ڈرامہ"۔ "مقدمہ توضیحی لسانیات"۔ "سید سلیمان ندوی"۔ "منتخب مضامین سرسید"۔ "انتخاب زمیندار"۔ "سرسید باز یافت" وغیرہ مطبوعہ کتابیں ہیں جن میں بعض انعام یافتہ ہیں۔

Prof. ATIQ A. SIDDIQUI

Department of Urdu
Aligarh Muslim Un
Aligarh........25-3

کرمی - تسلیم

اس خبر سے خوشی ہوئی کہ آپ فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی کی صدارت پر فائز ہوئے ۔ خدا کرے کہ آپ کی سرکردگی میں کمیٹی کے کام اور بہتر ہو سکیں ۔

مخلص

عتیق احمد صدیقی

(مکتوب الیہ جناب رام لعل)

امتیاز علی عرشی رام پوری

ممتاز محقق، جید عالم، ماہر غالبیات، معروف ناقد، خطیب، صحافی اور شاعر مولانا امتیاز علی خاں عرشی یوسف زئی پٹھان قبیلے کے فرد مختار علی خاں مرحوم کے گھر ۸ر دسمبر ۱۹۰۴ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ مختار صاحب ریاست کے سرکاری اصطبل کے منصرم تھے۔ عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے مولوی، عالم، منشی، فاضل کا امتحان پاس کیا اور لاہور سے فاضل کی سند لی پھر اورینٹل کالج لاہور اور مدرسہ عالیہ رام پور میں منطق، فلسفہ و معقولات کا درس لیا۔ عربی و فارسی زبانوں پر عبور حاصل کرنے کے بعد انگریزی میں انٹرنس کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی سے تصنیف و تالیف، تحقیق و تدقیق اور تراجم کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ کچھ دن ندوۃ العلماء لکھنؤ میں سفیر کی خدمات انجام دیں پھر رضا لائبریری رام پور کے ناظم کی حیثیت سے تقرر ہوگیا اور انہوں نے اپنی بے پناہ علمی صلاحیتوں اور محنت و لگن سے کتب خانے کو سنوارا۔ نایاب ذخیرہ کتب حاصل کیا کثیر ادبی سرمایہ کو ضائع ہونے سے بچایا تقریباً ۳ درجن عربی، اردو و فارسی کی کتابیں شایع کیں۔ ان کا شمار اپنے وقت کے ممتاز محققین و دانشوروں میں ہوتا تھا۔

۲۵ر فروری ۱۹۸۱ء کو انتقال ہوگیا۔

تصنیفات و تالیفات میں "مکاتیب غالب"۔ "رانی کیتکی کی کہانی" "دیوان غالب" (نسخہ عرشی) "انتخاب غالب"۔ "سلک گوہر"۔ "نادرات شاہی"۔ "فرہنگ غالب"۔ "نصاب ایف اے و بی اے" کے علاوہ متعدد غیر مطبوعہ مسودات و لاتعداد تحقیقی مضامین (ترجمہ)، مقالات و مقدمات اہم ہیں۔

Scanned with CamScanner

RAZA LIBRARY

RAMPUR U.P. (INDIA)

Ref. No. ____________ Date . ____________ 196

۱۹/اگست ۶۷ء

محترمی و مکرمی، تسلیم مع التکریم،

میں نے آپ کا رسالہ "برگ و بار" پڑھا۔ یہ مجموعۂ نظم نہ صرف اپنے موضوع کے لحاظ سے اچھوتا ہے، بلکہ اپنی حیثیت میں بھی بہت دلکش ہے۔ مجھے اس کی اکثر نظموں کے بہت سے شعر پسند آئے۔

خدا کرے آپ کی دوسری کتابوں کی طرح یہ مجموعہ بھی اہلِ ذوق کو پسند آئے، اور آپ کا ذوق تا دیر اس سے بہتر برگ و بار لائے۔ آمین!

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ احبابِ گورکھپور کو سلام۔ والسلام

مخلص
عرشی

عرفان صدیقی بدایونی

جدید غزل اور منفرد لہجہ کے نامور شاعر عرفان احمد صدیقی کی سلمان احمد صدیقی (مرحوم) کے گھر ۸ جنوری ۱۹۳۹ء کو بدایوں میں ولادت ہوئی۔ سلمان احمد اچھے شاعر تھے ہلالی تخلص کرتے تھے۔
عرفان صدیقی نے انٹرمیجیٹ تک تعلیم مقامی حافظ صدیق اسلامیہ انٹر کالج میں حاصل کرنے کے بعد بریلی کالج سے بی۔اے اور دہلی یونیورسٹی سے صحافت میں ایم۔اے کی سند لی۔ تکمیل تعلیم کے بعد مرکزی محکمہ اطلاعات ونشریات سے وابستہ ہوکر دہلی ولکھنؤ میں تعینات رہے کچھ دن محکمہ دفاع میں رہے۔ آج کل مرکزی انفارمیشن بیورو کانپور میں اہم واعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں۔

عرفان صدیقی جس ادبی وشعرانگیز ماحول میں پروان چڑھے اسکے اثرات نے کم سنی میں ہی انہیں شعروادب کی طرف رجوع کردیا اور وہ شاعری کرنے لگے۔ والد، دادا اور خاندان کے بیشتر بزرگوں کا شمار مستند ادبا وشعرا میں ہوتا تھا۔ عرفان صدیقی مشق، محنت اور خداداد صلاحیتوں کا مظاہرہ کرکے دن بدن نمایاں ہوتے گئے اور جدید فکر وانداز کے معتبر شاعر کی حیثیت سے ملک گیر شہرت کے مالک ہیں۔ ان کا شمار صف اول کے جدید غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔
مذہبی شاعری میں بھی اہم مقام رکھتے ہیں۔ کلام برصغیر ہندوپاک کے مقتدر جرائد میں شایع ہوتا رہتا ہے۔ کثیر المطالعہ ہیں اور نثری ادب پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔
شعری مجموعے "کینوس"، "شب درمیاں"، "سات سماوات" اور "مالویکا اگنی متر" (منظوم ترجمہ) وغیرہ شایع ہوکر شہرت حاصل کر چکے ہیں۔

Scanned with CamScanner

دلوں سے درد کا احساس گھٹتا جاتا ہے
یہ کشتگاں کا قبیلہ سمٹتا جاتا ہے

کھلے پروں پہ فضا تنگ ہوتی جاتی ہے
اور آسمان زمینوں میں بٹتا جاتا ہے

ہزار قرب کے امکان بڑھتے جاتے ہیں
مگر وہ ہجر کا رشتہ جو کٹتا جاتا ہے

ابھرتا آتا ہے پانی پہ عکس ویرانی
کہ ہر پرند وطن کو پلٹتا جاتا ہے

اُفق میں ڈوبتا جاتا ہے شامیانۂ زر
سوادِ شام بدن سے لپٹتا جاتا ہے

طلوع ہونے کو ہے پھر کوئی ستارۂ غیب
وہ دیکھیے پردۂ افلاک پھٹتا جاتا ہے

عرفان صدیقی

عزیز قیسی

یکم جولائی ۱۹۱۳ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی و ثانوی تعلیم کے مراحل طے کرتے ہوئے جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد) سے بی۔اے کی سند حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی سے ہی شعر و ادب سے دلچسپی تھی۔ انجمن ترقی پسند مصنفین کے سرگرم کارکن اور حیدرآباد کے مقبول شاعر تھے۔ نثر بھی اچھی لکھتے تھے۔ افسانوں کے مجموعے اور شعری مجموعے شایع ہو کر ملک گیر شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ شاعری اور افسانہ نگاری کے ساتھ فلمی دنیا سے بھی وابستہ ہو گئے تھے اور بمبئی میں قیام پذیر تھے متعدد فلموں کی کہانیاں لکھی ہیں۔

۳۰ ستمبر ۱۹۹۲ء کو انتقال ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

مرزا محمد ہادی عزیزؔ لکھنوی

عزیزؔ ۱۴ فروری ۱۸۸۲ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مرزا محمد علی تھا۔ علم و فضل کے اعتبار سے ان کا خاندان ممتاز تھا۔ عزیزؔ نے بھی متعدد علماء و فضلا سے تحصیل علوم کیا اور ممتاز صاحبان علم میں شمار ہونے لگے۔ عزیزؔ نے متعدد ملازمتیں کیں۔ آخر میں امین آباد ہائی اسکول۔ لکھنؤ میں فارسی و اردو کے استاد ہو گئے۔
۱۹۲۸ء میں یہ ملازمت بھی چھوڑ دی اور ریاست محمود آباد ضلع سیتاپور سے وابستہ ہو گئے۔ عزیزؔ کثیر المطالعہ، زبان و بیان پر قادر اپنے دور کے ممتاز اور کثیر التلامذہ شعرا میں تھے۔ نثر بھی اچھی لکھتے تھے کئی تخلیقات کتابی شکل میں مطبوعہ ہیں۔

لکھنؤ میں ۲۹ جولائی ۱۹۳۵ء کو انتقال ہوا۔

شعری و نثری تصنیفات: "گلکدہ"۔ "صحیفہ ولا"۔ "قصائد عزیز"۔ "سید گل" "برق تجلی"۔ "انجم کدہ"۔ "تجلیات"۔ "گل تابوت" "عزیز اللغات"۔ "شہید ثالث"۔ "نالہ جرس"

وغیرہ ہیں۔

Scanned with CamScanner

علی احمد جلیلی

فصاحت جنگ جلیل مانکپوری کے صاحبزادے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے اور خوشگوار ادبی و شاعرانہ ماحول میں پروان چڑھے عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم۔ اے (اردو) کی ڈگری لیکر سرکاری ملازمت میں داخل ہوگئے۔ پہلے ایک کالج میں لکچرر ہوئے پھر انسپکٹر آف اسکولز کے عہدہ پر پہنچ کر سنہ ۱۹۷۰ء میں وظیفہ یاب ہوئے۔

شاعری انہیں وراثت میں ملی تھی زمانہ طالب علمی میں ہی شاعری کا آغاز ہوگیا تھا رفتہ رفتہ شہرت میں اضافہ ہوتا گیا اور ملک بھر کے ادبی رسائل میں چھپنے لگا۔

"نقش قدم" اور "شہر تمنا" وغیرہ ان کے مطبوعہ شعری مجموعے ہیں۔

عمرؔ انصاری لکھنوی

دبستانِ لکھنؤ کے معروف و مستند شاعر عمرؔ انصاری حاجی محمد اسحٰق انصاری (جو سوداگر کے نام سے مشہور تھے) کے گھر ۲۳ ستمبر ۱۹۱۲ء کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کے بعد کرسچین کالج لکھنؤ سے ہائی اسکول وانٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے بی۔اے (آنرز) کی ڈگری حاصل کی شاعری بچپن سے ہی رگ و پے میں رچی بسی تھی۔ شروع میں پیارے صاحب رشید و مرزا محمد ہادی عزیزؔ لکھنوی سے استفادہ کیا۔ ان دونوں کے انتقال کے بعد مولانا آسی الدنی کی شاگردی اختیار کی۔ صحافت سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں ماہنامہ "صاعقہ" ماہنامہ "عارف" پندرہ روزہ "ترقی" اور روزنامہ "الہند" کی ادارت کر چکے ہیں۔ لکھنؤ کے صف اول کے شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔ یوپی اردو اکادمی وغیرہ نے اعزازات و انعامات سے نوازا ہے۔

"ساز بیخودی"، "صنم کدہ"، "حرف ناتمام"، "ترانۂ نعت"، "خواب زار" وغیرہ ان کے مختلف اصناف پر مشتمل مشہور شعری مجموعے ہیں۔

Scanned with CamScanner

Phone : 45495

عمر انصاری

۲۰ - امین آباد پارک - لکھنؤ

کبھی چلا بھی تو بس رہ گیا کتابوں تک
پہنچ سکا نہ زمانہ ہمارے خوابوں تک

وہ فاصلہ ہے کہ صدیوں کا ہے سفر درکار
نگاہِ یار سے ہم خانماں خرابوں تک

کبھی کبھی تو میں خود بھی پہنچ نہیں پاتا
تمہاری یادوں کے کھلتے ہوئے گلابوں تک

نظر نہ آئے گا پھر کچھ سمندروں کے سوا
زمیں، زمیں ہے ہمیں آسماں حبابوں تک

محمد ادریس عنبر بہرائچی

عنبر بہرائچی مولوی جمیل احمد جمیل مرحوم کے گھر جولائی سنہ ۱۹۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے جغرافیہ میں ایم۔اے کی سند حاصل کی اور جنرلزم میں ڈپلوما لیا اس کے بعد صوبائی سول سروس کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے۔ اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز ہیں۔

زمانۂ طالب علمی سے ہی شعر و ادب سے لگاؤ ہے۔ شعری مجموعہ "دوب" چھپ چکا ہے اس کے علاوہ "مہا بھا نشکرن" اور "اقبال ایک ادھین" وغیرہ جیسی تخلیقات نے بھی شہرت و مقبولیت حاصل کی ہے۔ ان کا ادبی سفر جاری ہے۔ عوامی مقبولیت کے علاوہ متعدد اداروں سے ایوارڈ بھی حاصل کر چکے ہیں۔

Scanned with CamScanner

अम्बर बहराइची
AMBER BAHRAICHI

عنبر بہرائچی

Date....................

تھی کچھ ایسی بات جو ڈستی رہیں تنہائیاں
ورنہ تیری زلف نے تو گھر کو مہکایا بہت

* * *

اُس کو قدموں سے ستارے بھی لپٹنا چاہیں
اور جو شخص کہ پیروں کو ہٹا لیتا ہے

* * *

اب کہاں وقتِ سحر گلگشت کی وہ لذتیں
دوب کا سرسبز میداں ریت میں ڈوبا ہوا

* * *

مرغ کے دانے کو ترس رہا تھا اور وہ
صحن کو مہکا رہی تھی سنتیں پڑھتے ہوئے

عنبر بہرائچی — (عطیہ جناب عرفان عباسی)

مرزا اسد اللہ خاں غالب

نجم الدولہ، دبیر الملک، نظام جنگ مرزا اسد اللہ خاں اسد و غالب عبداللہ بیگ خاں کے بیٹے تھے۔ ۱۷۹۶ء[1] میں پیدا ہوئے۔ عبداللہ بیگ متعدد ملازمتوں کے بعد ریاست الور میں ملازم ہوئے اور وہیں ۱۸۰۲ء کی کسی لڑائی میں کام آگئے۔ غالب تھوڑے دن اپنے چچا نصر اللہ بیگ خاں صوبہ دار اکبر آباد کے پاس رہے لیکن ۸-۹ سال کی عمر تھی کہ ان کی شفقت سے بھی محروم ہوگئے۔ چچا کی جاگیر سے انہیں سات سو روپے سالانہ پنشن ملتی رہی پھر دہلی چلے گئے اور بہادر شاہ ظفر نے پچاس روپیہ ماہوار مقرر کر دیا۔ زمانہ غدر (۱۸۵۷ء) میں یہ وظیفہ بھی بند ہو گیا تو انہوں نے ریاست رام پور کا رخ کیا جہاں نواب نے قدر و منزلت کی اور ایک سو روپیہ ماہانہ مقرر کیا۔ مرزا کچھ دن وہاں رہے لیکن دہلی کی یاد نے زیادہ ٹکنے نہیں دیا اور وہ لوٹ گئے۔

مرزا غالب فارسی زبان و ادب پر عبور رکھتے تھے اور بلند پایہ فارسی شعرا میں شمار کئے جاتے تھے۔ شروع میں ان کی اردو شاعری فارسی تشبیہات، تراکیب اور الفاظ کی کثرت کی وجہ سے مقبول نہیں ہوئی تو انہوں نے رنگ اور طرز بیان میں تبدیلی کی اور اس طرح مضامین کی ندرت، زبان کی صفائی، روانی و سلاست، معنی آفرینی، دل کشی اور طرز ادا کو اپنایا کہ دنیائے ادب میں تہلکہ مچا دیا۔ انہوں نے باکمال و بے مثال شاعر کی حیثیت سے شہرت و مقبولیت ہی نہیں حاصل کی بلکہ اردو ادب کی سطح کو بھی بلند تر مقام بخش دیا۔ ان کی نظم و نثر دونوں میں انفرادیت و دلکشی ہے خطوط نگاری میں بھی بے مثال تھے مزاج میں متانت و سنجیدگی کے ساتھ شوخی و ظرافت کے امتزاج نے ان کی تخلیقات کو بے حد دلچسپ بنا دیا ہے۔

۱۵ فروری ۱۸۶۹ء[1] کو انتقال ہوا۔

تصنیفات:۔ "دیوان غالب"۔ "اردوئے معلیٰ" اور "عود ہندی" مرزا کا خاص ادبی اثاثہ غدر ۱۸۵۷ء کے زمانہ میں غائب ہو گیا تھا محققین تلاش و جستجو میں سرگرداں رہے اور بہت کچھ دستیاب کر لیا ہے۔ مرزا کی وفات کے بعد ان کی شاعرانہ عظمت، دیوان کی شرحیں، دیوان کے ایڈیشن اور دوسری زبانوں میں کلام کے تراجم کے علاوہ خطوط و لطائف وغیرہ پر جتنا کام ہوا اور ہو رہا ہے اس کی کم از کم اردو شاعری میں مثال نہیں ملتی ہے۔

---

[1] مصنفین اردو مرتبہ زوار حسین ص ۱۵۱، ۱۵۲ (خود نوشت سوانح)

حضرت ولی نعمت آیۂ رحمت سلامت

بعد تسلیم معروض ہے توقیع وقیع مع ہنڈوی تنخواہ نومبر سنہ ۱۸۶۶ عیسوی
عزّ ورود لایا سو روپیہ معرض وصول میں آیا قطعۂ تاریخ کی باب میں التماس
یہ ہے کہ اب قوت ناطقہ بہ تصرف اور معنی آفرینی کا زور مطلق باقی نہیں
مگر از راہ فرط ارادت و محبت تمنائے دعا کے واسطے تقریب ڈھونڈھتا ہوں جب
موقع پاتا ہوں کچھ عرض کرتا ہوں تخرجہ لطیف ہاتھ آگیا اوس پر مدعا کی بنا رکھی
پیر و مرشد اگر غازی آباد سے حضور ریل پر سوار ہوں تو فقیر کو تاریخ ورود غازی آباد
سے آگہی ہو جائے تاکہ میں وہاں حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کروں زیادہ حد ادب

تم سلامت رہو ہزار برس　　ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

مشتاق احمد غبار بھٹی

مشتاق احمد غبار بھٹی موضع مدنی ضلع بارہ بنکی کے فقیر منش بزرگ مولانا نثار احمد بھٹی نثار کے گھر جولائی سنہ ۱۹۲۰ء کی کسی تاریخ کو پیدا ہوئے۔

غبار بھٹی کو گھر کے علمی اور ادبی ماحول نے بچپن میں ہی شعر سخن کی طرف مائل کر دیا تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا کلام میں پختگی اور تخیل میں بلندی آتی گئی انھوں نے حکیم ہادی رضا خاں ماہر لکھنوی (متوفی سنہ ۱۹۴۳ء) ۔ حکیم منے آغا فاضل لکھنوی (متوفی سنہ ۱۹۴۲ء) ۔ باقر حسین شاعر وغیرہ کی صحبتوں سے فیض اٹھایا تھا اور مولانا فضل الحسن حسرت موہانی (متوفی سنہ ۱۹۵۱ء) سے بھرپور فنی استفادہ کیا تھا۔ غبار بھٹی زود گو پختہ مشق شاعر تھے اور مختلف اصناف سخن پر طبع آزمائی کرکے جولانی طبع کے جوہر دکھاتے تھے۔ ان کے کئی شعری مجموعوں کے علاوہ کلام ملک کے مقتدر رسائل میں چھپتا تھا اور پسند کیا جاتا تھا۔ معالجاتی مصروفیات کے بعد سارا وقت شعر و ادب اور تصنیف و تالیف کے شغل میں گزارتے تھے۔ ان کی تصنیفات میں "ننھی روح"۔ "پرواز غبار"۔ حرف سخن۔ "بیاض سحر"۔ "سواد شام" اور "نغمہ سرمدی" وغیرہ شامل ہیں غبار بسلسلہ معاش پٹنہ چلے گئے تھے آخر وقت تک وہیں رہے ۱۲ر فروری سنہ ۱۹۸۶ء کو انتقال ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

نہ پوچھ مجھ سے مرے دوست آج کیا ہوں میں — بس ایک کربِ مسلسل کا سلسلہ ہوں میں

نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم — بس اک عذاب ہے جس کو جھیلتا ہوں میں

دوا میں کوئی اثر ہے نہ اب دعا میں ہے — مرے عزیز کا اک درد لا دوا ہوں میں

عجیب دور کی ہے میری ناخدائی بھی — خود اپنی زیست کی کشتی ڈبو رہا ہوں میں

بھٹکنے کے لیے چھوڑ آیا کارواں اپنا — کہ اس تلاش کا اک بے سر قافلہ ہوں میں

دماغ میں ہے نہ وحشت تو آہٹوں میں بشر — چلوں تو بیٹھ کے اکثر ہانپتا ہوں میں

نگاہیں خیرہ ہیں، پاؤں میں لغزش ہے — شناوری کے سبب مثلِ نقشِ پا ہوں میں

جو بیٹھ جاؤں تو پھر خود سے اٹھ نہیں سکتا — اور اب اتنا ہی مجبور ہو گیا ہوں میں

یہ تیرا اتنی مسلسل، ارے نادانستہ — یہ چاہتا ہوں کہ اس شہر سے رخ کر رہا ہوں میں

کبھی تھے مرحلے جو چٹکیوں میں حل ہوتے — اب اپنی ذات سے خود ایک مرحلہ ہوں میں

قریب تر ہے مرے دوست فیصلے کی گھڑی — حیات و موت کا بس اتنا فاصلہ ہوں میں

ہے جن جنوں کو توقع مری خدائی کی — خدا گواہ بس اتنی ہی انتہا ہوں میں

سوائے رشک نہ تھا اور کچھ بھی نصیب — محل کے خالی ہر اک خانہ دیکھتا ہوں میں

بس ایک آیۂ "لاتقنطوا" ہے سرمایہ — رحیم اس کرم کی راہ تک رہا ہوں میں

غبارِ زیست عبارت ہے چند ذروں سے — ہوا کے جھونکے سے سمجھو کہ بس فنا ہوں میں

Scanned with CamScanner

رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری

فراق گورکھپور کے رہنے والے اور اپنے دور کے معروف وکیل و شاعر گورکھ پرشاد عبرت کے بیٹے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ میور سنٹرل کالج الہ آباد سے بی۔ اے اور آگرہ یونیورسٹی سے ایم۔ اے (انگریزی) کی اسناد حاصل کیں۔ صوبائی سول سروسز میں نامزد ہوئے لیکن قبول نہ کیا اور جنگ آزادی میں عملی حصہ لیکر قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں۔ ۱۹۲۷ء میں قید سے رہا ہونے کے بعد کرسچین کالج، لکھنؤ و سناتن دھرم کالج کانپور میں استاد رہے پھر شعبہ انگریزی الہ آباد یونیورسٹی میں لکچرر ہوئے اور آخر تک اسی یونیورسٹی سے وابستہ اور الہ آباد میں مقیم رہے۔

فراق اپنے دور کے نامور ادیب و شاعر تھے وہ تنقید، نظم، غزل و رباعیات وغیرہ پر خامہ فرسائی کر کے صف اول کے شعرا و ادبا میں امتیازی حیثیت کے مالک بنے۔ نثر میں تنقید ان کا خاص موضوع تھا۔ عرصہ تک اخبارات و رسائل میں مضامین شایع ہوتے رہے اس کے بعد متعدد نثری تخلیقات سے علمی و ادبی دنیا میں اپنی خداداد صلاحیت و علمیت سکہ جمایا۔ ان کے شعری مجموعہ "گل نغمہ" پر ساہتیہ اکادمی نے انعام سے نوازا تھا

۳ مارچ ۱۹۸۲ء کو دہلی میں وفات پائی۔

تصنیفات: نثری:- "اندازے"۔ "اردو کی عشقیہ شاعری"۔ "اردو غزل گوئی"

شعری:- "گل نغمہ"۔ "گل بانگ"۔ "پچھلی رات"۔ "روپ"۔ "مشعل"۔ "شبستاں"۔ "روح کائنات" وغیرہ مشہور ہیں۔

Scanned with CamScanner

8/4 Bank Road
Allahabad
2-11-74

مکرمی !

یاد آوری کا شکریہ - میں ۸ نومبر کی شام
کو لکھنؤ ایک مشاعرہ میں شرکت
کر رہا ہوں - میں تنہا نہیں آنے جانے سے
معذور ہوں - جناب شوق مرزاپوری ایم اے
جو میرے شاگرد ہیں اور دور دور تک
مشاعرے پڑھ چکے ہیں وہ میرے ساتھ
ہوں گے - آپکے مشاعرے میں میری شرکت
جبھی ممکن ہے کہ آپ انکو بھی پڑھوا دیں
اور شعر و [illegible] انکو [illegible] دیدیں - مجھے آپ
تین سو روپے دے رہے ہیں مجھے نذر [illegible] رہے -
لیکن مشاعرہ سے پہلے آپکا آدمی
تین سو میرے لئے اور سو روپیہ
شوق کے لئے میرے بھائی کے
یہاں بھجوا دیں -

پتہ - مسٹر [illegible] سہائے
161 کندھاری بازار
لکھنؤ - جواب فوراً دیں

آپکا - فراق

पोस्ट POST
INDIA

S.M. ATHAR NABI
ADVOCATE GEDAN-
PUR HOUSE J.N. SANYAL
ROAD LUCKNOW

पिन PIN

فضل نقوی لکھنوی

دبستان لکھنؤ کے ممتاز، کثیر التلامذہ و کہنہ مشق شاعر اور صحافی سید ظفر عباس فضل نقوی خاندان اجتہاد کے فرد تھے۔ انہوں نے شاعری کے ساتھ تقریباً ۶۰ سال تک لکھنؤ سے اخبار "نظارہ" پابندی کے ساتھ نکالا اور اس کے ایڈیٹر رہے۔ تمام اصناف شاعری پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ تاریخ گوئی پر انہیں بڑا عبور حاصل تھا۔ مذہبی شاعری میں بھی شہرت تھی اور انہیں شاعر حسینی کہا جاتا تھا۔

فضل نقوی نے سیکڑوں نو آموز شعرا کی فنی تربیت کی۔ ان کے شاگرد برصغیر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ فضل نقوی نثر بھی اچھی لکھتے تھے اور لکھنوی شرافت و نفاست کا نمونہ تھے۔

ان کی تصنیفات کی تعداد بھی کافی ہے۔

تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں ۱۴ مئی 1991ء کو انتقال ہوگیا۔ حسینیہ غفرانمآب میں تدفین ہوئی۔

Scanned with CamScanner

PATRIOTISM IS PART OF RELIGION

حب الوطن من الایمان

Phone : 82281

JAMAT-E-IMANI-E-HIND

(Regd. No. 228)

—: Head Office :—

38, JAUHARI MOHALLA, LUCKNOW.

Ref. No ....

Dated 28/2 1982

"ایجنڈا"

۱۔ لکھنؤ کے شیعہ سنی تنازعہ کو جو لگ بھگ چار سال سے اہل علم و دانش اور تمام امن پسند حضرات کے لئے تکلیف دہ ہے۔ دوستانہ ماحول میں کیونکر حل کیا جا سکتا ہے؟

۲۔ لکھنؤ کے اوقاف تنظیموں کی موجودہ حالات اور بدانتظامی کو ختم کرنے کے لئے کیا اقدامات اختیار کئے جا سکتے ہیں؟

۳۔ اتر پردیش میں اردو کو دوسری سرکاری زبان بنائے جانے کے سلسلہ میں وزیر اعلیٰ شری وشوناتھ پرتاپ سنگھ نے ۳۱ دسمبر ۱۹۸۱ء سے قبل جو اعلان فرمایا تھا اس پر ابھی تک عملی شکل اختیار نہیں کی گئی ہے۔ بعض اردو دشمن تنظیمیں بیجا دباؤ ڈال کر رکاوٹیں پیدا کر رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں جماعت ایمانی ہند کو کیا ٹھوس کوشش کرنا چاہئے؟

۴۔ دیگر امور باجازت صدر۔

نوٹ:- مذکورہ میٹنگ میں شرکت کے لئے جناب ڈاکٹر انجم قدر صاحب بھی خصوصی طور پر تشریف لا رہے ہیں۔

خسیم برادر
فضل نقوی
General Secretary

(عطیہ جناب عرفان عباسی)

فکری سلطانپوری

کنور احمد صیانت الزماں نام۔ فکری تخلص۔ خوش حال زمیندار کنور احمد رئیس الزماں کے گھر موضع ہاری مئو ضلع سلطان پور میں ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ رواج زمانہ کے مطابق تعلیم و تربیت پائی۔ کم سنی میں ہی شعر و شاعری کی طرف راغب تھے انہوں نے علامہ اقبال، اصغر گونڈوی، فانی بدایونی، ریاض خیرآبادی، جگر مرادآبادی وغیرہ کے کلام کا گہرا مطالعہ کیا اور ان سے متاثر ہوئے۔ شاعری میں فصیح انصاری آسیونی کے شاگرد اور مختلف اصناف شاعری پر طبع آزمائی کرنے والے صاحب علم و باصلاحیت شاعر تھے۔ عرصہ تک کانپور میں قیام کیا اور اقبال لائبریری سے وابستہ رہے۔ ایک منصوبہ کے تحت مرزا غالب پر برسوں کام کرتے رہے جو مکمل نہ ہو سکا۔

ان کے دو شعری مجموعے "چراغ ایمن" اور "جمال فکر" شائع ہوئے تھے۔ کثیر شعری و نثری اثاثہ غیر مطبوعہ چھوڑ کر ۹ نومبر ۱۹۸۴ء کو راہی ملک بقا ہوئے۔

Scanned with CamScanner

Lucknow
8-4-1981

السلام علیکم !

بھئی مجھے بہت یاد کہ مجھ سے سلمان صاحب یا عرفان کون روشناس کرائے اور کس صاحب سے پہلی ملاقات میجر حبیب اللہ صاحب کی کوٹھی میں ہوئی تھی - اسے بہت عرصہ گزر گیا -

میں چند کتابیں بھی ساتھ لاؤں گا لیکن پروگرام طے ہو جانا چاہیے کیونکہ اختلاطی دور سے میری طبیعت بڈھا ہو جاتی ہے اسلئے تعطیل کا دن ہو تب ہی اوّل وقت آپ مکان پر مل سکیں گے - کیا اتوار مناسب ہوگا صبح کو - کب تک مکان پر رہ سکیں گے - آپکے ارشاد قلم سے متعلق کچھ باتیں ہیں پراشیہ دوسری طرف دیکھئے

مجروح سلطانپوری

(عطیہ جناب عرفان عباسی)

ڈاکٹر مصاحب علی خاں - قمر رئیس

ڈاکٹر قمر رئیس متوطن شاہجہاں پور ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ معزز پٹھان خانوادے کے فرد عبدالعلی خاں کے بیٹے ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن شاہ جہاں پور میں حاصل کرنے کے بعد ایم۔ اے ناگپور یونیورسٹی، ایل۔ ایل۔ بی لکھنؤ یونیورسٹی اور "پریم چند کے ناولوں کا تنقیدی مطالعہ" موضوع پر مقالہ لکھ کر علیگڑھ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ ان کی ادبی سرگرمیوں کا آغاز زمانہ طالب علمی میں ہوگیا تھا۔ نہایت ذہین۔ محنتی اور ہونہار طلبار میں شمار ہوتے تھے۔ اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے بعد دلی یونیورسٹی میں تقرر ہوگیا۔ لکچرر۔ ریڈر اور کچھ دن صدر شعبۂ اردو رہے۔ اسی زمانہ میں ان کی خدمات تاشقند یونیورسٹی نے بحیثیت وزٹنگ پروفیسر حاصل کرلیں۔ وہاں سے واپس آکر پھر دہلی یونیورسٹی سے وابستہ ہوگئے۔ پریم چند پر ان کا کام نہایت جامع منفرد اور اہم ہے۔ وہ پریم چند کے ناقدین میں ممتاز حیثیت کے مالک اور مارکسی نقطہ نظر کے شگفتہ نگار ادیب ہیں۔

کئی تحقیقی، تنقیدی و ادبی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں "تنقیدی تناظر"۔ "تلاش و توازن"۔ "ترجمہ کا فن اور روایت"۔ "پریم چند کے نمایاں افسانے"۔ "اقبال کا شعور و فن"۔ "اصناف و ادب"۔ "آزاد ہند فوج کی کہانی" اور "پریم چند کے افسانوں کا تنقیدی مطالعہ" وغیرہ اہم اور مشہور ہیں۔

Phone : 203056

ASRI AGAHI (Monthly)

1410/31 (Shanti Building) Shahdara, Delhi 110032

مکرمی

تسلیم

عصری آگہی ہر ماہ پابندی سے شائع ہو رہا ہے
امید ہے کہ اس کا تازہ شمارہ آپ کو ملا ہوگا
ملک میں ایک ایسے جریدہ کی کمی مدت سے محسوس کی
جا رہی تھی جو ادب میں صحت مند رجحانات کا ترجمان
ہو اور جس میں عصری فکر، زندگی اور تہذیب کے مسائل
پر آزادانہ اظہار خیال کی گنجائش ہو۔ ہماری کوشش ہے
کہ عصری آگہی اس کمی کی تلافی کر سکے۔
اس پرچے کو زندہ رکھنے اور خوب تر بنانے میں ہمیں
آپ کی سرپرستی اور تعاون کی ضرورت ہے۔ التماس ہے کہ
مبلغ بیس ۲۰ روپیے زر سالانہ منی آرڈر سے بھیج کر
اس کی خریداری قبول فرمائیں۔

کرشن چندر

ممتاز اور اہم افسانہ و ناول نگار کرشن چندر ۱۹ نومبر ۱۹۱۴ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی زمانہ کشمیر میں گزارا وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد لاہور سے ایم۔اے (انگریزی) اور وکالت کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ کچھ دن ہیڈ ماسٹر رہے پھر آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہوئے لیکن کہیں جم نہ سکے اور قلم کو ہی کسب معاش کا ذریعہ بنایا۔ وہ ۱۹۴۰ء میں لاہور سے دہلی منتقل ہو گئے تھے وہاں سے بمبئی گئے اور فلموں کی کہانیاں اور مکالمے لکھنے لگے۔ ان کے افسانے، ناول اور رپورتاژ سب نے شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ اپنے دور کے نامور اور شگفتہ نگار ادیب تھے۔ تحریک ترقی پسند مصنفین سے بھی لگاؤ رکھتے تھے اور اشتراکیت سے بھی متاثر تھے۔

بمبئی میں ۸ رمارچ ۱۹۷۷ء کو وفات پائی۔ ان کی کثیر تصانیف میں

افسانوی مجموعے: "ٹوٹے ہوئے تارے"۔ "اجنتا سے آگے"۔ "زندگی کے موڑ پر"۔ "نغمے کی موت"۔ "میں انتظار کرونگا"۔ "طلسم خیال"

ناول:۔ "ایک عورت ہزار دیوانے"۔ "میری یادوں کے چنار"۔ "باون پتے"۔ "آسمان روشن ہے"۔ "مٹی کے صنم"۔ "چاندی کے گھاؤ"۔ "بورتن کلب"۔ "دادر پل کے بچے"۔ "ایک وائلن سمندر کے کنارے"۔ "شکست"۔ "لندن کے سات رنگ" "مشینوں کا شہر"۔ "ہونولولو کا راجکمار"۔ "آدھا راستہ" وغیرہ بہت مقبول ہوئے۔

Scanned with CamScanner

KRISHAN CHANDAR

Phone : 53 75 03

THE NICHE
ST. FRANSIS AVENUE
SANTACRUZ (WEST)
BOMBAY-400 054

10.10.75

مکرمی اطہر نبی صاحب - آداب - امید ہے آپ کو میرا خط اور
ٹیلی گرام مل گیا ہوگا - آپ نے مجھے ابھی تک سفر خرچ کا کرایہ وغیرہ
روانہ نہیں کیا ہے - اب میں برقی سے ہی آؤنگا - میرا پروگرام یہ
ہے کہ ۲۵ تاریخ کو یہاں سے دلی کے لئے چلوں گا 26 تاریخ کو آرام
کروں گا ایک دن کے لئے - دوسرے دن یعنی ۲۷ اکتوبر کو دلی
سے لکھنؤ کے لئے چل کر ۲۸ کی صبح جب لکھنؤ پہنچ جاؤنگا ایک دن
آرام کر کے ۲۹ اکتوبر سے کانفرنس اور سیمینار کے کام میں لگ جاؤنگا -
بمبئی میں بکنگ وغیرہ کا انتظام پہلے سے کرنا پڑتا ہے - اور وقت
اب کم رہ گیا ہے اسلئے یاددہانی کر رہا ہوں .

یہاں انگریزی کے ہفت روزہ Current میں اعلان
کر دیا ہے آپ کی کانفرنس کی مکمل روئیداد انگریزی میں چھپے گی
سیمینار کی بھی - اور ایک رپورٹ آپکے لئے ارسال کی ہے آج
خود لکھ دیا ہے . یہ آنکھوں دیکھا حال ہی انگریزی کے اس
ہفت روزہ میں چھپے گا - یہ بات کل طے ہو گئی .

امید ہے آپ مجھ کو بھجوانے میں بیورو تاخیر سے کام نہ لیں گے .
مہربانی کر کے اس کا جواب فوراً دیں گے .

آپ کا
کرشن چندر

مکتوب جناب اطہر نبی

عبدالحمید کوثر جائسی

نام عبدالحمید۔ تخلص کوثر۔ وطن جائس ضلع رائے بریلی۔ محمد احمد مرحوم کے گھر ۱۹۱۶ء میں جائس میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے ساتھ ذوقِ شعر و سخن میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ مقامی معروف شاعر مہر جائسی کی شاگردی اختیار کر کے مشق و محنت سے شعری حلقوں میں شہرت حاصل کی۔ عرصہ سے بسلسلۂ معاش کانپور میں مقیم ہیں۔ مستند و کثیر التلامذہ اساتذہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ قادر الکلام اور زود گو شاعر ہیں۔ مجموعہ کلام "کمیں گاہ خیال" ۱۹۸۱ء میں شایع ہو چکا ہے۔

مختلف اصناف شاعری کا کثیر شعری اثاثہ منتظرِ اشاعت ہے۔

کانپور
۳۰ راگست ۱۹۸۶ء

مخلص مکرم سلام علیکم

آپ کا خط ۲۹ راگست کو نظر نواز ہوا
حسبِ مشورہ امدادی رقم میں اضافے کے لئے سکریٹری اکاڈمی کے پاس
ایک درخواست بھیج دی ہے۔ اُس میں موجودہ دور میں بڑھی ہوئی مہنگائی
تذکرہ اور پیش نا آسودگیٔ حیات کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے علاوہ میں نے
۲۸ جولائی ۸۶ء کو ایک فارم طبی امداد کے لئے مکمل کرکے بھیج دیا ہے۔ [illegible]
بیماری کی تفصیل اور متعلقہ ڈاکٹری سرٹیفکٹ منسلک فارم ہیں۔ [illegible]

اس کے بارے میں آپ کو خط بھیجا ہے
جو یقیناً مل گیا ہوگا۔ بیماری کے
سلسلے میں جو بھی زیادہ سے زیادہ
امداد ممکن ہو اس کے لئے بھی سعی فرمائیں
مجھے کئی سال سے سانس کا (ضیق النفس)
کی شکایت ہے احتیاطاً تحریر ہے۔

خیر اندیش
کوثر جائسی
102/95 Colonel Ganj
Kanpur

जवाबी
REPLY
15 भारत INDIA

Janab Ather Nabi Sahab (Advocate)
Gadanpur House
J. N. Sanyal Road
Lucknow

(مکتوب الیہ جناب اطہر نبی)

کوکب کونچوی

شاہ مظفر علی قادری بزرگ و پختہ مشق شاعر اور درگاہ حضرت خرم شاہؒ کے سجادہ نشین ہیں۔ کوکب تخلص کرتے ہیں۔ قصبہ و ضلع کی ادبی سرگرمیوں میں منہمک اور علمی و ادبی حلقوں کی نمایاں شخصیت ہیں۔ ضلع کے لاتعداد شعرا ان سے فنی استفادہ کرتے ہیں۔ کوکب مقامی و بیرونی مشاعروں میں بکثرت شرکت کرتے رہے ہیں۔ کبر سنی کی وجہ سے اب گریز کرتے ہیں۔ وہ میاں شاہ اکبر علی قادری کے گھر ۲، فروری ۱۹۱۲ء کو کونچ ضلع جالون میں پیدا ہوئے تھے۔ فارسی و اردو کے قادر الکلام اور صاحب دیوان شاعر ہیں۔ ان کے متعدد ضخیم جلدوں میں (غیر مطبوعہ) روزنامچہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

"مرثیہ فیاض" - "دیار کہکشاں" اور "رباعیات کوکب" وغیرہ انکی مطبوعہ تصنیفات ہیں۔ غیر مطبوعہ کثیر شعری اثاثہ بھی منتظر اشاعت ہے۔

Scanned with CamScanner

مرے عشق سے بنا ہے ترے حسن کا فسانہ
ترا ذکر ہی کہاں تھا، مری داستاں سے پہلے

مرے آشیاں کے تنکوں سے چمن میں روشنی ہے
نہ تھیں بجلیاں چمن میں مرے آشیاں سے پہلے

تری بندگی نے بخشی ہے مجھے یہ سربلندی
نہ جھکا کبھی مرا سر ترے آستاں سے پہلے

ناصر کاظمی

(عطیہ جناب عرفان عباس)

Scanned with CamScanner

سرسوتی سرن کیف

مین پوری (یو پی) کے ایک معزز خاندان میں منشی بھگوان داس کھرے کے گھر ۲۰ مارچ ۱۹۲۲ء کو آنکھ کھولی۔ ۱۹۳۷ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول ایٹہ سے میٹریکولیشن، ۱۹۴۱ء میں ڈی۔ اے۔ وی کالج کانپور سے بی۔ اے اور ۱۹۴۴ء میں ایل ایل بی کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی سے سیاست سے دلچسپی رہی۔ کچھ دن سے متعدد اخبارات ورسائل کی ادارت کی اس کے بعد ۱۹۵۳ء میں انگریزی اخبار "لیڈر" الہ آباد سے وابستہ ہو گئے۔ تھوڑے دن وہاں رہنے کے بعد ۱۹۶۱ء میں "ٹریبوٹ" کے شعبۂ ادارت سے منسلک ہوئے ۱۹۸۲ء میں سبکدوش ہوئے۔ انگریزی، ہندی، فارسی، اردو، جرمن، معمولی عربی، بنگالی اور فرنچ زبانوں سے واقف ہیں۔ انگریزی، ہندی و اردو میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں اور متعدد ادبی اداروں و انجمنوں سے بھی وابستہ رہے ہیں۔ شاعری سے بچپن سے لگاؤ تھا۔ کلام مقتدر رسائل و جرائد میں شایع ہوتا رہا ہے۔ تقاریر و کلام آل انڈیا ریڈیو سے بھی نشر ہوا ہے۔ بحیثیت ادیب و شاعر اچھی شہرت کے مالک ہیں۔

Scanned with CamScanner

939 سیکٹر 37 سی
چنڈی گڑھ
26 نومبر 1962

(بنام جناب عرفان عباسی)

مکرمی عباسی صاحب

تسلیم و نیاز

عنایت نامہ مورخہ ۲۲ نومبر کا بے حد شکریہ۔ حسب ارشاد فوٹو اور اپنے متعلق اطلاعات روانہ کر رہا ہوں۔ علیحدہ ترتیب وار جیسا آپ نے فرمایا ہے نہیں لکھی ہیں۔ میں نے خود دو پیرو فارما بنائے تھے۔ انہیں کو کچھ مزید اطلاعات کے ساتھ روانہ کر رہا ہوں۔ تکلیف تو ہوگی لیکن اسی مواد ہی سے اپنے مطلب کی باتیں چھانٹ لیں۔

میرے کلام کا مجموعہ چھپا نہیں ہے لہٰذا بھیجنے سے قاصر ہوں۔ آپ کے طلب کیے بغیر ہی نمونے کے طور پر اپنی اردو کی چار اور فارسی کی دو غزلیں ہمراہ رکھ رہا ہوں۔ اگر آپ کے کام آ سکیں تو ٹھیک ورنہ فائل میں تو رہیں گی ہی۔ اگر کام کی نہ ہوں اور ایسا ممکن ہو تو واپس بھی کر دیں۔ عنایت ہوگی

زیادہ نیاز

مخلص
سرسوتی سرن کیف

Scanned with CamScanner

برج موہن دتاتریہ کیفی

پنڈت کنہیا لال کے گھر ۱۳/ دسمبر ۱۸۶۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے
کم سنی میں ہی والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ نانا جو فارسی زبان کے
ماہرین میں تھے ان کی نگرانی میں فارسی کی تعلیم حاصل کی اور انگریزی
کی تعلیم سینٹ اسٹیفن کالج دہلی میں پائی۔ انہوں نے عربی، سنسکرت
ہندی اور اردو میں بھی اچھا درک حاصل کر لیا تھا۔ وہ خوش فکر شاعر
بھی تھے، اچھے نثار بھی اور مقرر بھی۔ اردو لسانیات پر ان کے متعدد
مضامین اخبارات میں اور پھر کتابی شکل میں شائع ہوئے تھے اور
کئی ناول بھی تصنیف کئے تھے۔ ان کی شاعری کا آغاز رواج کے
مطابق ہوا تھا لیکن جلد ہی نیچرل شاعری کی طرف رجحان ہو گیا اور
موضوعات میں رنگینی و شیرینی کی آمیزش کر کے شہرت حاصل کی۔ انہوں
نے یورپ کا سفر بھی کیا تھا اور مغربی ادب و ادیبوں سے واقفیت
حاصل کی تھی۔ ریاست کشمیر میں اعلیٰ عہدہ پر مامور تھے۔ تمام عمر زبان
و ادب کی خدمت میں گزار دی۔

تصنیفات:۔ "خمخانۂ کیفی"۔ "شوکت ہند"۔ "منشور"۔ "ناگزیر قیل و قال"
"مرآت خیال"۔ "واردات"۔ "آئینۂ ہند"۔ "راج دلاری"
"جگ بیتی"۔ "نہتارانا"۔ "مراری واد"۔ "پریم ترنگی"۔
"تذکرہ خمخانۂ جاوید جلد پنجم (مرتبہ) وغیرہ۔

Scanned with CamScanner

مرکز ادب کا روح سخن را سعود رہی

یہ شمع وہ ہے جس کا زمانے میں نور ہے

سب حکمراں کے عدل و کرم سے ہیں چین میں

میرے خیال میں تو یہ آر اسعود ہے

---

۲۵ مارچ سنہ ۱۹۴۱ع   برجستہ بن ڈنا تریہ کینی

(بشکریہ ادارۂ نگل)

عبدالماجد دریاآبادی

مولانا عبدالماجد دریاآبادی ڈپٹی عبدالقادر مرحوم کے گھر ۱۵ مارچ ۱۸۹۲ء کو دریاآباد ضلع بارہ بنکی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم عربی و فارسی میں ہوئی۔ گورنمنٹ ہائی اسکول سیتاپور سے انٹرنس کے امتحان میں کامیابی کے بعد کیننگ کالج لکھنؤ سے ایف۔اے اور ۱۹۱۲ء میں بی اے کیا۔

شروع سے ہی فلسفہ، نفسیات، منطق، علمی و ادبی چھان بین اور صحافت، تصنیف و تالیف سے دلچسپی تھی۔ کم سنی میں ہی مضمون نگاری کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس کے بعد دارالترجمہ حیدرآباد سے بحیثیت مترجم فلسفہ وابستہ رہے وہیں "فلسفہ جذبات" لکھ کر دنیائے ادب میں منفرد طرز نگارش اور فلسفہ دانی میں شہرت حاصل کی۔ لکھنؤ کے مشہور اخبارات "ہمدم"۔ "حقیقت" وغیرہ سے وابستگی کے علاوہ اپنے اخبارات "سچ"۔ "صدق" اور "صدق جدید" بھی نکالے جنھیں علمی و ادبی حلقوں میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مولانا شاعری بھی کرتے تھے تخلص ناظر تھا۔ ۶ جنوری ۱۹۷۷ء کو لکھنؤ میں انتقال ہوا اپنے وطن دریاآباد میں دفن ہوئے۔

"فلسفہ جذبات"۔ "فلسفہ اجتماع"۔ "فلسفہ کی تعلیم"۔ "معیاری فلسفہ"۔ "تصوف اور اسلام"۔ "سفرنامہ حجاز"۔ "مکالمات برکلے"۔ "معاصرین"۔ "وفیات ماجدی"۔ "آپ بیتی"۔ "تفسیر ماجدی"۔ "منطق" "سیرۃ النبی قرآنی"۔ "مقالات ماجد"۔ "تمدن اسلام بیسویں صدی کے نام"۔ "زود پشیماں" (ڈرامہ) وغیرہ کے علاوہ کثیر تصانیف ان کی ادبی یادگاریں ہیں۔

Scanned with CamScanner

بسم اللہ

صدق جدید

دریاباد ضلع بارہ بنکی

مورخہ ۔۔۔۔۔ ۱۴؍دسمبر ۱۹۶۶ء

([illegible])

([illegible])

حسرت موہانی پکے مسلمان تھے

صاحبِ ایمان و عرفان تھے۔

بے باکی اور اخلاص و ایثار کے مجسم نشان تھے

قناعت و توکل میں اپنی مثال آپ تھے

ایک بہترین شاعر خصوصاً غزل گو تھے

جرأت و ہمت کا نمونہ تھے

[illegible] و باخو بین زود رنج تھے

ایک بہترین ناقد و ادیب تھے

اخلاق، بہترین کردار، عقل و اخلاص کا فرمودن کی جامعیت کے لحاظ سے

ایک مکمل انسان تھے

عبد الماجد

اقبال ماہر الٰہ آبادی

اقبال احمد ماہر (اقبال ماہر) ۱۶ر جون ۱۹۱۹ء کو مقبول احمد صاحب کے گھر الٰہ آباد میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی مراحل طے کرنے کے بعد پیشہ ڈاکٹری اختیار کیا۔ اپنے حلقہ میں مشہور مخلص اور معالج ہیں۔

شاعری کا آغاز زمانہ طالب علمی میں ہو گیا تھا۔ جلد ہی مشہور ادبی رسائل میں کلام چھپنے لگا۔ علامہ سیماب اکبر آبادی کے شاگرد ہیں۔

"دیارِ گنگ و جمن" کے نام سے ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے

شعر و ادب سے دلچسپی کا اندازہ زیر نظر کتاب کے ان صفحات سے لگایا جا سکتا ہے جن پر جا بجا ان کی پر خلوص معاونت کا حوالہ دیا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

۵۸۲

الہ آباد

۱۸ دسمبر ۱۹۸۶ء

محترم گرامی - آداب -

"آپ ہیں" کی جلد اول موصول ہوئے عرصہ ہوا - میں نے
اسی وقت فوراً وصولیابی کی رسید روانہ کردی تھی -

سلیمان صدیقی صاحب کے حالیہ خط سے معلوم ہوا کہ آپکو
وصولیابی کی رسید نہیں ملی - مجھے سخت افسوس ہے اور
شرمندگی بھی -

"آپ ہیں" کی جلد اول مجھے مل گئی - آپکی کرم فرمائی
بہت بہت مشکور ہوں -

یہاں بارش ہورہی ہے - اسی وقت غضب کی سردی ہے -
انشاءاللہ جلد ہی آپکو مفصل خط لکھونگا -

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا - آداب

نیاز مند

اقبال طاہر

مانک ٹالا

نام گوپال کرشن۔ قلمی نام مانک ٹالا۔ باغبان
پورہ نزد لاہور پیدا ہوئے۔ بی۔ایس۔سی تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد
ایم۔اے انگریزی اور جرنلزم کی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ ملک تقسیم ہوگیا
اور حالات کی نامساعدت نے سلسلہ تعلیم منقطع کر دیا وہ دہلی چلے گئے
وہاں چند اخبارات سے منسلک ہوئے لیکن دل نہ لگا۔ ۱۹۴۸ء میں
بمبئی منتقل ہو گئے اور وہیں قیام پذیر ہیں۔ بمبئی میں کچھ دن ملازمت
کرنے کے بعد تجارت کی طرف رجوع ہوئے۔ اسی سلسلہ میں متعدد
غیر ممالک کے دورے کیے۔ لکھتے ہیں "ان سیاحتوں نے تنگ نظری
اور تعصبات کے کئی خیالی بت توڑے اور وسعت قلب و ذہن کے
کئی صنم خانے تعمیر کیے۔" مانک ٹالا معروف قلم کار ہیں وہ گرد و پیش
کے حالات سے اپنی کہانیوں کے لئے مواد اخذ کرتے ہیں اور اسے
خوبصورت الفاظ کا جامہ پہنا کر پیش کرتے ہیں۔ تحقیق سے بھی
دلچسپی رکھتے ہیں۔ پریم چند ان کا خاص موضوع ہے۔

افسانوی مجموعے:۔ "پیاسی بیل" "گناہ کا رشتہ" "پنجرے کا پنچھی"
ناولٹ:۔ "ماڈرن قصہ چار درویش" "دامن کی آگ"
تحقیق:۔ "پریم چند اور تصانیف پریم چند" "پریم چند۔ کچھ نئے
مباحث" شایع ہو چکے ہیں اور "پریم چند۔ حیات نو"
زیر طبع ہے۔

Scanned with CamScanner

G. K. MANAKTALA
E-10, Ceuced Apartments,
Pali Hill, Khar,
BOMBAY-400 052.

دستی خط تحریر

"..... سارے جسم میں سب سے خوبصورت انگ اس کا نچلا ہونٹ ہی تھا
جو اپنے بوجھ تلے دبے دانتوں کے نیچے کے جبڑے کی طرح ڈھلک رہا ہوتا ....."
(کہانی "جھابڑ" سے ـــ افسانوی مجموعہ "گناہ گار رشتے")

مانک ٹالا

لکھپت رائے سکسینہ محورؔ سلطان پوری

لکھپت رائے سکسینہ نام محورؔ تخلص۔ خلف بابو دولت رائے سکسینہ۔ تاریخ ولادت جولائی ۱۹۰۸ء اتر سومہ کلاں۔ سلطان پور۔ گورنمنٹ ہائی اسکول سلطان پور، کرسچین کالج الہ آباد اور لکھنؤ یونیورسٹی سے بالترتیب ہائی اسکول، انٹرمیڈیٹ (سائنس) بی۔اے اور وکالت کے امتحانات پاس کئے۔ ایک ایسے قدیم صاحب ثروت اور ذی وجاہت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو زمینداری ختم ہو جانے کے بعد بھی معتدبہ رقبہ آراضی زیر کاشت رکھتا ہے اور جس کے افراد کو اب بھی معاشرے میں بلا تفریق مذہب و ملت اور بغیر امتیاز عقیدہ و مسلک وقار و اعتبار حاصل ہے۔

زمینداری کی باقیات سے عہدہ برآ ہونا اور وکالت ان کا مشغلۂ معاش ہے۔ موسیقی، فوٹوگرافی اور شعر و سخن ان کے ذوقی اور وجدانی مشاغل ہیں۔ شاعری میں جدو راج بلی عیشؔ سلطان پوری کے شاگرد ہیں۔ جملہ اصناف شاعری پر قدرت رکھتے ہیں۔ "فردوس گم شدہ"۔ "شباب شعلہ۔ شراب" اور "پر تولتی خلائیں" وغیرہ ان کے مطبوعہ شعری مجموعہ ہیں۔

लखपत राय सक्सेना
محورؔ سلطانپوری

दौलत भवन, स्टेशन रोड
सुल्तानपुर

दिनांक ________ १९__

ہزاروں سال کی بے نوریاں آنکھیں دکھاتی ہیں — نظامِ ارتقا تو پرچھائیاں آنکھیں دکھاتی ہیں

بچھڑوں بیلیوں کی یاد دل پر چوٹ کرتی ہے — میں ہنستا ہوں تو لاکھوں سسکیاں آنکھیں دکھاتی ہیں

ابھی ادراک منزل سے ہزاروں میل پیچھے ہے — ابھی ادراک کو آگاہیاں آنکھیں دکھاتی ہیں

مری تحریر کے معنی بدل جاتے ہیں پڑھتے ہی — مرے مقصد کو مری غرضیاں آنکھیں دکھاتی ہیں

مری ہی ذات کی پرچھائیاں دنیا بھی عقبیٰ بھی — مجھے کیا ہو گیا؟ پرچھائیاں آنکھیں دکھاتی ہیں

میں وہ طائر کہ جس کے دام میں صیاد بیٹھا ہے — مجھے پھر بھی قفس کی تیلیاں آنکھیں دکھاتی ہیں

علوم و فکر تو دادِ سخن دیتے ہیں اے محورؔ
مذاقِ عام کی دلچسپیاں آنکھیں دکھاتی ہیں

محورؔ

Scanned with CamScanner

مخمورسعیدی

سلطان محمد خاں مخمور سعیدی دسمبر ۱۹۳۴ء میں ٹونک (راجستھان) میں پیدا ہوئے والد ماجد احمد خاں بھی شاعر تھے۔ نازش تخلص کرتے تھے۔ مخمور سعیدی نے گھریلو شعروسخن سے معمور ماحول سے متاثر ہوکر اوائل عمر میں ہی شاعری شروع کی اور اپنے دور کے ممتاز استاد شاعر بسمل سعیدی مرحوم کے دامن تلمذ سے وابستہ ہوکر جلد ہی خوش فکر و باصلاحیت شعراء کی صفوں میں مقام حاصل کرلیا۔ مضمون نگاری، ترجمہ اور تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی ہے۔ ایک فعال ادبی شخصیت کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں اور ادبی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ متعدد ادبی تنظیموں اور اداروں سے منسلک ہیں۔

تصنیفات و تالیفات وغیرہ:۔ "گفتنی"۔ "سیہ بر سفید"۔ "آواز کا جسم"۔ "سب رنگ"۔ "واحد متکلم"۔ "آتے جاتے لمحوں کی صدا"۔ "بانس کے جنگلوں سے گزرتی ہوا"

Scanned with CamScanner

Phone : 27 16 49

National Academy

PRINTERS • PUBLISHERS • BOOKSELLERS

9, Ansari Market, Darya Ganj, New Delhi-110002

Ref. No............ Dated 31-1-1976

مکرمی خورشید افسر بسوانی صاحب

آداب۔ آپ کا خط اور غزل ملی۔ عنایت
کا بیحد شکرگزار ہوں۔ غزل انشاء اللہ جلد ہی
'تحریک' میں شائع ہوگی۔

یہ جان کر خوشی ہوئی کہ برادرم والی آسی
صاحب کے توسط سے 'تحریک' آپ کی نظر سے گزرتا رہتا ہے
اور آپ اس کا مطالعہ دلچسپی سے کرتے ہیں۔

امید کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔

نیاز کیش

محمود سعیدی

مسرور جہاں

تحصیل فتحپور ضلع بارہ بنکی کے ایک معزز و تعلیم یافتہ خاندان میں جولائی ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئیں۔ والد نصیر حسین خیاؔل خوش فکر شاعر و معلم تھے اور دادا شیخ مہدی حسین ناصری متعدد زبانوں پر عبور رکھنے والے ممتاز ادیب و نامور شاعر تھے وہ بھی درس و تدریس سے وابستہ متعدد درس گاہوں میں لاتعداد طالبان علم کو فیضیاب کرتے رہے آخر میں میور سنٹرل کالج (الہ آباد یونیورسٹی) میں شعبہ فارسی و اردو کے پروفیسر تھے۔

مسرور جہاں کی مذہبی و اردو ابتدائی تعلیم گھر میں مکتب قائم کرکے ہوئی ۱۹۵۵ء میں ہائی اسکول کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ کچھ دن بعد رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئیں اور سلسلۂ تعلیم منقطع ہوگیا۔ علم و فضل میں ممتاز گھرانے میں پروان چڑھی تھیں۔ حصول علم اور مطالعہ کا شوق ورثہ میں پایا تھا۔ کثرت مطالعہ نے خداداد تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشی اور وہ افسانے و ناول وغیرہ لکھ کر جلد ہی ممتاز ادبا کی صف میں پہنچ گئیں۔ اب تک تقریباً ڈھائی سو افسانے متعدد ادبی رسائل میں، تقریباً ۶۰ ناول اور متعدد افسانوی مجموعے شایع ہو چکے ہیں۔ کئی کتابوں پر اردو اکادمی وغیرہ نے انعامات و اعزازات بھی دیئے ہیں۔

Scanned with CamScanner

۲۸۶

از لکھنؤ
12.5.93

برادر محترم —
تسلیم - گرامی نامہ ملا - خدا کرے آپ
کا مزاج بخیر ہو - اور پروردگار
آپ کو طویل عمر اور صحت عطا کرے
(آمین) —
آپ کی مطلوبہ چیزیں جلد ہی
بھیجوں گی — اور ممکن ہوا تو
خود ہی حاضر ہو کر سرخرو ہونے
کی سعادت حاصل کروں گی —
اسما سلمہا کو دعا — اور گھر میں سب کو
واجبات —
وقار سلمہ آداب عرض کرتے ہیں —
خاکی
مسرور جہاں

مشتاق احمد غبار بھٹی موضع ودئی ضلع بارہ بنکی کے فقیر منش بزرگ مولانا نثار احمد بھٹی نثار کے گھر جولائی سنہ ۱۹۲۰ء کی کسی تاریخ کو پیدا ہوئے۔

غبار بھٹی کو گھر کے علمی اور ادبی ماحول نے بچپن میں ہی شعر سخن کی طرف مائل کر دیا تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا کلام میں پختگی اور تخیل میں بلندی آتی گئی انھوں نے حکیم ہادی رضا خاں ماہر لکھنوی (متوفی سنہ ۱۹۴۳ء) ۔ حکیم متے آغا فاضل لکھنوی (متوفی سنہ ۱۹۴۲ء) ۔ باقر حسین شاعر وغیرہ کی صحبتوں سے فیض اٹھایا تھا اور مولانا فضل الحسن حسرت موہانی (متوفی سنہ ۱۹۵۱ء) سے بھرپور فنی استفادہ کیا تھا۔ غبار بھٹی زود گو و پختہ مشق شاعر تھے اور مختلف اصناف سخن پر طبع آزمائی کر کے جولانی طبع کے جوہر دکھاتے تھے ۔ ان کے کئی شعری مجموعوں کے علاوہ کلام ملک کے مقتدر رسائل میں چھپتا تھا اور پسند کیا جاتا تھا۔ مطالجاتی مصروفیات کے بعد سارا وقت شعر و ادب اور تصنیف و تالیف کے شغل میں گزارتے تھے۔ ان کی تصنیفات میں "ننھی روح" ۔ "پرواز غبار" ۔ حرف سخن ۔ "بیاض سحر" ۔ "سواد شام" اور "نغمہ سرمدی" وغیرہ شامل ہیں غبار بسلسلۂ معاش پٹنہ چلے گئے تھے آخر وقت تک وہیں رہے ۱۲ فروری سنہ ۱۹۸۶ء کو انتقال ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری

فراق گورکھپور کے رہنے والے اور اپنے دور کے معروف وکیل و شاعر گورکھ پرشاد عبرت کے بیٹے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ میور سنٹرل کالج الہ آباد سے بی۔ اے اور آگرہ یونیورسٹی سے ایم۔ اے (انگریزی) کی اسناد حاصل کیں۔ صوبائی سول سروسز میں نامزد ہوئے لیکن قبول نہ کیا اور جنگ آزادی میں عملی حصہ لیکر قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں۔ ۱۹۲۷ء میں قید سے رہا ہونے کے بعد کرسچین کالج لکھنؤ و سناتن دھرم کالج کانپور میں استاد رہے پھر شعبہ انگریزی الہ آباد یونیورسٹی میں لکچرر ہوئے اور آخر تک اسی یونیورسٹی سے وابستہ اور الہ آباد میں مقیم رہے۔

فراق اپنے دور کے نامور ادیب و شاعر تھے وہ تنقید، نظم، غزل و رباعیات وغیرہ پر خامہ فرسائی کر کے صف اول کے شعرا و ادبا میں امتیازی حیثیت کے مالک بنے۔ نثر میں تنقید ان کا خاص موضوع تھا۔ عرصہ تک اخبارات و رسائل میں مضامین شایع ہوتے رہے اس کے بعد متعدد نثری تخلیقات سے علمی و ادبی دنیا میں اپنی خداداد صلاحیت و علمیت سکہ جمایا۔ ان کے شعری مجموعہ "گل نغمہ" پر ساہتیہ اکادمی نے انعام سے نوازا تھا

۳ مارچ ۱۹۸۲ء کو دہلی میں وفات پائی۔

تصنیفات: نثری :۔ "انداز ے" ۔ "اردو کی عشقیہ شاعری" ۔ "اردو غزل گوئی"

شعری :۔ "گل نغمہ" ۔ "گل بانگ" ۔ "پچھلی رات" ۔ "روپ" ۔ "شعلہ" ۔ "شبستاں" ۔ "روح کائنات" وغیرہ مشہور ہیں۔

Scanned with CamScanner

فضلؔ نقوی لکھنوی

دبستان لکھنؤ کے ممتاز، کثیر التلامذہ و کہنہ مشق شاعر اور صحافی سید ظفر عباس فضلؔ نقوی خاندان اجتہاد کے فرد تھے۔ انہوں نے شاعری کے ساتھ تقریباً ۶۰ سال تک لکھنؤ سے اخبار "نظارہ" پابندی کے ساتھ نکالا اور اس کے ایڈیٹر رہے۔ تمام اصناف شاعری پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ تاریخ گوئی پر انہیں بڑا عبور حاصل تھا۔ مذہبی شاعری میں بھی شہرت تھی اور انہیں شاعر حسینی کہا جاتا تھا۔

فضلؔ نقوی نے سیکڑوں نو آموز شعرا کی فنی تربیت کی۔ ان کے شاگرد برصغیر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ فضلؔ نقوی نثر بھی اچھی لکھتے تھے اور لکھنوی شرافت و نفاست کا نمونہ تھے۔

ان کی تصنیفات کی تعداد بھی کافی ہے۔

تقریباً ۸۷ سال کی عمر میں ۱۴ مئی ۱۹۹۱ء کو انتقال ہو گیا۔

حسینہ غفرانمآب میں تدفین ہوئی۔

Scanned with CamScanner

PATRIOTISM IS PART OF RELIGION

حب الوطن من الایمان

Phone : 82281

JAMAT-E-IMANI-E-HIND

(Regd. No. 228)

—: Head Office :—

38, JAUHARI MOHALLA, LUCKNOW.

Ref. No .... Dated 28/2 1982

"ایجنڈا"

۱۔ لکھنؤ کے شیعہ سنی تنازعہ کو جو تقریباً چار سال سے اہل علم و دانش اور تمام امن پسند حضرات کے لئے تکلیف دہ ہے۔ دوستانہ ماحول میں کیونکر حل کیا جا سکتا ہے؟

۲۔ لکھنؤ کے اوقاف شیعیان کے موجودہ حالات اور بد انتظامیوں کو ختم کرنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کئے جا سکتے ہیں؟

۳۔ اتر پردیش میں اردو کو جو دوسری سرکاری زبان بنائے جانے کے سلسلہ میں وزیر اعلیٰ شری وشوناتھ پرتاپ سنگھ نے ۳۱ دسمبر ۱۹۸۱ء سے قبل جو اعلان فرمایا تھا اس نے ابھی تک عملی شکل اختیار نہیں کی ہے۔ بعض اردو دوست تنظیمیں بیجا واویلا کر کے وہاں جذبات پیدا کر رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں جماعت ایمانیہ ہند کو کیا سعی و کوشش کرنی چاہیئے؟

۴۔ دیگر امور با جازت صدر۔

نوٹ:- مذکورہ میٹنگ میں شرکت کے لئے جناب پرنسپل انجم قدر صاحب بھی فیض آباد سے تشریف لا رہے ہیں۔

[illegible]

General Secretary

(دستخط جناب عرفان عباسی)

فکری سلطانپوری

کنور احمد صیانت الزماں نام۔ فکری تخلص۔ خوش حال زمیندار کنور احمد رئیس الزماں کے گھر موضع ہاری مئو ضلع سلطان پور میں ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ رواج زمانہ کے مطابق تعلیم و تربیت پائی۔ کم سنی میں ہی شعر و شاعری کی طرف راغب تھے انہوں نے علامہ اقبالؔ، اصغرؔ گونڈوی، فانیؔ بدایونی، ریاضؔ خیرآبادی، جگرؔ مرادآبادی وغیرہ کے کلام کا گہرا مطالعہ کیا اور ان سے متاثر ہوئے۔ شاعری میں فصیحؔ انصاری آسیونی کے شاگرد اور مختلف اصناف شاعری پر طبع آزمائی کرنے والے صاحب علم و باصلاحیت شاعر تھے۔ عرصہ تک کانپور میں قیام کیا اور اقبال لائبریری سے وابستہ رہے۔ ایک منصوبہ کے تحت مرزا غالبؔ پر برسوں کام کرتے رہے جو مکمل نہ ہو سکا۔

ان کے دو شعری مجموعے "چراغ ایمن" اور "جمال فکر" شائع ہوئے تھے۔ کثیر شعری و نثری اثاثہ غیر مطبوعہ چھوڑ کر ۹ نومبر ۱۹۸۴ء کو راہی ملک بقا ہوئے۔

Scanned with CamScanner

Lucknow
8-4-1981

اکھلیش
اسلام علیکم! ہمیں وفا سے

بھئی مجھے بھی یاد کہ مجھ سے سلمان صاحب یا عرفان
کون روشناس کرائے گئے اور جس سے ہماری
ملاقات حبیب اللہ صاحب کی کوٹھی میں
ہوئی تھی - اسے بھی عرصہ گزر گیا -
میں چند کتابیں بھی ساتھ لاؤں گا لیکن پروگرام
طے ہو جانا چاہیے کیونکہ اختلاطی دور ہے
سب سیر سے طبیعت بدحال ہو جاتی ہے
اسلئے تعطیل کا دن ہو تب ہی اوّل وقت
آپ مکان پر مل سکینگے - کیا اتوار مناسب
ہوگا صبح کو - کب تک مکان پر رہینگے
بتلائیے - آپکے زائشیدہ قلم سے متعلق کچھ
باتیں ہیں پیرائیہ دوسری طرف دیکھئے

فکری سلطانپوری

(عطیہ جناب عرفان عباسی)

ڈاکٹر مصاحب علی خاں - قمر رئیس

ڈاکٹر قمر رئیس متوطن شاہجہاں پور ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔
معزز پٹھان خانوادے کے فرد عبدالعلی خاں کے بیٹے ہیں۔ ابتدائی
تعلیم اپنے وطن شاہ جہاں پور میں حاصل کرنے کے بعد ایم۔ اے ناگپور
یونیورسٹی، ایل۔ ایل۔ بی لکھنؤ یونیورسٹی اور "پریم چند کے ناولوں کا
تنقیدی مطالعہ" موضوع پر مقالہ لکھ کر علیگڑھ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری
لی۔ ان کی ادبی سرگرمیوں کا آغاز زمانہ طالب علمی میں ہو گیا تھا۔ نہایت
ذہین۔ محنتی اور ہونہار طلبا میں شمار ہوتے تھے۔ اعلیٰ ڈگری حاصل
کرنے کے بعد دلی یونیورسٹی میں تقرر ہو گیا۔ لکچرر۔ ریڈر اور کچھ دن
صدر شعبۂ اردو رہے۔ اسی زمانہ میں ان کی خدمات تاشقند یونیورسٹی
نے بحیثیت وزٹنگ پروفیسر حاصل کرلیں۔ وہاں سے واپس آکر پھر
دہلی یونیورسٹی سے وابستہ ہوگئے۔ پریم چند پر ان کا کام نہایت جامع
منفرد اور اہم ہے۔ وہ پریم چند کے ناقدین میں ممتاز حیثیت کے
مالک اور مارکسی نقطہ نظر کے شگفتہ نگار ادیب ہیں۔

کئی تحقیقی، تنقیدی و ادبی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں
"تنقیدی تناظر"۔ "تلاش و توازن"۔ "ترجمہ کا فن اور روایت"۔
"پریم چند کے نمایاں افسانے"۔ "اقبال کا شعور و فن"۔ "اصناف و
ادب"۔ "آزاد ہند فوج کی کہانی" اور "پریم چند کے افسانوں کا
تنقیدی مطالعہ" وغیرہ اہم اور مشہور ہیں۔

Scanned with CamScanner

Phone : 203056
ASRI AGAHI (Monthly)
1410/3 ((Shari Building) Shahdara, DELHI 110032

مکرمی

تسلیم

عصری آگہی ہر ماہ پابندی سے شائع ہو رہا ہے
امید ہے کہ اس کا تازہ شمارہ آپ کو ملا ہوگا
ملک میں ایک ایسے جریدہ کی کمی مدت سے محسوس کی
جا رہی تھی جو ادب میں صحت مند رجحانات کا ترجمان
ہو اور جس میں عصر حاضر کی زندگی اور تہذیب کے مسائل
پر آزادانہ اظہار خیال کی گنجائش ہو۔ ہماری کوشش ہے
کہ عصری آگہی اس کمی کی تلافی کر سکے۔
اس پرچہ کو زندہ رکھنے اور خوب تر بنانے میں ہمیں
آپ کی سرپرستی اور تعاون کی ضرورت ہے۔ التماس ہے کہ
مبلغ بیس ۲۰ روپیہ زر سالانہ منی آرڈر سے بھیج کر
اس کی خریداری قبول فرمائیے۔

[illegible]

Scanned with CamScanner

کرشن چندر

ممتاز اور اہم افسانہ و ناول نگار کرشن چندر ۲۳ نومبر ۱۹۱۴ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی زمانہ کشمیر میں گزارا وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد لاہور سے ایم۔اے (انگریزی) اور وکالت کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ کچھ دن ہیڈ ماسٹر رہے پھر آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہوئے لیکن کہیں جم نہ سکے اور قلم کو ہی کسب معاش کا ذریعہ بنایا۔ وہ ۱۹۴۰ء میں لاہور سے دہلی منتقل ہو گئے تھے وہاں سے بمبئی گئے اور فلموں کی کہانیاں اور مکالمے لکھنے لگے۔ ان کے افسانے، ناول اور رپورتاژ سب نے شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ اپنے دور کے نامور اور شگفتہ نگار ادیب تھے۔ تحریک ترقی پسند مصنفین سے بھی لگاؤ رکھتے تھے اور اشتراکیت سے بھی متاثر تھے۔

بمبئی میں ۸ مارچ ۱۹۷۷ء کو وفات پائی۔ ان کی کثیر تصانیف میں

افسانوی مجموعے: "ٹوٹے ہوئے تارے"۔ "اجنتا سے آگے"۔ "زندگی کے موڑ پر"۔ "نغمے کی موت"۔ "میں انتظار کروں گا"۔ "طلسم خیال"

ناول:۔ "ایک عورت ہزار دیوانے"۔ "میری یادوں کے چنار"۔ "باون پتے"۔ "آسمان روشن ہے"۔ "مٹی کے صنم"۔ "چاندی کے گھاؤ"۔ "بورتن کلب"۔ "دادر پل کے بچے"۔ "ایک وائلن سمندر کے کنارے"۔ "شکست"۔ "لندن کے سات رنگ" "مشینوں کا شہر"۔ "ہونولولو کا راجکمار"۔ "آدھا راستہ" وغیرہ بہت مقبول ہوئے۔

Scanned with CamScanner

KRISHAN CHANDAR

Phone : 53 75 03

THE NICHE
ST. FRANSIS AVENUE
SANTACRUZ (WEST)
BOMBAY-400 054

10.10.75

مکرمی اطہر نبی صاحب ۔ آداب ۔ امید ہے آپ کو میرا خط اور
ٹیلی گرام مل گیا ہوگا ۔ آپ نے ابھی تک سفر خرچ کا ڈرافٹ
روانہ نہیں کیا ہے ۔ اب میں پرسوں دلی آؤنگا ۔ میرا پروگرام یہ
ہے کہ ۲۶ تاریخ کو یہاں سے دلی کے لئے نکلوں ۔ ۲۶ تاریخ کو آرام
کروں ایک دن ٹھہرونگا ۔ دوسرے دن یعنی ۲۸ یا ۲۹ اکتوبر کو دلی
سے لکھنؤ کے لئے چل کر ۳۰ کی صبح جب لکھنؤ پہنچ جاؤنگا ایک دن
آرام کرکے ۳۱ اکتوبر سے کانفرنس اور سیمینار کے کام میں لگ جاؤنگا ۔
بمبئی میں ٹکٹ وغیرہ کا انتظام پہلے سے کر رکھا ہے ۔ اس وقت
اب سمجھ گیا ہے اسلئے یاد دہانی کر رہا ہوں ۔

میں انگریزی کے ہفت روزہ Current میں انتظام
کر لیا ہے آپ کی کانفرنس کی مکمل روئداد انگریزی میں چھپے گی
مع تصاویر ۔ اور ایک دو دن پہلے آپ کے اس ہال کی رپورٹ
خود لکھ دیا ہے ۔ یہ آپ کو دیکھ حال ہی انگریزی کے اس
ہفت روزہ میں چھپے گا ۔ یہ بات کل طے ہو گئی ۔

امید ہے آپ ان تجویزوں میں مزید خاطر سے کام لیں گے ۔
مہربانی کرکے اس کا جواب جلد دیں گے ۔

آپ کا

کرشن چندر

بنام جناب اطہر نبی

عبدالحمید کوثر جائسی

نام عبدالحمید۔ تخلص کوثر۔ وطن جائس، ضلع رائے بریلی۔ محمد احمد مرحوم کے گھر ۱۹۱۶ء میں جائس میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے ساتھ ذوق شعر و سخن میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ مقامی معروف شاعر مہر جائسی کی شاگردی اختیار کر کے مشق و محنت سے شعری حلقوں میں شہرت حاصل کی۔ عرصہ سے بسلسلۂ معاش کانپور میں مقیم ہیں۔ مستند و کثیر التلامذہ اساتذہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ قادر الکلام اور زود گو شاعر ہیں۔ مجموعہ کلام "کمیں گاہ خیال" ۱۹۸۱ء میں شایع ہو چکا ہے۔

مختلف اصناف شاعری کا کثیر شعری اثاثہ منتظرِ اشاعت ہے۔

Scanned with CamScanner

کانپور
۳۰ اگست ۱۹۸۶ء

مخلص مکرم سلام علیکم

آپ کا خط ۲۹ اگست کو نظر نواز ہوا

حسب مشورہ امدادی رقم میں اضافے کے لئے سکریٹری اکاڈمی کے پاس ایک درخواست بھیج دی ہے۔ اس میں موجودہ دور میں بڑھتی ہوئی مہنگائی تذکرہ اور اپنی ناآسودگی حیات کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے علاوہ میں نے ۲۵ جولائی ۸۶ء کو ایک فارم طبی امداد کے لئے مکمل کر کے بھیج دیا ہے۔ بیماری کی تفصیل اور متعلقہ ڈاکٹری سرٹیفکٹ منسلک فارم ہے۔ [illegible]

اس کے بارے میں آپ کو خط بھیجا ہے جو یقیناً مل گیا ہوگا۔ بیماری کے سلسلے میں جو بھی زیادہ سے زیادہ امداد ممکن ہو اس کے لئے بھی سعی فرمائیں۔ مجھے کئی سال سے سرائیٹکا (عرق النساء) کی شکایت ہے احتیاطاً تحریر ہے۔

خیر اندیش
کوثر جالسی

102/95 Colonel Ganj
Kanpur

15 भारत INDIA
जवाबी
REPLY

Janab Ather Nabi Saheb Advocate
Gadanfar House
J. N. Sanyal Road
Lucknow

(مکتوب الیہ جناب اطہر نبی)

کوکب کونچوی

شاہ مظفر علی قادری بزرگ و پختہ مشق شاعر اور درگاہ حضرت خرم شاہؒ کے سجادہ نشین ہیں۔ کوکب تخلص کرتے ہیں۔ قصبہ و ضلع کی ادبی سرگرمیوں میں منہمک اور علمی و ادبی حلقوں کی نمایاں شخصیت ہیں۔ ضلع کے لاتعداد شعرا ان سے فنی استفادہ کرتے ہیں۔ کوکب مقامی و بیرونی مشاعروں میں بکثرت شرکت کرتے رہے ہیں۔ کبر سنی کی وجہ سے اب گریز کرتے ہیں۔ وہ میاں شاہ اکبر علی قادری کے گھر ۲, فروری ۱۹۱۲ء کو کونچ ضلع جالون میں پیدا ہوئے تھے۔ فارسی و اردو کے قادر الکلام اور صاحب دیوان شاعر ہیں۔ ان کے متعدد ضخیم جلدوں میں (غیر مطبوعہ) روزنامچہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

"مرثیہ فیاض"۔ "دیار کہکشاں" اور "رباعیاتِ کوکب" وغیرہ انکی مطبوعہ تصنیفات ہیں۔ غیر مطبوعہ کثیر شعری اثاثہ بھی منتظر اشاعت ہے۔

Scanned with CamScanner

مرے عشق سے بنا ہے ترے حسن کا فسانہ
ترا ذکر ہی کہاں تھا، مری داستاں سے پہلے

مرے آشیاں کے تنکوں سے چمن میں روشنی ہے
نہ تھیں بجلیاں چمن میں مرے آشیاں سے پہلے

تری بندگی نے بخشی ہے مجھے یہ سربلندی
نہ جھکا کہیں مرا سر ترے آستاں سے پہلے

ماہر القادری

(عطیہ جناب عرفان عباس)

Scanned with CamScanner

ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد

ملک زادہ منظور احمد ملک محمود احمد کے صاحبزادے ہیں۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو ضلع فیض آباد (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ ایم۔اے (اردو) ایم۔اے (انگریزی) ایم۔اے (تاریخ) اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کرکے بحیثیت معلم خدمات انجام دینے لگے

نظم ونثر دونوں سے دلچسپی ہے۔ اچھے شاعر اور منتظم مشاعرہ کی حیثیت سے ملک گیر شہرت کے مالک ہیں۔ اردو زبان کے شیدائی ہیں متعدد اداروں سے وابستہ رہ کر زبان وادب کی خدمت کی ہے۔ متعدد بیرونی ممالک میں منعقد ہونے والے ادبی اجتماعات میں حصہ لے چکے ہیں۔ حال ہی میں پروفیسر شعبہ اردو لکھنؤ یونیورسٹی کے عہدے سے سبکدوش ہوئے ہیں۔ یوپی اردو اکادمی کے رکن اور اردو رابطہ کمیٹی کے روح رواں رہے ہیں۔ آج کل فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی کے چیرمین ہیں۔

تصنیفات:۔ "کالج گرل"۔ "شہر سخن"۔ "اردو کا مسئلہ"۔ "مولانا ابوالکلام آزاد۔ فکر وفن"۔ "غبار خاطر کا تنقیدی مطالعہ" "شہر ستم"۔ "ابوالکلام آزاد۔ الہلال کے آئینہ میں" وغیرہ ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔

Scanned with CamScanner

کس قدر پاسِ روایت ہے کہ ہم اہلِ سخن
اس تمازت پہ بھی زلفوں کو گھٹا کہتے رہے

کون سلجھائے گا اب گیسوئے جاناں دیکھیں
آج کے دور کا انسان پریشاں ہے بہت

تپتے ہوئے صحرا میں بھی کچھ پھول کھلاؤ
کب تک لب و رخسار کا افسانہ کہا جائے

وقت چلتا ہے اڑاتا ہوا لمحات کی گرد
پیرہن فکر کا ہر روز بدلتے رہیے

آج ہر لمحے کے ہاتھوں میں ہے سنگِ بے حسی
اپنا غم کہنے سے پہلے دیر تک سوچا کرو

ڈاکٹر [illegible]

منظور الامین

منظور الامین صاحب محمد بسم اللہ خاں کے گھر ۱۴ر جنوری سنہ ۱۹۲۶ء
کو امراوتی (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول علمی و ادبی تھا
والد ماجد پرنسپل و سپرنٹنڈنٹ تھے اس لئے ان کی تعلیم پر بھی
خصوصی توجہ دی گئی۔ ان کی گھریلو سے ہائر سکنڈری تک تعلیم
گورنمنٹ پریکٹسنگ اسکول، گورنمنٹ ہائی اسکول اور کنگ
ایڈورڈ کالج امراوتی میں ہوئی پھر مارس کالج، ناگپور اور یونیورسٹی
کالج آف ناگپور سے ایم۔اے، ایل ایل بی کی اسناد حاصل کیں۔ ملازمت
کا آغاز مارس کالج ناگپور میں لکچرر کی حیثیت سے کیا پھر جامعہ ملیہ اسلامیہ
دہلی، کشمیر یونیورسٹی، حیدرآباد یونیورسٹی اور عثمانیہ یونیورسٹی میں
تدریسی خدمات انجام دیں۔ ڈائرکٹر آل انڈیا ریڈیو جے پور و دھارواڑ
اور ڈائرکٹر دوردرشن لکھنؤ رہے اس کے بعد ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل و
ایڈیشنل ڈائرکٹر جنرل دوردرشن رہ کر ۳۴ سال بعد سبکدوش ہوئے۔
ملک کی متعدد یونیورسٹیوں سے اب بھی وابستہ ہیں۔

۱۹۵۰ء سے ڈرامے اور فیچر وغیرہ لکھنا شروع کیا جو رسائل میں
شائع ہوئے اور ریڈیو سے نشر ہوتے رہے۔ شاعری سے بھی دلچسپی
ہے۔ کلام رسائل میں شائع ہوتا رہا ہے۔

تصنیفات:۔ "بدلتے رنگ"۔ "حدیث دل"۔ "ساز و آواز"۔ "بادباں"
"جلیں آتش کدے" وغیرہ۔

Scanned with CamScanner

Manzoor Amin
40148, Gunrock Enclave
Secunderabad
AP

Tel: 841536
253386

بھائی رام لعل جی،

آداب، اس خط کے ساتھ ایک سرکاری مراسلہ مرسل ہے آپ کے ریکارڈ کے لئے۔ اس درمیان آپ کا ٹیلی فون کئی بار try کیا گھر کا (وہ نیا نمبر جو آپ نے مجھے لکھ بھیجا تھا) مگر مایوسی ہوئی گھنٹی بجتی رہی لیکن کسی نے Receiver اٹھایا نہیں۔ صرف شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا نیز اطلاع دینا چاہتا تھا کہ سیمینار میں شرکت ممکن نہ ہوگی کیونکہ سیریل پر دن رات کام ہو رہا ہے۔ بہرحال شکریہ۔ اپنے گھر کا صحیح ٹیلیفون لکھ بھیجیں تو عنایت ہوگی۔

کتاب "حدیثِ دل" کی طباعت شروع کر دی ہے۔ امید ہے جون تک طبع ہو کر بھجوا سکوں گا۔

رضیہ آداب لکھوا رہی ہیں سب کو۔

منظور الامین

۲۲ فروری ۹۲ء

(مکتوب الیہ جناب رام لعل)

مہذب لکھنوی

خاندان عشق و تعشق لکھنوی کے فرد سید محمد مرزا مہذب لکھنوی ممتاز شاعر سید عسکری مرزا مودب لکھنوی کے بیٹے تھے۔ ۶ر جنوری ۱۹۰۶ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ سلطان المدارس اور مدرسۂ ناظمیہ میں پڑھنے کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے "دبیر کامل" (فارسی) کی سند حاصل کی۔ ذوق شعر و ادب انہیں ورثہ میں ملا تھا۔ انہوں نے لاتعداد مراثی و غزلیں وغیرہ کے ذریعہ شہرت حاصل کی۔ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی تمام عمر جاری رہا۔ کثیر التصانیف تھے ان کی نصف صدی پر محیط ادبی خدمات میں لغت "مہذب اللغات" اہم کارنامہ ہے جو ۱۴ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ "معیار کامل"، "شاہکار سخن"، "اردو شاعری"، "وقار انیس"، "آثار عشق"، "بہار مودب"، "شعار دبیر" وغیرہ ان کی تین درجن تصانیف میں شامل ہیں۔ مرزا مہذب کو ان کی ادبی خدمات کے صلہ میں حکومت ہند نے پدم شری کا خطاب دیا تھا۔

۴ر نومبر ۱۹۸۵ء کو لکھنؤ میں وفات پائی۔

Scanned with CamScanner

شیخ مہدی حسین ناصری فتحپوری ثم لکھنوی

ناصری ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز عربی، فارسی و اردو سے ہوا۔ شروع سے ہی ذہین و طباع تھے۔ کم سنی میں ہی ان زبانوں میں مہارت حاصل کر لی۔ نجی طور پر انگریزی پڑھ کر ۱۹۰۱ء میں پنجاب یونیورسٹی سے انٹرنس کیا اور ۱۹۱۰ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے ایف۔اے۔ اسی زمانہ میں "فاضل" کے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور ۱۹۱۳ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے ہی بی۔اے پھر ایم۔اے کی اسناد لیں۔ ان کی عربی و فارسی دانی کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ اعلیٰ تعلیمی ڈگریاں حاصل کرنے سے قبل ہی ۱۹۰۷ء میں لکھنؤ کے ازابیلا تھوبرن کالج میں فارسی کے پروفیسر کی حیثیت سے تقرر ہو گیا تھا۔ بی۔اے کی ڈگری لینے کے بعد میور سنٹرل کالج الہ آباد میں اسسٹنٹ پروفیسر عربی و فارسی ہوئے اس کے بعد ہیڈ ماسٹر ہو کر گورنمنٹ ہائی اسکول بجنور چلے گئے پھر کئی اضلاع بارہ بنکی و علی گڑھ وغیرہ میں تبادلہ ہوتا رہا۔

ناصری اسلامی علوم پر عبور رکھنے والے۔ عربی، فارسی، انگریزی، عبرانی، فرانسیسی و جرمن زبانوں سے واقف ماہر تعلیم، مشہور و مقبول انشاء پرداز، محقق اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا ایک زبان زد مقطع ہی ان کی بقائے دوام کا ضامن ہے ؎

ناصری قبر پہ عبرت کے لئے لکھوا دو
طول کھینچا ہے یہاں تک شب تنہائی نے

انہوں نے نثر و نظم میں بہت لکھا اور بڑی شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ مطبوعہ کتابوں میں "سرور انبیا"، "صنادید عجم"، "منصور کی سرگذشت"، "حرارت"، "نذر احباب" (دو حصے) وغیرہ شامل ہیں۔

۱۹۳۱ء میں بعمر ۴۶ سال علی گڑھ میں انتقال ہوا۔ آبائی وطن فتحپور ضلع بارہ بنکی میں دفن ہوئے۔

Scanned with CamScanner

(بجنور - ۲۰ - اکتوبر ۱۹۲۲ء روز جمعہ)

بجنور میں نہ پوچھو تعب دل کا کیا ہوا
غربت کا مارا دوست کے در سے چھٹا ہوا

برسات ختم ہوگئی۔ بادل برس گئے
رو جائے جس طرح سے کوئی دل بھرا ہوا

سردی بڑھی ہوا پریشاں کا دور ہے
پھرتا ہو قافلہ کوئی جیسے لٹا ہوا

وہ دل جو ساری رات چراغ سخن رہا
اب دیکھتے ہیں شام سے اسکو بجھا ہوا

تاریکیئے لحد رہی نظروں میں رات بھر
کیا جانے میری شام غریباں کو کیا ہوا

وہ دل نہیں وہ ہم نہیں وہ ولولے نہیں
اک نقش رہ گیا ہے تو وہ بھی مٹا ہوا

اب ہم ہیں اور چراغ شب غم ہے تا سحر
پروانہ شمع پاس ہو جیسے جلا ہوا

(عطیہ محترمہ مسرور جہاں)

نذر سجاد حیدر

اصل نام نذر زہرا بیگم تھا۔ ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئیں۔ خان بہادر نذر الباقر کی صاحبزادی اور معروف ادیب سید سجاد حیدر یلدرم کی شریک حیات تھیں۔ کم سنی میں ہی مضمون نگاری کا آغاز ہو گیا تھا اور اس زمانہ کے جرائد "تہذیب نسواں" و "پھول" وغیرہ میں مضامین چھپنے لگے تھے۔ ۱۹۱۰ء میں ان کا پہلا ناول "اختر النساء بیگم" دار الاشاعت لاہور سے شائع ہوا اور ان کے طرز تحریر کی دھوم مچ گئی۔ اس کے بعد انہوں نے کئی ناول لکھے۔ ان کا شمار اردو کی اولین اہم خواتین ناول نگاروں میں کیا جاتا تھا اور ادبی حلقوں میں ان کی زبان و بیان پر قدرت اور اعلیٰ ادبی معیار کی خوبیوں کو بہت سراہا جاتا تھا۔

ان کی تصانیف میں "اختر النساء بیگم"، "جانباز"، "نجمہ"، "آہ مظلوماں"، "دکھ بھری کہانی"، "مذہب اور عشق" اور "حرماں نصیب" وغیرہ کو مقبولیت حاصل تھی۔

۲۵؍اکتوبر ۱۹۶۷ء کو بمبئی میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئیں۔

نشور واحدی

حفیظ الرحمن نشور واحدی جمیل احمد صدیقی کے بیٹے تھے۔ شیخ پور ضلع بلیا (یوپی) میں ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ مصباح العلوم عربک کالج الٰہ آباد سے عربی فارسی تعلیم کی تکمیل کے بعد پیشۂ معلمی اختیار کیا۔ نجی طور پر علوم و فنون پر بھی دسترس حاصل کی معاش کی فکر میں کانپور پہنچے اور وہیں بس گئے۔ ناظر باغ کانپور میں مستقل قیام تھا۔ عرصہ تک حلیم مسلم کالج۔ کانپور میں معلم رہے اور درس و تدریس کے ساتھ مشق سخن بھی جاری رکھی۔ اختراعی ذہن کے مالک، خوش گو، خوش نوا ملک گیر شہرت و مقبولیت کے مالک جان مشاعرہ اور زود گو شاعر تھے۔ متعدد اصناف شاعری پر جولانی طبع کے جوہر دکھائے ہیں۔ کلام جدت، ندرت، شوخی، سنجیدگی، پختگی، زبان و بیان پر قدرت، زور و اثر اور زمین و الفاظ کے حسن انتخاب کی خوبیوں سے مرصع ہے۔

۴ر جنوری ۱۹۸۳ء کو وفات پائی۔

تصنیفات:۔ "مثنوی صہبائے ہند"۔ "آتش و نم"۔ "فروغ جام" "شور نشور"۔ "سواد منزل"۔ "سلک ریشم"۔ "گل افشانی گفتار" "تاریخ فلسفہ بیخودی" وغیرہ۔

Scanned with CamScanner

پریم کمار نظر

کومعبی پرانی۔ ہوشیار پور پنجاب میں ۲ر فروری ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئے
پنجاب یونیورسٹی سے انگریزی اور سیاسیات میں ایم۔ اے کرنے کے بعد درس وتدریس
کا پیشہ اختیار کیا۔ ہندو نیشنل کالج میں شعبہ انگریزی کے سربراہ ہو گئے۔ اچھے شاعر
ہیں کلام مقتدر رسائل میں شائع ہوتا رہتا ہے۔

Scanned with CamScanner

PREM KUMAR NAZAR
CHURCH ROAD
CIVIL LINES
HOSHIARPUR
146001

Replied
13.5.93

۵ مئی ۱۹۹۳ء

برادرم۔ آداب

تمھی پانچ جون کو آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہاں آپ سے ملاقات کی صورت نکل رہی تھی۔ آپ تب ملے ہو گئے تو... منتظمین آپ کو لکھیں گے۔ آپ انکار نہ کرنا۔

کوئی فون وغیرہ ہو تو بتایئے۔

مزید خیریت

السلام

پریم کمار نظر

PS اس وقت طنز و مزاح (اصلی) کے شاعر کون کون ہیں پتہ دیجیے؟

जवाबी

POST CARD पोस्ट कार्ड

MR. WALI AASI
Maktaba-i-Deen-o-Adab
LATOOSH ROAD
LUCKNOW (U.P)

पिन PIN

(عطیہ جناب والی آسی)

عبدالمتین نیاز

موضع گرڈھی تحصیل حیدرگڑھ ضلع بارہ بنکی کے ایک معزز و متمول زمیندار خاندان میں ۱۹۲۸ء میں ولادت ہوئی۔ والد ماجد کا نام چودھری نیاز حسین تھا جن کا شمار عمائدین میں ہوتا تھا۔ ابتدائی گھریلو تعلیم گرڈھی میں حاصل کی۔ والد کے سایہ شفقت سے کم سنی میں ہی محروم ہو گئے تھے اس لئے باقاعدہ اسکولی تعلیم کا سلسلہ زیادہ دن نہیں چل سکا لیکن اپنی ذاتی توجہ، محنت اور حصول علم کے شوق کی رہنمائی میں علمی استعداد میں اضافہ کرتے رہے۔ کسب معاش کے لئے بھوپال میں سکونت اختیار کر لی وہاں اشاعتی کام کے ساتھ درس و تدریس اور فروغ علم میں بیشتر حصہ صرف کیا۔ ایک اسکول کھولا تھا جس سے لاتعداد طلبا مستفید ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ خوش فکر اور ملک گیر شہرت رکھنے والے جدید لہجے کے شاعر ہیں۔ کلام برصغیر ہند و پاک کے مقتدر جرائد میں بکثرت چھپتا ہے۔ "نغمہ شعور"، "تتلیوں کے گیت"، "حرف و صدا"، "دشت معانی" وغیرہ ان کے مشہور شعری مجموعے ہیں۔

Scanned with CamScanner

والی آسی لکھنوی

نام عبدالوالی تخلص والی۔ ممتاز اردو شاعر و ادیب مولانا
عبدالباری آسی الدنی مرحوم کے بیٹے ہیں۔ آسی صاحب کثیر التلامذہ
استاد اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کی متعدد نثری، ادبی و تحقیق
تخلیقات اہمیت کی حامل ہیں۔

ہائی اسکول بنارس۔ ممتاز کالج۔ اسلامیہ کالج۔ لکھنؤ اور فضیل
امتحانات لکھنؤ یونیورسٹی سے امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔

والی آسی نے ۱۹۳۹ء میں لکھنؤ میں آنکھ کھولی اور شعر و ادب
کی فضاؤں سے معمور گھرانے میں پروان چڑھے۔ شاعری ورثہ میں
ملی اور فنی تربیت نامور باپ کے زیر سایہ ہوئی۔ کم سنی میں ہی
مشاعروں میں شرکت کرنے لگے تھے رفتہ رفتہ ملک گیر شہرت حاصل
کر لی اور ملکی و بیرونی مشاعروں میں داد تحسین سے جھولیاں بھرنے
لگے۔ کلام ملکی و بیرونی اردو جریدوں میں شائع ہوتا ہے اور مجموعہ
کلام "مشہد" بھی اردو و ہندی رسم الخط میں شائع ہو چکا ہے۔ مشاغل
تصنیف و تالیف کے علاوہ ایک اشاعتی ادارہ کے روح رواں
بھی ہیں۔

ان کی تالیف "ارمغان نعت" جو ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی تھی
اور اب تک متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں بے حد سراہی گئی۔ یہ اردو میں
اپنی نوعیت کا پہلا کام تھا جو جامع اور تحقیقی مقدمہ کے ساتھ شائع ہوا تھا۔

مرے فسانے کو کیوں لازوال اس نے کیا
کہ نام میرا ہوا اور کمال اس نے کیا

ندامتیں مری آنکھوں کی پڑھ چکا تھا وہ
میں چپ رہا تو نہ کوئی سوال اس نے کیا

عجیب طرح کا وہ دشمن تھا یاد آتا ہے
شکست مجھ کو ہوئی اور ملال اس نے کیا

شب و دن سے کوئی منظر بنانا چاہتے ہیں ہم
کہ جو کچھ کہہ نہیں سکتے۔ دکھانا چاہتے ہیں ہم

ہمیں انجام بھی معلوم ہے لیکن نہ جانے کیوں
چراغوں کو ہواؤں سے۔ بچانا چاہتے ہیں ہم

حقیر فقیر

[illegible]

وحشت

وحشت کلکتوی

مشہور شاعر سید رضا علی وحشت کلکتہ میں ۱۸ر نومبر ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام (مولوی حکیم) شمشاد علی تھا۔ ابتدائی گھریلو تعلیم کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخل ہوئے وہاں سے انٹرنس کے امتحان میں کامیابی حاصل کر کے اسکولی تعلیم کا سلسلہ ختم کر دیا لیکن مطالعہ ذاتی سے مروجہ علوم میں روز افزوں اضافہ کرتے رہے۔ فارسی و اردو زبانوں پر اچھی دست رس رکھتے تھے اور عربی، بنگلہ و انگریزی سے بھی واقف تھے۔ پہلی ملازمت شعبۂ فارسی امپریل ڈیپارٹمنٹ میں شروع کی تھی پھر ۱۹۲۷ء میں مولانا آزاد کالج میں لکچرار اردو ہوئے وہاں سے سبکدوش ہونے کے بعد لیڈی برابورن انٹر کالج میں فارسی و اردو کے استاد رہے۔ ۱۹۵۰ء میں کلکتہ سے ڈھاکہ منتقل ہو گئے تھے وہیں ۱۹۶۵ء میں انتقال ہوا۔ شاعری میں شمس کلکتوی کے شاگرد تھے۔

وحشت نامور غزل گو، اچھے نثر نگار تھے اور کثیر التلامذہ استاد تھے۔
تصنیفات:۔ دیوان "ترانہ وحشت"۔ "مکاتیب وحشت"

Scanned with CamScanner

ڈھاکا ۲۴ نومبر ۶۸ء

عزیزی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ مورخہ ۲۰ نومبر پہنچ کر باعث مسرت ہوا۔ معلوم ہوا کہ آپ عنقریب حیدرآباد سندھ جانے والے ہیں لیکن پہنچتے ہی آپ مجھ اور اپنے احباب کو اپنے نئے پتے سے آگاہ کیجئے۔ مجرم صاحب ڈھاکا آئے تھے معلوم ہوا کہ وہ "شہر کاشانہ" پر اپنا مضمون بھیج چکے ہیں۔ بہزاد صاحب کا حال معلوم نہیں۔ اور میں "وحشت نمبر کاشانہ" کے متعلق اپنے کسی ملنے والے سے ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ آپ اس کام کو بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ ترانۂ وحشت کی کتابت ہو رہی ہے اور ممکن ہے دسمبر کے اخیر تک کتاب مکمل ہو جائے۔

آپکا مضمون "ترقی" میں میری نظر سے گزرا۔ یہ مضمون قابل قدر ہے۔ ڈھاکا میں اکثر میرے ملنے والوں نے اسکو دیکھا اور تعریف کی۔ ایک فہرست میرے شاگردوں کی اس میں نظر آئی۔ یہ نہ ہوتی تو بہتر تھا۔ اس فہرست میں دو چار نام ایسے ہیں جنکے متعلق میں نہیں چاہتا کہ لوگ انہیں میرے شاگرد سمجھیں۔ خراب "تیر از کمان رفت"۔

حضرت شمس کے تعارف میں آپ نے عزیز کا نام لکھا ہے یہ انکے شاگرد نہ تھے اپنے بھائی صولت سے اصلاح لیتے تھے۔ انکو آپ نے بقید حیات بتایا ہے دو تین سال ہوئے انہوں نے قضا کی۔ انکی مرحوم کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ اگر انکا سارا کلام جمع کیا جائے تو کم از کم پانچ ضخیم دیوان مرتب ہو سکتے ہیں۔ یہ حقیقت نہیں ہے بمشکل ایک دیوان مرتب ہو سکتا ہے۔ مرحوم کہتے کم تھے لیکن جو کہتے تھے خوب کہتے تھے۔

ڈھاکا کے شعرا میں آپنے ایک نام لکھا ہے سید رضا الحسن کلکتوی۔ انکا تخلص کملی منش شرف ہے۔

امید ہے کہ آپ مع متعلقین بخیر ہیں۔

آپکا خیر طلب

وحشت

مکتوب الیہ وفا راشدی صاحب

ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی

آبائی وطن دریاباد ضلع بارہ بنکی ہے لیکن ۳۱ مارچ ۱۹۲۱ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ اپنے چچا مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی نگرانی میں ابتدائی تعلیم و تربیت پائی۔ اسکولی تعلیم سہارنپور، بستی و سیتاپور میں ہوئی۔ انٹرمیڈیٹ کرسچین کالج لکھنؤ، بی۔اے (آنرز) و ایم۔اے لکھنؤ یونیورسٹی سے کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کی سند حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء میں شعبہ سیاسیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لکچرر ہوئے اور ۱۹۸۱ء میں بحیثیت ریڈر سبکدوش ہوئے۔ دوران تعلیم سیاست میں بھی سرگرم حصہ لیا۔ مضمون نگاری کا آغاز کم سنی میں ہوگیا تھا۔ مختلف موضوعات پر بڑی تعداد میں مضامین اخبارات و جرائد میں شائع ہوتے رہے۔ متعدد کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں جن میں "دنیا کی حکومتیں"۔ "تاریخ افکار سیاسی"۔ "جمہوریہ ہند کا دستور اساسی"۔ "مبادی سیاسیات"۔ "مبادی علم مدنیت" "یورپ کے عظیم سیاسی مفکرین"۔ "جدید یورپ میں سیاسی فکر" اور "ہندستانی سیاسی اور سماجی فکر" وغیرہ شامل ہیں۔ راجیہ سبھا کے رکن رہے ہیں۔ آج کل قیام دہلی میں ہے۔

Scanned with CamScanner

Dr. MOHAMMAD HASHIM KIDWAI
Ph.D.
MEMBER OF PARLIAMENT
(RAJYA SABHA)
5, Windsor Place,
New Delhi - 110001
Phone : 381455

Aligarh Address :
Zakir Bagh, A. M. U. Campus
ALIGARH (U. P.)
Phone : 6518

۸۶

Dated ۱۶ اکتوبر ۸۶

مکرمی و محترمی وعلیکم السلام!

فضل خداوندی سے امید قوی ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہو

نامہ گرامی موصول ہو کر باعث صد سرفرازی ہے۔

اپنی ایک نظم کا تازہ ترین ایڈیشن ارسال خدمت ہے

دوسری مطبوعہ تفاصیل مع فوٹوگراف کا
بعد ورود جلد ارسال خدمت کر دوں گا

امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے

مخلص
محمد ہاشم قدوائی

(مکتوبہ جناب عرفان عباسی)

ہلالؔ رضوی رام پوری

سید حسن مہدی رضوی نام، ہلالؔ تخلص۔ سید اخلاق حسین رضوی نہالؔ رام پوری کے صاحبزادے تھے۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں رام پور میں پیدا ہوئے اور تعلیم و تربیت پائی۔ گھر کے شاعرانہ ماحول سے متاثر ہو کر کم سنی میں ہی شاعری کا آغاز ہو گیا تھا۔ شروع میں سنجیدہ شعر کہتے تھے۔ احمد ولی خاں رازؔ یزدانی (متوفی سنہ ۱۹۶۳ء) کے شاگرد تھے۔ مزاج میں رچی بسی شوخی و بذلہ سنجی نے طنز و مزاح کی طرف رجوع کیا اور وہ جلد ہی شاعرِ طنز و تبسم کی حیثیت سے مشہور ہو کر مقامی و بیرونی شعری محفلوں میں داد تحسین وصول کرنے لگے۔

کلام رسائل و جرائد میں بکثرت چھپتا تھا۔ اپنا شعری مجموعہ "کہہ دوں" بھی ترتیب دیا تھا۔

بسلسلہ علاج دہلی گئے تھے وہیں قلبی دورے میں ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۸۴ء کو بعمر ۷۰ سال وفات پائی۔

Scanned with CamScanner

رامپور
۱۸ فروری

مشفقی محترم
سلام مسنون

کافی دنوں سے آپ کو خط لکھنے کے بارے میں سوچ رہا تھا مگر ادھر
کچھ موسم طبیعت پر اثر انداز تھا اسلئے اپنے ارادہ کو عملی جامہ نہ
پہنا سکا —!

آپ نے جو پچھلے ہفتہ لکھنؤ کے پروگرام کے موقع پر جس طرح میرے مسائل میں
میری ہمت افزائی، حوصلہ افزائی اور مدد فرمائی ہے اس سلسلے میں
آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں۔ اور اب مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ اگر میں
ان مسائل کی حد تک آپ سے پہلے رابطہ قائم کر لیتا تو شاید یہ تمام
کام ہو جاتے —! بہرحال دیر آید درست آید — اب بھی کچھ زیادہ
وقت نہیں گذرا ہے —!

آپ نے اردو اکیڈمی میں میری کتاب کا جو مسودہ دلوایا تھا اور
ایک درخواست اضافہ رقم کے سلسلے میں دلوائی تھی اس پر کیا ہوا مجھے ابتک
اردو اکیڈمی کی جانب سے کوئی اطلاع نہیں ملی —! اگر آپ اس سلسلے
میں مزید کچھ توجہ فرمائیں تو مجھے یقین ہے کہ یہ کام جلد ہو جائینگے —!

ایک بار پھر آپ کی زحمت کا شکریہ ادا کر رہا ہوں

والسلام
مخلص
[illegible]

بخدمت جناب
رام لعل صاحب
لکھنؤ

شاہجہاں بانو یادؔ دہلوی ثم لکھنوی

یادؔ ایک خوش فکر شاعر محمد حفیظ حفیظؔ کی بیٹی ہیں۔ ۲۰ فروری ۱۹۳۶ء کو گوالیار میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی عمر کا بیشتر حصہ دہلی میں گزارا اس کے بعد لکھنؤ میں سکونت اختیار کر لی۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ مہذب، شائستہ اور باوقار شخصیت کی مالک ہیں۔ ان کی غزل گوئی کا آغاز اس زمانہ میں ہوا جب شاعرات کی مشاعروں میں شرکت معیوب سمجھی جاتی تھی لیکن ذاتی صلاحیتوں، والد کی اصلاح، دہلی و لکھنؤ کے شعر انگیز ماحول کے اثرات، خود اعتمادی اور کچھ کر گزرنے کی لگن نے جلد ہی یادؔ کو نہ صرف ادبی حلقوں میں متعارف کرایا بلکہ جذبات و محسوسات کو خوشنما شعری پیکر عطا کرنے میں مہارت، شگفتہ بیانی، زبان و بیان کی ندرت اور ترنم نے انہیں مشاعروں کی ملک گیر شہرت رکھنے والی خوش فکر شاعرہ بنا دیا۔ یادؔ نے ملک کے گوشہ گوشہ میں منعقد ہونے والے لاتعداد اہم مشاعروں میں شرکت کر کے اہل زبان و فن اور شایقین شعر و ادب سے خود داد و تحسین وصول کی۔ انہیں علمی و ادبی حلقوں میں مقبولیت و وقار حاصل ہے۔ مشاعروں کے گرتے ہوئے معیار کی وجہ سے اب شرکت سے گریز کرتی ہیں لیکن مشق سخن جاری ہے۔ "یادؔ" کے نام سے مجموعہ کلام بھی شایع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔

لکھنؤ کے ادبی حلقوں میں بے لوث خدمات، انسان دوستی، ہمدردی، خلوص و نیاز مندی کی بدولت بے حد مقبول ہیں۔ بڑھتی ہوئی عمر اور گرتی ہوئی صحت کے باوجود ان کا بیشتر وقت علیل شعرا و ادبا کی عیادت اور خبر گیری میں گزرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

Yaad Dehelvi یاد دہلوی

GOLAGANJ, LUCKNOW Phone : 31918

غزل

Dated..............

لالہ و گل نہ ہوں بہار نہ ہو
میرا دامن جو تار تار نہ ہو

بندہ ہم کب مجھے عزیز نہیں
شرط ہے کوئی غمگسار نہ ہو

بے گناہی کی پا رہے ہیں سزا
کوئی ہم سا گناہگار نہ ہو

ہاں وہ ہے اعتبار کے قابل
جس کو دنیا کا اعتبار نہ ہو

تیری تاکیدِ ضبطِ غم تسلیم
اور اگر دل پہ اختیار نہ ہو

یاد رونے کا لطف تو جب ہے
ایک آنسو بھی آشکار نہ ہو

یوسف ناظم

جالنہ ضلع اورنگ آباد (اب ضلع) میں ۷ نومبر ۱۹۲۱ء کو ولادت ہوئی۔ جالنہ ہائی اسکول سے میٹرک، اورنگ آباد انٹر کالج سے انٹر میڈیٹ، جامعہ عثمانیہ سے بی۔ اے و ایم۔ اے (اردو) کیا اور ریاست حیدر آباد کے محکمہ محنت سے بحیثیت مترجم ملازمت شروع کی اس کے بعد میسور میں رہے۔ ۱۹۶۰ء میں بحیثیت اسسٹنٹ لیبر کمشنر بمبئی تبادلہ ہوا اور ۱۹۷۶ء میں سبکدوش ہوئے اس کے بعد بھی وہیں قیام پذیر ہیں۔

ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے ہوا تھا ۱۹۴۴ء سے نثر نگاری کا آغاز ہوا اور شہرت حاصل کی۔ ایم۔ اے کیلئے اردو میں ظرافت نگاری پر ایک طویل مقالہ لکھا تھا۔ کتابی شکل میں "کیف و کم"۔ "فٹ نوٹ"۔ "زیر غور"۔ "فقط"۔ "البتہ"۔ "سائے ہم سائے"۔ "پلک نہ مارو" ان کے تصنیفات ہیں۔

Scanned with CamScanner

معاونین

Scanned with CamScanner

کتب:

مختصر تاریخ ادب اردو ۔ ڈاکٹر اعجاز حسین
نثر نگارانِ اردو ۔ عرفان عباسی
دستاویز ۔ یوپی اردو اکادمی
شش جہت ۔ ڈاکٹر سلمان عباسی
آپ ہیں ۱-۴ ۔ عرفان عباسی
معاصرین ۔ مالک رام
تذکرہ شعرائے فرخ آباد شکنتلا موج
دبستان امیر مینائی ۔ عرفان عباسی
شیرازہ ۔ مخمور سعیدی۔ گوپال متل
سخنوران کرڑا ۔ محمد واصل عثمانی
خمخانہ جاوید ۱ تا ۵ سری رام
مرزا محمد جعفر اوج لکھنوی۔ ڈاکٹر سکندر آغا
ہندوؤں میں اردو ۔ رفیق مارہروی
مصنفین اردو ۔ زوار حسین

Scanned with CamScanner

تذکرہ شعرائے بدایوں اول دوم۔ شہید بدایونی
پتھر کا دیس ۔ عادل رشید
تذکرہ شعرائے اتر پردیش (۱۴ جلدیں) عرفان عباسی
خیر آباد کی ایک جھلک ۔ مفتی نجم الحسن
تذکرہ شعرائے سیتاپور۔ اسماء نعمت حسین
احمد جمال پاشا ۔ یوپی اردو اکادمی
فکر تونسوی
" " "
کلکتہ ایک رباب ۔ حرمت الاکرام
صراطِ منزل ۔ عاشور کاظمی
باقیاتِ انیس ۔ اکبر حیدری
شیش محل ۔ شوکت تھانوی

دبستان عظیم آباد سلطان آزاد
چند یادگار مشاعرے ذکی بدایونی
افکار پریشاں اثر انصاری
خواب زار عمر انصاری
دشت معانی عبدالمتین نیاز
مولانا آزاد ایک مفکر ایک رہنما نجم الدین شکیب
دوپہر افسر بسوانی
کینوس عرفان صدیقی
ارمغان نعت والی آسی۔ ساجد صدیقی
رباعیات کوکب کوکب کونچوی
فہرست کتب ۱۹۳۴ء مطبوعہ صدیق بکڈپو۔ لکھنؤ

رسائل :

ہماڈائجسٹ - اردو نمبر - اپریل ۱۹۷۳ء
ماہنامہ آجکل دہلی - متعدد شمارے
ماہنامہ نیادور - لکھنؤ - متعدد شمارے
ماہنامہ اسلوب کراچی اکتوبر - نومبر ۱۹۸۳ء
روزنامہ قومی آواز - لکھنؤ - متعدد شمارے
سہ ماہی اردو کراچی - جولائی ۱۹۶۷ء
دیا نراین نگم نمبر نیادور - لکھنؤ -
ماہنا نقوش شخصیات نمبر
ماہنامہ بیسویں صدی - متعدد شمارے

ایوان اردو - دہلی متعدد شمارے
شاعر بمبئی "
کتاب نما - دہلی "
سہ ماہی "روشن" بدایوں "
ماہنامہ "خبرنامہ" یوپی اردو اکادمی "
ہماری زبان - دہلی "

Scanned with CamScanner

۳۷۔ تبسم — رام لعل نابھوی

۳۸۔ سائنسی زاویے — رفعیہ منظور الامین

۳۹۔ شہد — والی آسی

۴۰۔ اجالوں کے سفر — حیات وارثی

۴۱۔ غبار شب — قاضی عبدالغفار

۴۲۔ رنگ و روپ — صبا افغانی

۴۳۔ سخن در سخن — صاحب حیدر آبادی

۴۴۔ رباعیات مغموم — کرشن گوپال مغموم

۴۵۔ ترانۂ شوق — شوق قدوائی

۴۶۔ مضامین چکبست — برج نرائن چکبست

۴۷۔ تحریر و تحلیل — ساغر مہدی

۴۸۔ یہ لوگ — سری نواس لاہوٹی
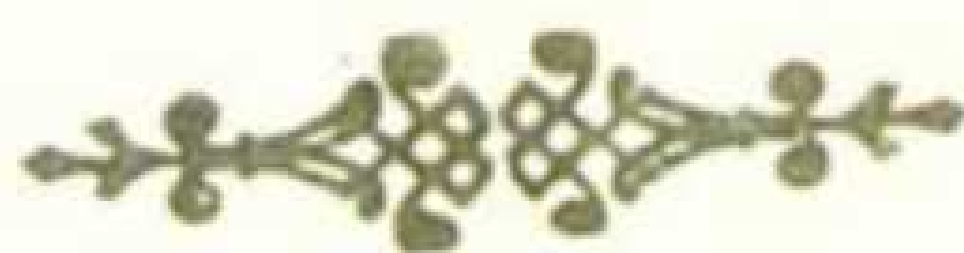
اشخاص :

جناب رام لعل
" اطہر نبی ایڈوکیٹ
" ڈاکٹر سلمان عباسی
" ڈاکٹر اقبال ماہر
" راجیندر بہادر موج
" ڈاکٹر نیر مسعود رضوی
" کاظم علی خاں
" عرفان عباسی
" ڈاکٹر عابد رضا بیدار۔ پٹنہ
" ذکار اناوی

والی آسی	لکھنؤ
احمد ابراہیم علوی	لکھنؤ
عرفان صدیقی	لکھنؤ
محمد پرویز	لکھنؤ
انیس انصاری	لکھنؤ
اخلاق احمد	لکھنؤ
۱۶۔ حاذق محمود	مَوَئی، بارہ بنکی
۱۷۔ حسن واصف عثمانی	لکھنؤ
۱۸۔ ذکی تالگانوی	بدایوں
۱۹۔ اسعد طیب بدایونی	علی گڑھ
۲۰۔ خواجہ رائق	لکھنؤ
۲۱۔ رام لعل نابھوی	نابھا
۲۲۔ احتشام عباسی	بنارس

Scanned with CamScanner

جلد اوّل میں شامل

اربابِ اردو

فہرست

نام	نام
جان جاناں سحر	دیا نرائن نگم
مرزا جعفر حسین	محمد ذکاء اللہ
جلال لکھنوی۔ ضامن علی	راجیندر سنگھ بیدی
جمیل الدین عالی	راز پہانوی
جوگیندر پال	رام لعل
جیلانی بانو	راہی معصوم رضا
حرمت الاکرام انصار حسین	رشید احمد صدیقی
حسن واصف عثمانی	رضیہ سجاد ظہیر
حسن نعیم	ڈاکٹر سعادت علی صدیقی
حفیظ میرٹھی	ڈاکٹر سلمان عباسی
ڈاکٹر حکم چند نیر	سوز بارہ بنکوی۔ مولوی محمد نعمان
ڈاکٹر حنیف نقوی	سید احمد دہلوی
حیات اللہ انصاری	ڈاکٹر شارب ردولوی
ڈاکٹر خلیق انجم	شارق ایرایانی
درد بہبل پوری۔ منالال سکسینہ	شارق میرٹھی
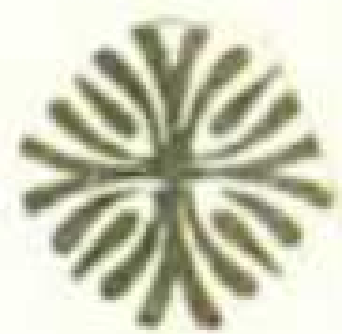
نام	نام
شائع قدوائی	عبدالقوی دیسنوی
شاہد ماہلی	(قاضی) عبدالودود
ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	عرفان لکھنوی
شفیق جونپوری ۔ ولی الدین	عروج زیدی ۔ فیاض علی
شمس الرحمٰن فاروقی	عصمت چغتائی
شمسی مینائی ۔ شوکت علی علوی	عطا فیض آبادی
شہریار ۔ کنور اخلاق محمد خاں	ڈاکٹر سید محمد عقیل رضوی
شہنشاہ مرزا	ڈاکٹر علی احمد فاطمی
صباح الدین عمر	علی عباس حسینی
ضیا فتح آبادی ۔ ہیرلال سونی	عنوان چشتی ۔ افتخار احسن
ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی ۔	فاضل لکھنوی ۔ مرتضیٰ حسین
عادل رشید ۔ منظور الحق	مرزا فرحت اللہ بیگ
سید عاشور کاظمی	فضیل جعفری
(مولانا) عبدالسلام قدوائی	فکر تونسوی ۔ رام لال بھاٹیا
عبدالطیف اعظمی	فنا نظامی ۔ نثار بیگ

قرۃ العین حیدر
کاظم علی خاں
کالی داس گپتا رضا
کرشن موہن
کمال احمد صدیقی
کلیم الدین احمد
کوثر نیازی
کیف الہ آباد۔ عبدالرب
پروفیسر گوپی چند نارنگ
ڈاکٹر گیان چند جین
مالک رام
محسن الملک۔ مہدی علی خاں
ڈاکٹر محمد حسن
محشر بدایونی
محمد علی صدیقی
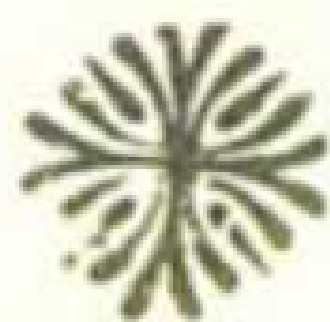
ڈاکٹر محمود الٰہی
مختار لکھیم پوری۔ مختار حسن نقوی
مرزا ادیب۔ دلاور علی
مسعود اختر جمال
مشفق خواجہ
پروفیسر ممتاز حسین
منکسر بارہ بنکوی۔ رام بلی چودھری
موج فتح گڑھی۔ راجیندر بہادر
میر ناصر علی
میکش غازیپوری
ڈاکٹر نثار احمد فاروقی
ندرت میرٹھی۔ شعیب احمد
محمد نذیر احمد
ڈاکٹر نریش
محمد نسیم انہونوی
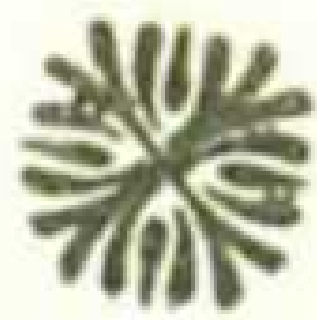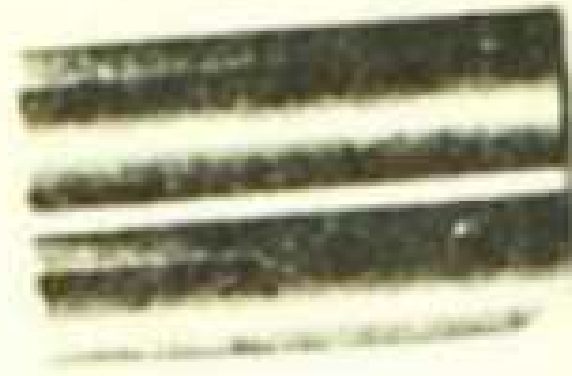
گورنر اتر پردیش شری بی ستیہ نراین ریڈی اسما رفعت حسین کی
تالیف تذکرہ شعرائے سیتاپور کی رسم اجرا انجام دیتے ہوئے۔

★

अरबाब उर्दू—तहरीर व तस्वीर के आईने में

द्वितीय भाग

संकलन :

अस्मा रफ़त हुसैन

Scanned with CamScanner